تالیف

مولانا محمد خبیب نقشبندی مدظلہ
خطیب جامع مسجد کوہ نور...... کراچی

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
Mob: 0322-6180738

خواتین اور طالبات میں علمی و اصلاحی کمال پیدا کرنیوالی کتاب

تالیف
مولانا محمد خبیب نقشبندی مدظلہ
خطیب جامع مسجد کوہ نور..... کراچی

خواتین کی دینی تعلیم و تربیت
اسلامی تاریخ سے نامور خواتین کے علمی کارنامے
تعلیم نسواں کیلئے اسلامی اصول وضوابط
علم دوست برگزیدہ خواتین کے
قابل رشک حالات
اسلامی تاریخ سے عابدات' عالمات
ومحدثات کا تذکرہ.... عصر حاضر کے
مطابق خواتین اور طالبات کو اہم نصائح
اور گزارشات.... حصول علم کیلئے سفر میں
پردہ کے ضروری احکام جیسے عنوانات پر
مشتمل ایک مستند دستاویز جس کا مطالعہ ہر
عمر کی خواتین کیلئے اصلاح افروز ہے

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

طالبات کیلئے تربیتی واقعات

تاریخ اشاعت.................. ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ

ناشر................. ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت............ فیصل فدا پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی بیرون بوہڑگیٹ ملتان فون: 4570046

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان
اسلامی کتاب گھر... خیابان سرسید روڈ... راولپنڈی
ادارہ اسلامیات.......انارکلی.......لاہور
دارالاشاعت.......اُردو بازار.......کراچی
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.......لاہور
مکتبۃ القرآن.......نیو ٹاؤن.......کراچی
مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ دارالاخلاص...قصہ خوانی بازار.......پشاور
مکتبہ رشیدیہ.......سرکی روڈ....... ....کوئٹہ

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

ابتدائیہ

عصر حاضر میں عورت کی ذمہ داری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

کہ علامہ محمد اقبال مرحوم نے اپنی تعلیمی زندگی کا خاصہ زمانہ یورپ میں گزارا۔

ان کی باقی زندگی ایک ایسے شہر اور ماحول میں گزری جو آزادی نسواں اور مغرب کی تقلید کا شاید ہندوستان میں سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس سب کے باوجود مسلمان عورت کے بارہ میں ان کے عقیدہ اور خیالات میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا بلکہ مغربی ممالک کی زندگی کا انتشار اور وہاں انسانیت کی تباہی کے آثار دیکھ کر ان کا یہ عقیدہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا کہ مسلمان عورت کیلئے زندگی کا بالکل الگ معیار ہے اور اس کو مغربی عورت کی تقلید سے پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ زندگی میں اس وقت تک استحکام اور نظم و انتظام نہیں پیدا ہو سکتا جب تک کہ عورت میں صحیح نسوانیت، عفت و طہارت اور شفقت مادری نہ ہو، جو قوم اس نکتہ سے واقف نہیں اس کا نظام زندگی ہمیشہ درہم برہم اور متزلزل رہے گا وہ کہتے ہیں۔

جہاں را محکمی اُرا مہارت است   نہاد شاں امیت ممکنات است
اگر ایں نکتہ را قومے نداند   نظام کاروبارش بے ثبات است

وہ اپنی ساری ترقیوں اور بیداریوں، ایمان ذوق اور درد و سوز کو اپنی والدہ کی تربیت اور ان کی پاک باطنی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے اندر ایمان و محبت کی جو چنگاری ہے جس کا علم و ہنر سے کوئی بیر نہیں بلکہ میل ہے وہ میری پاک باطن ماں کی نگاہ کا فیض ہے مجھے جو کچھ ملا ان کی گود اور ان کی تربیت سے ملا۔

علامہ مرحوم کا اپنی والدہ سے کیا محبت کا تعلق تھا لندن میں والدہ کی وفات کی خبر سننے پر فرمایا۔

اب کس کو ہو گا وطن میں آہ میرا انتظار   کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار
خاک مرقد پر تیری لیکر یہ فریاد آؤں گا   اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

علامہ اقبال خود کہتے ہیں کہ یہ دولت تو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ملتی نہیں۔ یہاں سوائے قصہ کہانی کے کچھ نہیں۔ یہ دولت اگر خدا کسی ایمان والی ماں کو نصیب کرے تو اس کی آغوش تربیت سے مل سکتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مسلمان عورت میں صحیح اسلامی صفات ہوں تو وہ انسانیت کی محسن اور انسان کی مربی ہے۔

قومیں آتی جاتی رہیں گی، تہذیبیں پھلتی پھولتی اور دم توڑتی رہیں گی۔ ملک بستے اور اجڑتے رہیں گے، لیکن عورت انسانیت کا ایک ایسا درخت ہے جس کو کبھی خزاں نہیں۔

وہ مسلمان عورت سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

اے مسلمان عورت! تیری صحیح جگہ زندگی کا شور و ہنگامہ نہیں۔ اگر تو نے مرد کے دوش بدوش کھانے کمانے میں سرگرمی دکھائی تو ملت سے بے وفائی اور اپنے ساتھ ناانصافی کرے گی۔ تیرا فرض اور تیری سعادت تو یہ ہے کہ جگر گوشہ رسول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح شوہر کے گھر کو آباد کر اور اس کو اپنی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا اور وہاں بیٹھ کر ایسے فرزند کی پرورش کر جو مسلمانوں کی مشکل آسان کرے اور ملت پر قربان ہو جائے۔ آج اسلام کو حسن وحسین رضی اللہ عنہما جیسے فرزندوں کی ضرورت ہے اور یہ دولت مسلمان ماؤں سے ہی مل سکتی ہے۔

اقبال مرحوم کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کے دن بدلنے اور نئے دور کے لانے میں مسلمان عورت بہت بڑا حصہ لے سکتی ہے۔ اللہ نے مسلمان عورت کو ایسا قوی ایمان، ایسا درد مند دل، ایسی پرسوز آواز، ایسی پاک فطرت عطا فرمائی ہے کہ آج بھی مسلمان کے دل و دماغ میں وہ ایمان کی چنگاری روشن کر سکتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان عورت اسلامی تاریخ کا یہ واقعہ یاد رکھے کہ ایک پاک باطن عورت کے قرآن پڑھنے نے اپنے زمانے کے مضبوط ترین انسان کے دل میں ہل چل پیدا کر دی تھی اور قرآن کے منکروں کو اسلام کے نور اور ایمان کی حرارت سے بھر دیا تھا اور ملت اسلامیہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا صاحب ایمان، صاحب عزم اور فاتح عالم عطا کیا جس سے اسلام کی ترقی اور قوت کا ایک نیا دور شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔

حضرت عمر جب شمشیر بکف ہو کر اسلام کے خاتمہ کیلئے نکلے تو پہلے اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب کے گھر گئے تا کہ اپنے گھر سے کام کا آغاز کریں اور اپنی بہن اور بہنوئی کو اسلام قبول کرنیکی سزا دیں تو

انکی بہن کے قرآن پاک پڑھنے کی آواز نے انکے دل کو موم کردیا اور اسلام انکے دل میں اتر گیا۔

اقبال چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت دردسوز اور تسخیر و تاثیر کی اس قوت کو پہچانے اور پھر اس سے دنیا کے انقلاب کا کام لے۔ وہ مسلمان عورت کو خطاب کر کے کہتے ہیں۔

زشام مابروں آور سحر را | بہ قرآن باز خواں اہل نظر را
تومی دانی کہ سوز قرأت تو | دگرگوں کرد تقدیر عمر را

خدا کیلئے! ہماری شام غریبی کو پھر صبح امید سے بدل دے اور قرآن پھر اہل نظر کو پڑھ کرسنا۔ تجھے معلوم ہے کہ تیری قرأت کے سوز نے عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر کو بدل دیا پھر اس سے دنیا کی تقدیر جس طرح بدلی اس کو سارا عالم جانتا ہے۔

ہر زمانہ کی عورت کیلئے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مثالی خاتون سمجھتے ہیں اور جگہ جگہ ان کی اتباع کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ کس طرح چکی پیستے ہوئے قرآن بھی پڑھتی تھیں اور گھریلو کاموں پر صبر فرماتی تھیں۔ ان کی سیرت کی اس پختگی سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ان کی آغوش سے نکلے۔ یہ مسلمان عورت ہی کی خصوصیت ہے کہ گھر میں چاہے اسکی زندگی کیسی ہو عشرت کی زندگی ہو یا خدمت کی زندگی ہو محنت و سادگی کی زندگی ہو لیکن ہر حال میں خوش اور راضی ہو اور ہر وقت اللہ کا نام لے رہی ہو اور ملت کی خدمت میں اور خاندان کی خدمت میں اپنے گھر اور اسکی ترقی میں مشغول رہے۔

زیر نظر کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے آخری باب میں احقر ناشر نے چند ایسے مفید مضامین کا اضافہ کیا ہے جو ہر عمر کی خواتین کیلئے نہایت مفید ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو عورتوں کیلئے بالعموم اور بچیوں کیلئے بالخصوص نافع بنائے اور مسلمان گھرانوں میں ایسی بچیاں پیدا فرمائے جو اچھی بیٹیاں اچھی بہنیں اور اچھی مائیں بن کر ملت کی خدمت کریں اور ذاکرات شاکرات مومنات صالحات قانتات اور طیبات جیسے اعلیٰ اوصاف کی حامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان عورت کو ان اوصاف کا حامل بنائے۔ آمین یارب العالمین

والسلام محمد اسحٰق غفرلہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق فروری ۲۰۱۰ء

مُقَدِّمَۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا' خواہ مرد ہو یا عورت دونوں ہی پر عبادت فرض ہے۔ ایمان واعمال کی بجا آوری دونوں پر لازم ہے اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ پہلے علم ہوتا ہے بعد میں عمل۔

چنانچہ انسان اپنے سامنے سانپ موجود ہونے کا علم پہلے حاصل کرتا ہے۔

اس کے بعد اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہے۔

گاڑی آتے دیکھتا ہے تو راستے کے کنارے ہو جاتا ہے۔

کھانے کی چیز سامنے آتی ہے تو کھانا شروع کرتا ہے۔

الغرض پہلے کسی چیز کا علم ہوتا ہے اسکے بعد اس علم کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔

انسان کو جب تک نماز روزے کا علم حاصل نہ ہوگا۔ ان عبادات کی ادائیگی کی توقع بھی اس سے نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ علم منبع اعمال ہے علم نہیں تو عمل بھی نہیں ہو سکے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ: **طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة**
''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے''

مسلمان کا لفظ مرد کو بھی شامل ہے عورت کو بھی' اس لئے مسلمان کے ان دونوں پر علم کا سیکھنا فرض ہوگا۔ اور یہ ایک مسلمہ اصول بھی ہے کہ فرض علم کو سیکھنا بھی فرض ہے کیونکہ نہ سیکھنے سے ترک فرض جو کہ حرام ہے اس کا ارتکاب لازم آئے گا اور حرام سے بچنا فرض ہے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت، آزاد اور غلام مسلمان

پر طہارت (وضو، غسل) نماز روزہ فرض ہونے میں کسی بھی مسلمان کا کوئی اختلاف نہیں، اسی طرح طہارت اور نماز مریض اور تندرست سب ہی پر فرض ہے اسی لئے مذکورہ بالا تمام افراد پر فرض ہے کہ وہ اپنی نماز، اپنے روزہ اور طہارت کے فرائض کا علم حاصل کرے اور یہ کہ اسے کس طرح یہ فرائض ادا کرنے ہیں؟ اسی طرح مذکورہ بالا تمام افراد پر کھانے پینے، پہننے، نکاح بیاہ کرنے اور خون خرابہ نیز اقوال واعمال میں سے کیا حلال ہیں اور کیا حرام؟ اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے یہ وہ احکام ہیں کہ کسی بھی (مسلمان) شخص کیلئے ان سے ناواقف رہنے کی کوئی گنجائش (شرعا) نہیں ہے خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام یا باندی۔ ان مذکورہ امور کا علم حاصل کرنا ان افراد پر اسی وقت سے فرض ہو جائے گا جیسے ہی وہ حالت اسلام میں بالغ ہوں یا بلوغ کے بعد جیسے ہی وہ اسلام قبول کرلیں۔ اور حکومت بیویوں کے شوہروں اور غلاموں اور باندیوں کے مالکوں کو مذکورہ امور کی تعلیم دینے پر مجبور کرے گی کہ وہ (شوہر یا مالک) خود انکو مذکورہ امور کی تعلیم دیں یا پھر (گھر سے باہر نکلنے کی شرائط کے ساتھ) کسی ایسے شخص کے پاس جانے کی اجازت دیں جو انکو مذکورہ بالا فرائض کی تعلیم دے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اس کا پابند کرے اور ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے معلم مقرر کردے۔ پھر مال دار ہو تو اس پر زکوٰۃ کے ضروری مسائل سیکھنا بھی فرض ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا مملوک'' (الاحکام فی اصول الاحکام)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، اعمال اور سنن جو ہمیں ملی ہیں جہاں صاحب شریعت سے ان احکام کو ہم تک پہنچانے میں مردوں کا بھرپور کردار ہے۔ وہاں صحابیات وازواج مطہرات نے بھی ہم تک شریعت مقدسہ کی امانت پوری دیانتداری کے ساتھ پہنچانے میں بھرپور حصہ لیا۔

آج ہمارے سامنے موجودہ احادیث مقدسہ کے ذخیرہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے دو ہزار دو سو دس، حضرت ام سلمہؓ (جن کا اصل نام ہند بنت امیہ ہے) کی روایت سے تین سو اٹھہتر، حضرت میمونہ بنت الحارثؓ کی روایت سے چھہتر، حضرت ام حبیبہؓ (اصل نام رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) کی روایت سے پینسٹھ، حضرت زینب بنت جحشؓ کی روایت سے گیارہ، حضرت صفیہؓ بنت حیی کی روایت سے دس، حضرت جویریہؓ کی روایت سے سات، حضرت سودہؓ کی روایت سے پانچ، حضرت حفصہؓ کی روایت سے ایک حدیث موجود ہے۔

یہ سب ازواج مطہرات ہیں جنہوں نے شریعت کی حفاظت کی اور احکام شریعت کو اپنے قلوب اطہر میں محفوظ کیا اور اسے دوسروں تک پوری امانتداری کے ساتھ پہنچایا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنات طاہرات میں سے حضرت فاطمہؓ کی روایت سے اٹھارہ اور حضرت زینب بنت ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے سات احادیث ہم تک پہنچی ہیں جو خواتین اسلام کی احکام شریعت کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ علمی مشاغل اپنانے کا واضح ثبوت ہے۔ نبوت کا گھرانہ اگر ایسا ہی تھا تو ہمیں بھی اپنے گھروں میں ایسا ماحول بنانا چاہئے کہ ہماری طالبات بھی اگر ان مذکورہ معلمات ومحدثات کا نمونہ بن جائیں تو چنداں مشکل بھی نہیں تو اللہ سبحانہ وتعالٰی ان کو بھی دین میں وہ مقبولیت عطا فرمائے جو ان مذکورہ محدثات کو ملی۔

پیش نظر کتاب میں معلمات ومحدثات کے حالات وواقعات اور نصائح کو ذکر کے طالبات کے دلوں میں علم دین کی عظمت واہمیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں اصلاح اعمال اور اپنی تربیت وآداب پر آمادہ کیا گیا ہے۔

کیونکہ حالات واقعات کو انسانی زندگی کی تعمیر وترقی میں جو اہمیت حاصل ہے وہ روز روشن کی طرح ہر عاقل پر عیاں ہے۔

کتاب ہٰذا اصلاح معاشرہ کی نیت کی جانیوالی ایک کاوش کا نتیجہ ہے۔

جس میں قرآن وحدیث اور اسلاف اُمت کی تعلیمات وواقعات کے علاوہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب نافعہ سے بھی خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو شرف قبولیت بخشیں اور اسے طالبات اور تمام خواتین کیلئے باعث نفع رسانی اور راقم الحروف کیلئے بہانہ مغفرت بنائیں۔

ہر مسلمان بہن بھائی سے گزارش ہے کہ دوران مطالعہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کوتاہی نظر آئے یا مزید بہتری کی کوئی صورت سامنے آئے تو ناشر کو ضرور اطلاع دیدیں۔ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا۔

محمد خبیب نقشبندی غفوری

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے (حدیث)

قوموں کی عزت تم سے ہے

اے ماؤ، بہنو، بیٹیو، دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہیں، قوموں کی عزت تم سے ہے

تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگین دلوں کی شادیاں، دُکھ سُکھ میں راحت تم سے ہے

نیکی کی تم تصویر ہو، عفت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسبان، ایمان سلامت تم سے ہے

فطرت تمہاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انسان عبارت تم سے ہے

مونس ہو خاوندوں کی تم، غمخوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویرانہ سب، گھر بھر میں برکت تم سے ہے

تم آس ہو بیمار کی، ڈھارس ہو تم بیکار کی
دولت ہو تم نادار کی عسرت میں عشرت تم سے ہے

(حالی مرحوم)

مسلمان عورت کے نام

آنکھوں کی بندگی سے نگاہیں جھکا کے چل
شانوں سے گر گیا ہے دوپٹہ اُٹھا کے چل

قوموں کی زندگی تری آغوش میں پلی!
قوموں کی زندگی کا مقدر جگا کے چل

آنکھوں کے تیر تیرے بدن سے پرے رہیں
شرم و حیاء کا اپنا لبادہ بنا کے چل

گر ہو سکے تو سیرت زہرا پہ کر عمل
اس زندگی کو یوں نہ تماشا بنا کے چل

بَن جا شعارِ عظمتِ اَسلاف کا نشان
ہر اک گنہ سے دامنِ عصمت بچا کے چل

مانا ہوا خراب ہے ماحول بھی غلیظ
گر ہو سکے تو ساتھ نہ اس ہوا کے چل

ناصر کو تیری حرمت و عفت عزیز ہے
اس دارِ نامراد سے اس کو بچا کے چل

خواتین اسلام کی خدمت میں اہم گذارش

دور حاضر میں خواتین اور طالبات کی دینی تعلیم کے لئے بکثرت مدارس موجود ہیں لیکن علم کی برکات اور فیض کیسے جاری ہو؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ خواتین و طالبات اہل اللہ کی صحبت سے نہ صرف مستفید ہوں بلکہ باقاعدہ کسی ایک مرشد کامل سے رابطہ باضابطہ رکھیں اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرائیں۔

ہمارے محاورہ میں عام طور پر یہ جملہ بولا جاتا ہے کہ تمہارا کوئی مرشد بھی ہے؟ یا باہمی الجھاؤ کی صورت میں جب مخاطب کسی طور راضی نہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ یہ شخص بے مرشد ہے... اس کا کوئی راہنما نہیں... حقیقت یہ ہے کہ مرشد کے بغیر کوئی زندگی نہیں... اگر مرشد کی ضرورت واہمیت آدمی پر واضح ہو جائے تو کوئی مرد و عورت بھی مرشد کے بغیر نہ رہے اور ہر شخص اللہ والے مرشد کی صحبت کو لازم کرلے۔ مرشد کامل کی برکات میں سے یہ بھی ہے زندگی کے کسی بھی مرحلہ... مسئلہ... یا تنازع کی صورت میں مرشد سے رہنمائی لی جائے اور وہ شریعت کی روشنی میں جو ہدایات دیں ان کے مطابق عمل کیا جائے... چونکہ مرشد پر مکمل اعتماد ہوتا ہے اور ان کی باتیں دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں اس لئے سامعین پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے مرشد کی صحبت اٹھانے والا اطمینان بخش زندگی بسر کرتا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ ہوگا مرشد کی رہنمائی لے کر عمل کیا جائیگا تو ایسا شخص زندگی کے ہر قدم کو پُر سکون انداز میں اٹھاتا ہے اور مرشد کی رہنمائی میں اپنی دنیا کو آخرت کا ذریعہ بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں ٹیلی فون... موبائل اور خط و کتابت کے ذرائع وسہولیات کی بدولت کس قدر آسانیاں پیدا فرمادی ہیں کہ آدمی دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی ہو اپنے مرشد سے رابطہ کرسکتا ہے... اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ اور صحیح مرشد تک رسائی کس طرح ممکن ہے؟ اس کیلئے آپ صبح گیارہ تا بارہ بجے تک **0321-6320720** پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے والی تمام خواتین اور طالبات سے گذارش ہے کہ اپنے مستقبل کو روشن کرنے اور گھر کو جنت کا نمونہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اپنے علاقہ کے بزرگانِ دین کی صحبت کو لازم سمجھیں کہ اس کے بغیر نہ دنیا درست رہ سکتی ہے نہ دین کے کام کی برکات ظاہر ہوسکتی ہیں۔ اللہ پاک عمل کی توفیق دیں آمین ثم آمین۔

فہرست عنوانات

باب ششم

باب دھم

باب اوّل

عورت کی تعلیم قرآن وحدیث کی روشنی میں

حصول علم عورت پر بھی فرض ہے

جس قدر علم حاصل کرنا فرض کے درجے میں ہے اس میں مرد اور عورت دونوں کے برابر ہونے کے دو سبب ہیں۔ ا۔ عورتوں کے مخصوص مسائل ومعاملات کے سوا دیگر دینی احکامات میں عورت مرد کی طرح ہے۔ ۲۔ آخرت میں جزاء وسزا کے اعتبار سے عورت مرد کی طرح ہے۔

شرعی اور دینی احکامات میں عورت مرد کی طرح اس لئے ہے کہ اسلام نے عورت پر عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں تمام وہ فرائض لازم کئے ہیں جو مرد پر لازم کئے ہیں اور مرد کی طرح عورت کو بھی ان کا مکلف بنایا ہے۔ جیسے عبادات میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور نیکی وطاعت، عدل وانصاف، حسن سلوک واحسان۔ معاملات میں خرید و فروخت، رہن سہن، قرض، امانت، عاریت، وکیل بننا، بنانا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا اور ان کے علاوہ اور دوسری ذمہ داریاں اور فرائض وغیرہ۔

خواتین کے بعض خصوصی حالات

البتہ بعض خصوصی حالات میں اسلام نے عورت کو بعض فرائض سے مستثنیٰ بھی قرار دیا ہے مثلاً حالات حیض ونفاس میں عورت سے نماز ہمیشہ کیلئے معاف کی گئی ہے اور روزے کو معذوری کے ان حالات میں قضا کا حکم کیا ہے۔

یا وہ کام جو عورت کی جسمانی وضع اور نسوانی طبیعت سے جوڑ نہ کھانے کی وجہ سے نامناسب ہوں۔ مثلاً عام حالات میں قتل وقتال، جہاد میں شریک ہونا، یا معماری اور لوہار کا کام کرنا۔

یا وہ کام جو عورت کی فطری اور پیدائشی ذمہ داریوں سے متعارض ہو جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا، یا کوئی ایسا کام ہو جس کے کرنے سے کوئی خطرناک معاشرتی فساد مرتب ہو۔ مثلاً اس کا کسی ایسے کام یا ملازمت کو اختیار کرنا جہاں مرد وزن میں باہمی اختلاط ہوتا ہو۔ لیکن اس کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں اور فرائض میں عورت بالکل مساوی ہے۔

رہی یہ بات کہ اخروی جزاء وسزا میں عورت مرد کی طرح ہے۔ یہ کلام الٰہی سے ثابت ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِّنْ م بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (آل عمران ۱۹۵)

ترجمہ: ”پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی محنت کرنے والے کی محنت کو مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہو، پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے۔ البتہ میں ان سے دور کردوں گا ان کی برائیاں اور ان کو داخل کردوں گا ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے یہاں اچھا بدلہ ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے: ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا۔ (ن ۱۲۴)

ترجمہ: ”اور جو کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور تل بھر ان کا حق ضائع نہ ہوگا۔“

سورۃ الاحزاب میں ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ

وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (احزاب ۳۵)

ترجمہ: ”بے شک اسلام والے اور اسلام والیاں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور خشوع والے اور خشوع والیاں اور صدقہ کرنے والے اور صدقہ کرنے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

چونکہ عورتوں کے لئے اپنے سے متعلق ضروری احکام کی تعلیم حاصل کرنا اسی طرح لازم ہے جس طرح مردوں کے لئے ضروری احکام کی تعلیم حاصل کرنا لازم ہے، اسی لئے اسلام نے مردوں پر عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور واجب قرار دیا ہے۔

جیسا کہ بخاری و مسلم میں ہے: الرجال راع فی اهل بيته والمراة راعية على بيت زوجها وولده، فكلكم راع وكلكم مسئول عن رعية (بخاری شریف)

ترجمہ: ”مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے، عورت اپنے شوہر کے گھر اور اسکے بچوں پر نگران ہے، تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا۔“

طبرانی میں ہے۔ ادبوا اولادكم على ثلاث خصال حب نبيكم، وحب آل بيته، وتلاوة القرآن (طبرانی)

ترجمہ: ”اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھلاؤ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہل بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت۔“

محض نان ونفقہ دینے سے مکمل حق ادا نہیں ہوتا

اس سے معلوم ہوا کہ مرد اپنے خاندان میں اپنے متعلقین پر حاکم ہے، قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا کہ محکومین کا کیا حق ادا کیا، محض نان ونفقہ ہی سے حق ادا نہیں ہوتا کیونکہ یہ کھانا پینا تو دنیا کی زندگی تک ہے، آگے کچھ بھی نہیں، اس لئے صرف اس پر اکتفا کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا۔

چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (تحریم آیت ۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔''

یعنی انکو تعلیم دو، حقوق الٰہی اور حقوق الناس سکھلاؤ اور ان سے سب احکام کی تعمیل بھی کراؤ۔

علامہ آلوسی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان پر خود بھی فرائض و واجبات کا سیکھنا ضروری اور اپنے اہل و عیال اور ماتحتوں کو فرائض و واجبات کی تعلیم دینا بھی ضروری ہے۔

اولاد کو جہنم سے بچائیں

بعض حضرات نے قوآ انفسکم ''اپنے آپ کو بچاؤ'' میں اولاد کو بھی داخل کیا ہے۔اس لئے کہ بچہ باپ کا جزء ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے اہل و عیال سے کہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کا اہتمام کرو، مساکین کا خیال رکھو، یتیموں کی دیکھ بھال رکھو، پڑوسیوں کا حق ادا کرو، تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں یکجا جمع کر دے۔

تعلیم و تربیت کی اہمیت

مروی ہے کہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب اس شخص کو دیا جائیگا جو اپنے اہل و عیال کو جاہل رکھے گا اور حاکم و ابن المنذر حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر یوں کی کہ اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو اچھائیوں کی تعلیم دو اور انہیں آداب سکھاؤ۔ (روح المعانی)

اس مضمون کو قرآن مجید میں متعدد جگہوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ ۱۳۲)

ترجمہ: ''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔''

فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحجر ۹۲، ۹۳)

ترجمہ: ''سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے۔''

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (نساء ۱۱)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ تم کو حکم کرتا ہے تمہاری اولاد کے حق میں۔''

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ۔ (الصافات ۲۴) ''اور کھڑے رکھوان کو،ان سے پوچھنا ہے۔''

عورتوں کی تعلیم کیا ہونی چاہیئے؟

رہی یہ بات کہ عورتوں کی تعلیم کیا ہونی چاہیئے اور کیسی ہو؟ تو قرآن کریم نے اس بارے میں صاف کہہ دیا ہے کہ:۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (سورۃ الاحزاب ۳۴)

ترجمہ: ''اے عورتو! یادرکھو سچی باتوں کو جوتمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اور دانائی کی باتوں کو۔'' یہاں پر آیت اللہ سے مراد قرآنی تعلیم اور حکمت سے مراد سنت کی تعلیم ہے۔یعنی قرآن وسنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں انہیں سیکھنے سکھانے اور یاد کرنے اور دوسروں کو یاد کرانے کا کام کیا کرو۔یعنی اپنے گھروں میں پردے کیساتھ تعلیم وتعلم اور عملی مشق کا حکم دیا گیا ہے۔

خاص طور پر قرآن کریم کی بقیہ سورتوں کی بنسبت سورہ نور میں چونکہ خواتین سے متعلق احکامات،عفت وپردہ وغیرہ قدرے تفصیل سے مذکور ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ نور کی تعلیم کی خصوصی ترغیب بھی دی ہے کہ:

علموا نساء کم سورة النور (رواہ الدیلمی)

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم (بطور خاص) دو۔''

طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم، وحب آل بیته، وتلاوة القرآن ، فان حملة القرآن فی ظل عرش الله یوم لاظل الاظله مع انبیائه واصفیائه. (طبرانی)

ترجمہ: ''اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ۔اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت،اس لئے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سائے میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔''

تعلیم کے لئے شرعی طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے

البتہ جس علم دین کا حاصل کرنا ضروری ہے، ازروئے قرآن وحدیث اس علم دین کے طریقہ تعلیم کا اختیار کیا جانا اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور اس علم کو شریعت کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے یا کرا کے علم حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

عورت کے لئے محرم کے بغیر سفر کرنا منع ہے

(الف) عورت بالغہ ہو یا مشتہات دونوں کے لئے محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ یہ سفر، سفر جہاد ہو یا سفر حج یا سفر علم یا سفر دیگر۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم لاتسافر المراة ثلاثة ايام، اوحج الامعها زوجها. (رواہ الدار قطنی)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت تین دن کا سفر نہ کرے، یا حج نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر ہو۔ (دار قطنی)

وعن ابن عباس قال سمعت رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم يقول لايخلو...... رجل بامراء ة الاومعها ذى محرمه ولاتسافر المراة الا مع ذى محرم فقامه رجل فقال ان امراتى خرجت حاجة وانى اكتتبت فى غزوة كذا وكذا، فقال عليه الصلوة والسلام انطلق فحج مع امراتک۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حدیث بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ہرگز ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی) نہ کرے مگر یہ کہ اسکے ساتھ محرم ہو اور عورت سفر نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔ پس ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ میری بیوی حج کے ارادے سے نکلی ہے اور میں نے فلاں فلاں غزوے میں شرکت کے لئے نام لکھوایا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جائے اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرے۔''

ولانها يخاف عليها الفتنة بانضمامه غيرها اليهاولهذا تحرم الخلوة بالا جنبية

وان کان معها غیرها من النساء ولانها لاتقدر علی الرکوب والنزول (دیلمی)

ترجمہ: ''اس لئے کہ عورت کے ساتھ غیر مرد کے ملنے سے فتنہ کا ڈر رہتا ہے۔ اسی لئے اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی کرنا حرام ہے، اگرچہ اس کے ساتھ دوسری عورتیں ہوں، اور اس لئے کہ اکیلی عورت سوار ہونے اور اترنے پر قدرت نہیں رکھتی۔''

نیز فتاویٰ خان میں ہے۔

والجاریة التی لم تحض اذا کانت مشتهاة لاتسافر بغیر محرم (قاضی خان)

ترجمہ: ''نابالغہ لڑکی جب مشتہاۃ ہو تو وہ محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

یعنی نابالغہ مشتہاۃ لڑکی (جس کو دیکھ کر مرد کے دل میں رغبت پیدا ہوتی ہے) کے لئے مسافت محرم کے بغیر طے کرنا ناجائز اور گناہ ہے، جیسا کہ دوسری جگہ پر ہے۔

ولا تسافر المراة بغیر محرم ثلاثه ایام وما فوقها (قاضی خان)

ترجمہ: ''اور عورت محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ مدت کیلئے سفر نہ کرے۔''

گھر اور مدرسہ کے درمیان مسافت کا حکم

اگر گھر اور مدرسہ یا دارالاقامہ کے درمیان مسافت ۴۸ میل یا اس سے زیادہ ہے تو اس صورت میں بالغہ اور مشتہاۃ کیلئے محرم کے بغیر مدرسہ میں جانا یا مدرسہ سے گھر آنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

اور اگر مسافت سفر ۴۸ میل سے کم ہے یا ۱۶ میل کی مسافت ہے، خروج میں فتنے کا خوف نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں محرم کے بغیر آنا جانا مکروہ ہے (اگر شدید ضرورت ہو تو نکلیں ورنہ نہ نکلیں) اور اگر فتنے کا خوف ہے تو ناجائز اور حرام ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

(قوله فی سفر) هو ثلاثة ایام لیالیها فیباح لها الخروج الی مادون حاجة بغیر محرم (مجر) وروی عن ابی حنیفة وابی یوسف کراهة خروجها وحدها سیرة یوم واحد، وینبغی ان یکون الفتویٰ علیه لفساد الزمان (شرح اللباب) ویویده حدیث الصحیحین "لایحل لامراة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر سیرة یوم ولیلة الامع ذی محرم علیها" وفی لفظ لمسلم "سیر ظیلة" وفی لفظ یوم (فتاویٰ شامی)

ترجمہ: "سفر کی مسافت تین دن تین رات ہے، پس عورت کے لئے تین دن رات سے کم مسافت میں محرم کے بغیر شدید ضرورت کے لئے نکلنا جائز ہے، امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے مروی ہے کہ عورت کے لئے ایک دن کے سفر کے لئے اکیلی نکلنا مکروہ تحریمی ہے، اس پر فتویٰ دینا فساد زمانہ کی وجہ سے مناسب ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ "حلال نہیں ہے اس عورت کے لئے جس کو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے کہ ایک دن ایک رات کا سفر محرم کے بغیر کرے اور مسلم کے الفاظ میں صرف ایک رات اور صرف ایک دن کا ذکر ہے۔"

اگر مسافت ۱۶ میل سے کم ہو

اور اگر مدرسہ اور گھر کی درمیانی مسافت ایک دن یعنی ۱۶ میل سے کم ہو تو بشرط عدم فتنہ بالغہ اور مشتہاۃ لڑکی کو باپردہ ہو کر محرم کے بغیر دینی تعلیم کے لئے مدرسہ میں جانا بلا کراہت جائز ہوگا ورنہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہوگا اور محرم کے بغیر گھر کے باہر جانا جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے۔

آج کل چونکہ تجربے اور مشاہدے سے ظاہر ہے کہ نہ صرف فتنہ کا غلبہ ہے بلکہ فتنے کا وقوع ظاہر ہے تو ایسے حالات میں مذکورہ روایت کی بنا پر بالغ اور مشتہاۃ لڑکیوں کا تعلیم گاہوں میں محرم کے بغیر آنا جانا درست نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ زمانے میں عام طور سے طالبات کے تعلیمی اسفار میں ان کی صنفی حیثیت وضرورت کا پورا خیال رکھا جاتا تھا اور ان کی راحت وحفاظت کا پورا اہتمام ہوتا تھا۔ خاندان اور رشتہ داران کے ساتھ ہوتے تھے۔

محرم کے ساتھ جا کر تعلیم حاصل کرنے کی مثالیں

امام سہمی نے تاریخ جرجان میں فاطمہ بنت ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن طلحی جرجانی کے حال میں لکھا ہے کہ میں نے فاطمہ کو اس زمانے میں دیکھا ہے کہ جب ان کے والدان کو اٹھا کر امام ابواحمد بن عدی جرجانی کی خدمت میں لے جاتے تھے اور وہ ان سے حدیث کا سماع کرتی تھیں۔ (تاریخ جرجان)

یعنی لڑکی کے والد خود ساتھ ہوتے اور شیخ کے پاس لے جاتے اور واپس لاتے۔

فاطمہ بنت محمد علی لخمیہ اندلس کے مشہور محدث ابومحمد باجی اشبیلی کی بہن تھیں۔ انہوں

نے اپنے بھائی باجی کے ساتھ رہ کر طالب علمی کی اور دونوں نے ایک ساتھ بعض شیوخ و اساتذہ سے حدیث کی روایت کی اور اجازت لی۔ (بغیۃ الملتمس)

ان دونوں تاریخی حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ بالغہ عورت محرم کے ساتھ باپردہ مدرسہ میں حدیث وفقہ کی تعلیم کے لئے جاسکتی ہے اور پردے کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکتی ہے ہاں بغیر محرم کے بالغ اور مشتہاۃ لڑکیوں کا اکیلے آنا جانا جائز نہ ہوگا۔ اگر مدرسہ میں پڑھانے والے حضرات استانیاں اور معلمات ہیں پھر تو اچھی بات ہے اور اس میں کسی اعتراض کی بات نہیں ہے جیسا کہ سابقہ زمانے میں بھی معلمات حدیث کا درس دیتی تھیں۔

کیا عورت پردے میں رہ کر مرد کو پڑھا سکتی ہے؟

امام ذہبی نے ''ذیل العبر ذہبی'' میں لکھا ہے کہ ام محمد بنت زینب بنت احمد بن عمر مقدسیہ نوے سال کی عمر تک حدیث کا درس دیتی رہیں اور مختلف ملکوں کے طلبہ حدیث ان کی درسگاہ میں حاضر ہوکر فیض یاب ہوئے۔ انہوں نے خود بھی مختلف شہروں میں گھوم گھوم کر درس دیا۔ جیسا کہ لکھتے ہیں۔

وارتحل الیها الطلبه وحدیث بمصر وباالمدینة المنورة (ذیل العبر ذہبی)

ترجمہ: ''طلبہ نے ان کے یہاں کا سفر کیا اور خود انہوں نے مصر اور مدینہ منورہ میں حدیث کا درس دیا۔'' امام احمد زینب بنت مکی حرانیہ نے چورانوے سال کی عمر تک حدیث کا درس دیا اور اس دور میں بھی ان کی درسگاہ میں طلبہ کا ہجوم رہا کرتا تھا، ذہبی نے لکھا ہے:

وازدحم علیها الطلبة (العبر) ''ان کے یہاں طلبہ کی بھیڑ رہا کرتی تھی''

المنتظم میں ہے کریمہ بنت احمد مروزیہ کشمیہنیہ علم حدیث میں بڑے مرتبے کی مالک تھیں، صحیح بخاری کی روایت میں ان کو خاصی فضیلت وشہرت حاصل تھی، اس زمانے کے اعیان ومشاہیر ان سے شرف تلمذ حاصل کرتے تھے۔

ابن جوزی نے لکھا ہے۔

وقرأعلیها الائمة کالخطیب وابن المطلب والهمدانی وابی طالب الزینبی (المنتظم)

ترجمہ: ''ان سے خطیب بغدادی، ابن مطلب، ہمدانی، ابو طالب زینبی جیسے آئمہ حدیث نے پڑھا۔''

غیر محرم استاد سے تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا ہے کہ پردے کی رعایت کر کے عورت مردوں کو اور مرد عورتوں کو پڑھا سکتے ہیں۔ (تعلیمی ضرورت کے لئے) اور اگر اساتذہ، عورتیں نہیں بلکہ نامحرم مرد ہیں تو اس میں یہ ضرور ہو کہ اساتذہ اور طالبات کے درمیان مکمل پردے کا انتظام ہو اور طلبہ و طالبات کی جدا جدا نشستیں ہوں اور غیر محرم مرد و زن کا قطعاً کسی قسم کا اختلاط نہ ہو اور مدرسہ بھی ایسا ہو کہ اس میں فتنہ وغیرہ کا ڈر و خوف قطعاً نہ ہو۔ اگر ایسا ہو گا تو پھر اس طرح تعلیم کی اجازت نہ ہوگی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ. ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ. اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ (سورہ نور ۳۰۔۳۱)

ترجمہ: ”آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے حق میں زیادہ صفائی کی بات ہے۔ بے شک اللہ کو سب کچھ خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں اور آپ کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں، مگر ہاں جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر ہاں اپنے شوہر اور اپنے باپ پر۔“

اس آیت کی نص بتا رہی ہے کہ بالغ مرد کا عورت کو دیکھنا اور بالغ عورت کا مرد کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہے اور آیت کے مدلول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ مرد و زن کے ایسے اختلاط کی ممانعت کی گئی ہے اور اسے حرام کیا گیا ہے جس میں پردہ کا انتظام نہ ہو اور نگاہوں کی حفاظت نہ ہو، ورنہ اگر مرد و زن ایک جگہ اکٹھے ہوں تو وہاں نگاہ نیچی رکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مرد و زن کو اختلاط بلا حائل سے منع کیا گیا ہے۔

غیر محرم سے تعلیم حاصل کرنے کی صورت میں پردہ فرض اور ضروری ہونے پر آیات قرآنی اور احادیث رسول وافر مقدار میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۔(احزاب ۵۳)

ترجمہ: ''اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ کام کی چیز تو پردہ کے باہر سے مانگ لو، اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل اور ان کے دل کو۔''

لفظ سوال عام ہے

اس آیت میں سوال کا لفظ عام ہے، اس سے مراد عام تعلیم کا سوال ہو یا دینی مسائل کا سوال، یا دنیوی امور کے سوالات سب چیزوں کیلئے گفتگو پردے کیساتھ ہونا واجب اور ضروری ہے۔

امام ترمذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لایخلون رجل وامراۃ الاکان الشیطان ثالثھما (ترمذی)

ترجمہ: ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت وتنہائی اختیار نہیں کرتا مگر یہ کہ شیطان ان کے ساتھ ان کا تیسرا (ساتھی) ہوتا ہے۔''

بخاری ومسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ افرایت الحمو (ای قریب الزوج) قال الحمو الموت

ترجمہ: ''تم عورتوں کے پاس جانے سے بچو، تو ایک صاحب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول جیٹھ ودیور (شوہر کی طرف سے عورت کے رشتہ دار) کا کیا حکم ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیور تو موت (کی طرح نقصان دہ) ہے۔''

بخاری ومسلم میں ہے:

لایخلون احد کم بامراۃ الامع ذی محرم (بخاری)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص بھی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں یکجا نہ ہو، سوائے اس رشتہ دار کے جو محرم (جس سے نکاح حرام) ہو۔''

بے پردہ تعلیم حاصل کرنے کی گنجائش نہیں

مذکورہ آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ مرد اساتذہ کے لئے نامحرم عورتوں سے کسی قسم کے اختلاط اور خلوت کو منع کیا گیا ہے اور اگر کبھی ان کو تعلیم و تبلیغ کی ضرورت پڑے تو پردے کا انتظام ضروری ہے۔(پردے کے ساتھ جائز ہے)

عہد رسالت میں خواتین کی تعلیم کا اہتمام

جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کے لئے کچھ دن مخصوص فرمایا کرتے تھے اور ان میں ان کو وہ باتیں سکھلایا کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلائی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لئے کیا تھا کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرد تو آپ کی احادیث سن لیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرما دیجئے جس میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں وہ باتیں سکھایا کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلائی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اجتمعن یوم کذا و کذا ''فلاں فلاں دن اکٹھی ہو جایا کرو۔''

چنانچہ وہ عورتیں حاضر ہو گئیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی تعلیم کردہ باتیں ان کو سکھلائیں اور دین کی باتیں بتلادیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے فرمایا:

امام عورتوں کے مجمع کو وعظ سنائے یا تعلیم دے تو اسکی ممانعت نہیں ہے، بالخصوص عورتوں کیلئے مجالس وعظ و تعلیم منعقد ہونی چاہیے،اس قسم کی مجالس میں چونکہ فتنہ کا احتمال تھا اسکی وضاحت کیلئے یہ ترجمہ رکھ دیا، مطلب یہی ہوگا کہ جہاں فتنے کا احتمال نہ ہو۔

تعلیم میں تعمیم کا مسئلہ باب سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مردوں کے علاوہ عورتوں کی تعلیم وتربیت بھی ضروری ہے،عورتیں خواہ آزاد ہوں یا باندیاں (سب کیلئے تعلیم و دینی تربیت ضروری اور فرض ہے)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں خواتین کی تعلیم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس باب میں بعض دوسرے عنوانات کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔
ا۔عورتوں کی تعلیم گاہیں مردوں کی تعلیم گاہوں سے علیحدہ ہونی چاہئیں۔
۲۔تعلیمات اسلام کے مقدس نقشے میں مخلوط تعلیم کا کوئی وجود نہیں ہے، اس طریق تعلیم میں فتن ومضرات اتنے ہیں کہ ان کے مقابلے میں تعلیمی مفاد کی کوئی حیثیت نہیں۔
۳۔نصاب تعلیم میں مردوں اور عورتوں کے اندر مشترک قدروں کے باوجود ذوق تعلیم جداجدا ہے، اس لئے نصاب تعلیم میں الگ اور ضروری عنصر شامل کیا جانا چاہیئے۔
مرد اپنے خاندان کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار اور نگہبان ہے مگر یہ ممکن نہیں کہ ہر مرد تعلیم سے آراستہ ہو۔اگر تعلیم یافتہ ہے تو ضروری نہیں کہ اصول تعلیم وتربیت سے واقف ہو اس لئے ضرورت تعلیم کے پیش نظر لڑکیوں کی تعلیم کا شرعی اصولوں پر مبنی نظام شرعاً ایک نہایت اہم چیز ہے۔اور اس نظام کو شفاف سے شفاف تر اور بہترین سے بہترین کر کے عورتوں کی تعلیم کو فروغ دینا ایک واجب شرعی امر ہے۔

تعلیم نسواں کی ضرورت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔
تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی دینی ضروریات کے لئے کافی وافی نہیں۔دو وجہ سے اولاً پردہ کے سبب سے سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا تقریباً ناممکن ہے۔اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جائے تو بعض مستورات کو گھر کے ایسے مرد بھی میسر نہیں ہوتے۔اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا اہتمام نہیں ہوتا تو دوسروں کے لئے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے۔پس ایسی عورتوں کیلئے دین کی تحقیق دشوار ہے۔
اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی ہوگئی۔یا کسی کے گھر میں باپ، بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں۔ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب شوہروں کا ایسا ہونا عادۃً ناممکن ہے تو عورتوں کی عام احتیاج رفع ہونے کی بجز اس

کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں۔ اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں۔ پس کچھ عورتوں کو متعارف طریقہ سے تعلیم دینا واجب ہوا۔ (کیونکہ) واجب کا مقدمہ (ذریعہ) واجب ہوتا ہے۔ گو بالغیر سہی۔ (اصلاح انقلاب)

عورتوں کی تعلیم بھی ضروری ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اولاد کی اصلاح کے لئے عورتوں کی تعلیم کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ عورتوں کی اصلاح نہ ہونے کا اثر مردوں پر بھی پڑتا ہے۔ کیونکہ بچے اکثر ماؤں کی گود میں پلتے ہیں جو مرد ہونے والے ہیں۔ اوران پر ماؤں کے اخلاق وعادات کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ حکماء کا قول ہے کہ جس عمر میں بچہ عقل ہیولانی کے درجہ سے نکل جاتا ہے تو گو وہ اس وقت بات نہ کرسکے۔ مگر اس کے دماغ میں ہر بات نعل منقش ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کے سامنے کوئی بات بھی بے جا اور نازیبا نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ بعض حکماء نے یہ لکھا ہے کہ بچہ جس وقت ماں کے پیٹ میں جنین ہوتا ہے۔ اس وقت بھی ماں کے افعال کا اثر اس پر پڑتا ہے۔ اس لئے لڑکیوں کی تعلیم و اصلاح زیادہ ضروری ہے کیونکہ لڑکے تو بعد میں ماؤں کے قبضہ سے نکل کر استاد اور مشائخ کی صحبت میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔ جس سے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لڑکیوں کو یہ بات بھی میسر نہیں ہوتی وہ ہر وقت گھر میں رہتی ہیں اور ان کے لئے یہی اسلم (بہتر) ہے۔

ضرورت اس کی ہے کہ عورتوں میں بھی علم دین کی جاننے والیاں کچھ ہوں تو ان کے ذریعہ سے عورتوں کی اصلاح بآسانی ہو جائے گی۔ کیونکہ مردوں کے عالم ہونے سے عورتوں کی پوری طرح اصلاح نہیں ہوتی۔ (التبلیغ وعظ الاستماع والاتباع)

(لڑکیوں اور عورتوں کی اصلاح نہ ہونے میں) سارا قصور اللہ رحم کرے ماں باپ کا ہے کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام واہتمام بالکل نہیں کرتے۔ (التبلیغ)

عورتوں کو علم دین پڑھانے کا فائدہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

میں بقسم کہتا ہوں کہ عورتوں کو دین کی تعلیم دے کر تو دیکھو اس سے ان میں عقل وفہم و

سلیقہ اور دنیا کا انتظام بھی کس قدر پیدا ہوتا ہے۔ جن عورتوں کو دین کی تعلیم حاصل ہے عقل و فہم میں وہ عورتیں کبھی بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ جو ایم اے میمیں ہو رہی ہیں۔ ہاں بے حیائی میں وہ ضرور ان سے بڑھ جائیں گی اور باتیں بنانے میں بھی انگریزی پڑھنے والیاں شاید بڑھ جائیں گی۔ مگر عقل کی بات دین دار عورت ہی کی زبان سے زیادہ نکلے گی۔

شوہر صاحب بیوی میں عیب تو نکالتے رہتے ہیں۔ مگر اس کی تعلیم کا تو اہتمام کریں۔ (التبلیغ)

دینی تعلیم اور جدید تعلیم کا موازنہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

جس کا دل چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے کہ علم دین کے برابر دنیا بھر میں کوئی دستور العمل اور کوئی تعلیم شائستگی اور تہذیب و سلیقہ نہیں سکھلاتا۔ چنانچہ ایک وہ شخص لیجئے۔

جس پر علم دین نے پورا اثر کیا ہو۔ اور ایک شخص وہ لیجئے جس پر جدید تہذیب نے پورا اثر کیا ہو پھر دونوں کے اخلاق اور معاشرت اور معاملہ کا موازنہ کیجئے تو آسمان وزمین کا تفاوت پائیں گے۔ البتہ اگر تصنع و تکلف کا نام کسی نے تہذیب رکھ لیا ہو تو اس کی یہی غلطی ہوگی کہ ایک شیشی کا مفہوم اس نے غلط ٹھہرالیا۔ اور اگر کسی کے ذہن میں اس وقت کوئی دین دار ایسا ہو۔ جس میں حقیقی تہذیب کی کمی ہو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے علوم دینیہ کا پورا اثر نہیں لیا۔ (اصلاح انقلاب)

دینی تعلیم نہ ہونے کا نقصان اور انجام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

اب اس تعلیم کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ تعلیم اختیار کرلی ہے۔ جو مضر ہے جو مفید اور ضروری تعلیم تھی۔ اس میں تو کمی ہوتی جاتی ہے۔ بلکہ ناپید ہوتی جاتی ہے۔ اس تعلیم کے نہ ہونے کے یہ نتائج ہیں کہ اخلاق درست نہیں ہوتے اور باوجود یہ کہ عورتوں میں محبت اور جاں نثاری اور ایثار کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ پھر بھی خاوند سے ان کی نہیں بنتی کیونکہ مذہبی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ان میں پھوہڑ پن اور بے باکی موجود ہے۔ جو کچھ زبان میں آجائے، بے دھڑک بک ڈالتی ہیں۔ جس سے خاوند کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور خانہ جنگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ (التبلیغ وعظ کساء النسا)

تعلیم نسواں میں مفاسد کے شبہ کا جواب

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

بعض حضرات کی تو یہ رائے ہے کہ عورتوں کو تعلیم دینا مضر ہے۔ (کیونکہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ اور پیش خیمہ ہے۔ جس کا سد باب ضروری ہے) مگر اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے اپنے گھر والوں کو کھانا کھلایا۔ اتفاق سے بیوی بچہ سب کو ہیضہ ہو گیا۔ اب آپ نے رائے قائم کی کہ کھانے پینے سے تو ہیضہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کھانا پینا سب بند اور دل میں ٹھان لی کہ کھانے پینے کے برابر کوئی چیز بری نہیں۔ سو تعلیم سے اگر کسی کو کوئی ضرر پہنچ گیا تو یہ تعلیم کی بدتدبیری سے ہے نہ کہ تعلیم سے (العاقلات الغافلات حقوق الزوجین)

(اگر مفاسد کا اعتبار کیا جائے تو) اس میں عورتوں کی کیا تخصیص ہے اگر مردوں کو پیش آئیں وہ بھی ایسے ہی ہوں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم سے روکا جائے اور مردوں کو تعلیم میں ہر طرح کی آزادی دی جائے بلکہ اہتمام کیا جائے۔ (اصلاح انقلاب)

مردوں پر عورتوں کی تعلیم ضروری اور واجب ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

مرد عورتوں کی تعلیم اپنے ذمہ ہی نہیں سمجھتے۔ (حالانکہ) آپ حضرات کے ذمہ انکی تعلیم بھی ضروری ہے۔ مردوں پر واجب ہے کہ انکو احکام بتلائیں حدیث میں ہے کہ کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ یعنی تم سب ذمہ دار ہو تم سے قیامت میں تمہاری ذمہ داری کی چیزوں سے سوال کیا جائیگا۔

مرد اپنے خاندان میں اپنے متعلقین میں حاکم ہے۔ قیامت میں پوچھا جائے گا کہ محکومین کا کیا حق ادا کیا۔ محض نان نفقہ ہی سے حق ادا نہیں ہوتا کیونکہ یہ کھانا پینا دنیا کی زندگی تک ہے آگے کچھ بھی نہیں اس لئے صرف اس پر اکتفا کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا چنانچہ حق تعالیٰ نے صاف لفظوں میں ارشاد فرمایا۔

یایھا الذین آمنوا اقوا انفسکم و اھلیکم نارا۔ کہ اے ایمان والو اپنی جانوں کو اور اپنے اہل کو دوزخ سے بچاؤ یعنی ان کی تعلیم کرو، حقوق الٰہی سکھلاؤ ان سے تعمیل

بھی کراؤ تو گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کے معنی یہی ہیں کہ ان کو تنبیہ کرو بعض لوگ بتلا تو دیتے ہیں مگر ڈھیل چھوڑ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دس دفعہ تو کہہ دیا نہ مانیں تو ہم کیا کریں۔ سچ تو یہ ہے کہ مردوں نے بھی دین کی ضرورت کو نہیں سمجھا کھانا ضروری فیشن ضروری ناموری ضروری مگر غیر ضروری ہے تو دین دنیا کی ذرا سے مضرت کا خیال ہوتا ہے۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر دین کی مضرت پہنچ گئی تو کیسا بڑا نقصان ہوگا۔

پھر اگر وہ مضرت ایمان کی حد میں ہے تب تو چھٹکارا بھی ہو جائیگا۔ مگر نقصان (عذاب) پھر بھی ہوگا گو دائمی نہ ہو اور اگر ایمان کی حد سے بھی نکل گئی تب تو ہمیشہ کا مرنا ہو گیا۔ اور تعجب ہے کہ دنیا کی باتوں سے تو بے فکری نہیں ہوتی مگر دین کی باتوں سے کس طرح بے فکری ہو جاتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

(خلاصہ یہ کہ حدیث کے بموجب) بڑا چھوٹے کا نگران ہوتا ہے اور اس سے باز پرس ہوگی تو جس طرح ممکن ہو عورتوں کو دین مرد خود سکھا دیں یا کوئی بی بی دوسری بیبیوں کو سکھا دے اور سکھانے کیساتھ انکو اس پر کاربند بھی بنادے اسکے بغیر براءت نہیں ہو سکتی۔ (دعوات عبدیت)

عورتوں کو دینی تعلیم نہ دینا ظلم ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

اب تو حالت یہ ہے کہ گھر جا کر سب سے پہلے سوال یہ کرتے ہیں کہ کھانا پکایا یا نہیں اگر کھانا تیار ہوا اور نمک تیز ہو گیا تو اب گھر والوں پر غصہ اتر رہا ہے۔ غرض آج کل مردوں کو نہ عورتوں کے دین کی فکر ہے۔ نہ دنیا کی فکر ہے۔ بس اپنی راحت کی فکر ہے۔ رات دن عورتوں سے اپنی خدمت لیتے رہتے ہیں۔ کبھی چولہے کی اور کبھی کپڑا سینے کی، نہ ان کے دین کی فکر نہ دنیا کی نہ آرام کی نہ راحت کی، ان کو جاہل بنا رکھا ہے۔ یاد رکھو یہ بڑا ظلم ہے جو تم نے عورتوں پر کر رکھا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ خود بھی کامل بنیں اور عورتوں کو بھی کامل بنائیں جس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ کہ پہلے علم دین حاصل کرو پھر عمل کا اہتمام کرو۔ (التبلیغ وعظ الاستماع والاتباع)

عورتوں کو عربی درس نظامی کی تعلیم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

میں عورتوں کی تعلیم کے مخالف نہیں مگر یہ کہتا ہوں کہ تم ان کو مذہبی تعلیم دو اور زیادہ

ہمت ہوتو عربی علوم کی تعلیم دو اور اس کے لئے زیادہ ہمت کی قید اس لئے ہے کہ عربی کے لئے زیادہ فہم اور زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ (ایضاً)

درحقیقت بات یہی ہے کہ مرد تو تمام علوم کے جامع ہوسکتے ہیں عورتیں (عادۃً) نہیں ہوسکتیں جامعیت کے لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔ جو عورتوں میں نہیں ہے۔ مگر آج کل سب کو عقل کا ہیضہ ہو رہا ہے۔ آزادی کا زمانہ ہے ہر ایک خودمختار ہے۔ چنانچہ عورتیں بھی کسی بات میں مردوں سے پیچھے رہنا نہیں چاہتیں ہر علم وفن کی تکمیل کرنا چاہتی ہیں تصنیفیں کرتی ہیں اخبارات میں مضامین بھیجتی ہیں۔

یہ قاعدہ کلیہ صحیح نہیں کہ ہر علم مفید ہے اور نہ ہر شخص میں ہر علم حاصل کرنے کا حوصلہ ہے۔ جامعیت (یعنی تمام علوم منقول ومعقول منطق فلسفہ وغیرہ) مردوں کا حوصلہ ہے عورتوں کو ان کی ریس کرنا حوصلہ سے باہر بات کرنا ہے۔ اس جامعیت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو صفات عورتوں میں ہونی چاہئیں وہ بھی باقی نہیں رہیں گی۔ چنانچہ رات دن اس کا تجربہ ہوتا جاتا ہے۔ (التبلیغ وعظ کساء)

عورتوں کے لئے (بہتر یہ ہے کہ) ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت دیکھیں تو عربی کی طرف متوجہ کردیں تاکہ قرآن وحدیث وفقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہوجائیں اور قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ میرے خیال میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں۔ اس لئے اکثر کے لئے مناسب نہیں۔ (اصلاح انقلاب)

لڑکیوں کیلئے حفظ قرآن کی تعلیم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لڑکا ہو یا لڑکی جب سیانے ہوجائیں ان کو علم دین پڑھائیں۔ قرآن شریف بڑی چیز ہے۔ کسی حالت میں ترک نہ کرنا چاہئے۔ یہ خیال نہ کریں کہ وقت ضائع ہوگا۔ اگر قرآن شریف پورا نہ ہو آدھا ہی ہو یہ بھی نہ ہوا خیر کی طرف سے ایک ہی منزل پڑھادی جائے۔

اس میں چھوٹی چھوٹی سورتیں نماز میں کام آئیں گی۔ ایک منزل پڑھانے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ قرآن شریف کی یہ بھی برکت ہے۔ کہ حافظ قرآن کا دماغ دوسرے علوم کے لئے ایسا مناسب ہوجاتا ہے۔ کہ دوسرے کا نہیں ہوتا۔ یہ رات دن کا تجربہ ہے۔ (حقوق الزوجین)

عورتوں کو کون سے علوم اور کتابیں پڑھائی جائیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

میں کہتا ہوں کہ ان کو مذہبی تعلیم دیجئے۔ فقہ پڑھایئے تصوف پڑھایئے قرآن کا ترجمہ وتفسیر پڑھایئے۔ جس سے ان کی ظاہری و باطنی اصلاح ہو۔ عورتوں کے لئے تو بس ایسی کتابیں مناسب ہیں جن سے خدا کا خوف جنت کی طمع اور شوق دوزخ سے ڈر اور خوف پیدا ہو۔ اس کا اثر عورتوں پر بہت اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ عورتوں کو وہ تعلیم جس کو پرانی تعلیم کہا جاتا ہے۔ بقدر کفایت ضرور دینی چاہیئے وہی تعلیم اخلاق کی اصلاح کرنے والی ہے۔ جس سے ان کی آخرت اور دنیا سب درست ہو جائے عقائد صحیح ہوں عادات درست ہوں۔ معاملات صاف ہوں۔ اخلاق پاکیزہ ہوں۔ (التبلیغ)

ضرورت یہ ہے کہ بچیوں کو نئی تعلیم وانگریزی وغیرہ کی بجائے پرانی تعلیم (یعنی اسلامی تعلیم) دیجئے تاکہ وہی تعلیم ان کے رگ وپے میں رچ جائے پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ بڑی ہو کر کیسی باحیا، سلیقہ شعار، دین دار اور سمجھدار ہوں گی۔ (ایضاً)

ایک اصولی بات

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ امر زیر بحث ہے کہ کون سی تعلیم ہونی چاہیئے۔ مختصر یہ ہے کہ دین کی تعلیم ہو۔ ہاں گھر کا حساب وکتاب یا دھوبی کے کپڑے لکھنے کی ضرورت ان کو بھی واقع ہوتی ہے۔ سو اتنا حساب وکتاب بھی سہی (ضروری ہے) اور اگر محض اس ضرورت سے آگے کمال حاصل کرنے کے لئے ان کو تعلیم دی جاتی ہے۔ سو کمال بھی جب ہی معتبر ہوتا ہے۔ جبکہ مضرت نہ ہو۔ ہم تو مشاہدہ کرتے ہیں کہ نئی تعلیم سے مضرت پہنچتی ہے۔ اس وجہ سے ان کی تعلیم میں یہ امور تو ہرگز نہ ہونے چاہئیں اسی طرح ہر وہ تعلیم جس سے دینی ضرر پیش آئے (وہ بھی نہ ہونا چاہیئے) البتہ دینی تعلیم مضر ہو ہی نہیں سکتی۔ جبکہ اس کے ایسے فضائل اور منافع دیکھے بھی جاتے ہیں تو پھر وہ کیسے مضر ہو سکتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

عورتوں کا کورس اور نصاب تعلیم

ضروری ہے کہ عورتوں کی تعلیم کا کورس کسی محقق عالم سے تجویز کرواؤ اپنی رائے سے تجویز نہ کرو۔ (التبلیغ) لڑکیوں کیلئے نصاب تعلیم یہ ہونا چاہئے کہ پہلے قرآن مجید حتی الامکان صحیح پڑھایا جائے۔ پھر دینی کتابیں سہل زبان میں جن میں دین کے تمام اجزاء کی مکمل تعلیم ہو میرے نزدیک بہشتی زیور کے دس حصے ضرورت کیلئے کافی ہیں۔ بہشتی زیور کے اخیر میں مفید رسالوں کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے۔ جن کا پڑھنا اور مطالعہ کرنا عورتوں کیلئے مفید ہے۔ اگر سب نہ پڑھیں تو ضروری مقدار پڑھ کر باقی کا مطالعہ ہمیشہ رکھیں۔ مفید کتابوں کے مطالعہ سے کبھی غافل نہ رہیں۔ (اصلاح انقلاب)

عورتوں کے پاس ایسی کتابیں پہنچاؤ جن میں دین کے پورے اجزاء سے کافی بحث ہو۔ عقائد کا بھی مختصر بیان ہو وضو اور پاکی ناپاکی کے بھی مسائل ہوں۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ نکاح، بیع وشراء کے بھی مسائل ہوں اصلاح اخلاق کا طریقہ بھی مذکور ہو، آداب اور سلیقہ (و تہذیب) کی باتیں بھی بیان کی گئی ہوں۔ یہ بات مردوں کے ذمہ ہے اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گے ان سے بھی مواخذہ ہوگا۔ (حقوق الزوجین)

بہشتی زیور کی اہمیت افادیت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

عورتوں کے نصاب میں چند رسالے ایسے ہونے چاہئے جن میں

۱۔ عقائد ضروریہ ہوں۔

۲۔ دینیات کے مسائل طہارت نماز روزہ (زکوٰۃ حج) اور نکاح طلاق (وحقوق) اور بیع وشراء وغیرہ کے ضروری احکام ہوں۔

۳۔ اور کچھ قیامت کے واقعات (احادیث وغیرہ) ہوں۔

۴۔ نیک بیبیوں (عورتوں) کی مختصر سی تاریخ سیرت حالات وواقعات ہوں۔

۵۔ اور کچھ سلیقہ کی باتیں سینے پرونے (کھانے پکانے) وغیرہ کی جو خانہ داری کیلئے ضروری ہیں۔

۶۔ کچھ بیماریاں اور ان کے علاج کا بھی بیان ہونا چاہئے۔ کہ بال بچے والے گھر میں اس کی

بھی ضرورت ہے یہ ہے نصاب کامل جس کی تعلیم نسواں کے لئے ضرورت ہے ان سب کے لئے بہشتی زیور کے مکمل حصے بہت کافی ہیں۔ اور اگر بہشتی زیور ناپسند ہو تو اور کوئی رسالہ جن میں یہ مضامین ہوں جمع کر لینا چاہئے یا بہشتی زیور ہی میں جو ناپسند ہوں خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ حذف کر دیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ جو عبارت کاٹی جائے یا بڑھائی جائے اسے حاشیہ پر ظاہر کر دیا جائے کہ اصل میں یوں تھا اور اب عبارت یوں بنائی گئی ہے اور کوئی مضمون شرع کے خلاف نہ ہو۔

یا یہ کہ آپ اپنی عبارت میں کوئی ایسی کتاب لکھ دیجئے میں اپنے دوستوں کو ایک اشتہار دے دوں گا کہ وہ بہشتی زیور کو ترک کر دیں اور یہ نئی کتاب جو اس کے ہم مضمون ہے۔ بجائے اس کے لے لیں یا پھر دوسرے علماء کے رسائل کا انتخاب کر لو۔ مگر اسی شرط سے کہ ان میں عبادات معاملات تربیت و ترغیب اور اخلاق و تہذیب کے مضامین اور معاشرت کی ضروری باتیں بھی ہوں۔ (وعظ اصلاح الیتامی ملحقہ حقوق و فرائض)

دنیاوی فنون اور دستکاری کی تعلیم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ علوم جن کا لقب تعلیم جدید ہے۔ عورتوں کے لیے ہرگز زیبا نہیں البتہ دنیاوی فنون میں سے بقدر ضرورت لکھنا اور حساب اور کسی قسم کی دست کاری یہ مناسب ہے۔ (بلکہ آج کل ضروری ہے کہ اگر کسی وقت کوئی سرپرست نہ رہے تو عفت کے ساتھ چار پیسے تو کما سکے۔ (اصلاح انقلاب)

لڑکیوں کیلئے انگریزی اور جدید تعلیم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

تعلیم سے میری مراد ایم۔ اے۔ بی۔ اے نہیں ہے یہ ایم اے بن کر کیا کریں گی۔ یہ میمیں ہیں۔ اور بی اے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ بی تو خود ہیں اے بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ آج کل یہ بھی ایک رواج چلا ہے کہ عورتوں کو بھی ایم۔ اے، بی۔ اے بناتے ہیں۔ کیا ان کو نوکری کرنا ہے جو اتنی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کی جائیں۔ (التبلیغ)

جدید تعلیم کا ضرر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ جدید تعلیم تعلیم نہیں بلکہ تجہیل ہے اور عورتوں کے لئے تو نہایت ہی مضر ہے یہ تعلیم تو جہل سے بھی بدتر ہے۔ جہل میں اتنی خرابیاں نہیں جتنی اس تعلیم میں ہیں۔ عورتوں کے لئے تعلیم کا وقت بچپن کا وقت ہے مگر آج کل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کو نئی تعلیم دی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے آثار و نتائج ان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں پھر دوسری کوئی تعلیم ان پر اثر کرتی ہی نہیں۔ لڑکیوں کی مثال بالکل کچی نرم لکڑی کی سی ہے۔ اس کو جس صورت پر قائم کر کے خشک کرو گے تمام عمر ویسی ہی رہے گی۔ جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی۔ نئے اخلاق سکھائے گئے نئی وضع قطع۔ نیا طرز معاشرت ان کی نظروں میں رہا تو وہ اسی میں پختہ ہو گئیں۔ بڑی ہو کر ان کی اصلاح کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ (التبلیغ)

بعض عورتیں بھی میموں کی تقلید کی حرص کرنے لگی ہیں۔ چنانچہ سر پر ایک کنگھا لگاتی ہیں۔ جس سے بال بکھرتے نہیں اور بال بھی انگریزی رکھتی ہیں۔ مگر اب سنا ہے کہ میمیں چٹیا کاٹنے لگی ہیں بس تم بھی چٹیا کاٹنے لگو تو وہ لعنت کا کلمہ صادق آجائے گا۔ جو عورتیں کوسنے کے وقت کہا کرتی ہیں کہ تیری ناک چٹیا کاٹوں گی۔ (ایضا)

جدید تعلیم کے نقصان دہ پہلو

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک فطری اچھی خصلت کو بگاڑا جا رہا ہے دیہات میں دیکھئے کہ بھنگن و چمارن سے بھی خطاب کیجئے تو وہ منہ پھیر کر اوّل تو اشارہ سے جواب دے گی مثلاً راستہ پوچھئے تو انگلی اٹھا کر بتائے گی۔ اور اگر بولنا ہی پڑے تو بہت تھوڑے سے الفاظ میں مطلب ادا کر دے گی۔ نہ اس میں القاب ہوں گے نہ آداب نہ ضرورت سے زیادہ الفاظ نہ آواز نرم ہوگی بلکہ اس طرح بولے گی جیسے کوئی زبردستی بات کرتا ہے دیہات والوں میں طبعی اخلاق موجود ہوتے ہیں انحراف کے اسباب وہاں نہیں پائے جاتے۔ حیا عورت کے لئے ایک طبعی

امر ہے اور عورت کے لئے یہ طبعی بات ہے کہ غیر مردوں سے میل جول نہ کرے اور کوئی ایسی بات قول یا عمل میں اختیار نہ کرے۔ جس سے میل جول یا کشش پیدا ہو اور یہی شریعت کی تعلیم ہے۔ قرآن مجید کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت والفت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **فلا تخضعن بالقول** الخ یعنی کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کرو شریعت فطرت کے بالکل موافق ہے۔

مگر افسوس کہ آج کل طبعی اخلاق سے بعد (دوری) ہوگئی ہے اور جو باتیں بری سمجھی جاتی تھیں وہ اچھی سمجھی جانے لگیں۔ حتی کہ اس قسم کے مضامین اور ایسے خیالات و جذبات جن سے خواہ مخواہ میلان پیدا ہو آج کل ہنر سمجھے جانے لگے ہیں اس سے بہت ہی پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ اثر اس نئی تعلیم کا ہے اللہ محفوظ رکھے۔ (التبلیغ)

اہل مغرب کا اقرار

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

آج کل یورپ اور امریکہ سے زیادہ عورتوں کی تعلیم میں کوئی قوم آگے نہیں مگر یورپ تو عورتوں کی تعلیم سے پریشان ہو گیا کیونکہ وہ اب مقابلہ کرتی ہیں اور مردوں کے برابر حقوق طلب کرتی ہیں۔ اب انکا بھی فتویٰ یہی ہے کہ عورتوں کو دنیا کی تعلیم نہ دینی چاہئے (ایسی جدید تعلیم یافتہ عورتوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ) مردوں کی یہ مجال نہیں ہوتی کہ عورتوں سے خدمت لے سکیں۔ روز خلع وطلاق کا بازار گرم رہتا ہے اور عورتیں ہر دن عدالت پر کھڑی رہتی ہیں پھر چاہے خطا عورت ہی کی ہو مگر فیصلہ اکثر مرد کیخلاف ہوتا ہے کیونکہ عام طور پر حکام عورتوں ہی کو مظلوم سمجھتے ہیں۔ (التبلیغ)

عورتوں کو معقولات نہیں منقولات پڑھانا چاہئے

نیز فرمایا ایک جنٹ صاحب نے اپنے تجربہ کی بناء پر کہا تھا کہ میں نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ عورتوں کو جامع معقولات نہیں بنانا چاہئے۔ معقولات (منطق و فلسفہ) تو صرف مردوں ہی کو پڑھنا چاہیے عورتوں کو صرف منقولات پڑھانا چاہیے۔ (التبلیغ)

مجھ سے ایک جنٹلمین صاحب ملے جو علوم عربیہ میں بڑے قابل تھے وہ کہتے تھے کہ میں گھر

میں لڑکوں کو تو سب علوم پڑھاتا ہوں دینیات بھی اور فلسفہ بھی۔ مگر لڑکیوں کو سوائے دینیات کے کچھ نہیں پڑھاتا۔ کیونکہ عورتوں کی اصلاح صرف علوم دینیات پر اکتفا کرنے میں ہے۔ علوم زائدہ پڑھانے میں ان کی سلامتی نہیں تجربہ سے یہ زوائد ان کے لئے مضر ثابت ہوئے۔ (التبلیغ)

عورتوں کیلئے تاریخ کا علم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اگر کمال حاصل کرنے کے لئے ان کو تعلیم دی جاتی ہے تو بھلا یہ بھی کوئی کمال ہے کہ فلاں راجہ مر گیا فلاں بادشاہ فلاں سنہ میں ہوا تھا فلاں جگہ اتنے دریا ہیں فلاں موقع پر اتنے گاؤں ہیں کلکتہ ایسا شہر ہے بمبئی میں اتنی تجارت ہوتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

عورتوں کی تعلیم کے لئے دینی مسائل سے زیادہ کوئی چیز مفید نہیں۔ اگر تاریخ پڑھائی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور محض بزرگوں کے حالات پڑھانے چاہئیں جس کا اثر ان کے اخلاق پر بھی اچھا ہو مگر آج کل تو ان کو دنیا بھر کے قصے پڑھائے جاتے ہیں جس کا بہت ہی برا نتیجہ ہوتا ہے۔ (التبلیغ)

عورتوں کیلئے جغرافیہ کا علم

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بعض لوگ عورتوں کو جغرافیہ پڑھاتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے کیا نفع اگر یہ ضرورت بتلائی جائے کہ ان میں روشن دماغی پیدا ہوگی تو میں جواب میں عرض کرتا ہوں کہ جی ہاں بجا ہے اور یہی مصلحت ہے کہ اگر بھاگنے کا ارادہ کریں تو کوئی دقت بھی نہ ہو کیونکہ جغرافیہ سے ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ ادھر غازی آباد جنکشن ہے ادھر لکھنو ہے یہاں سے دہلی اتنی دور ہے اور اس کا راستہ یہ ہے۔ اور دہلی میں اتنے سرائے اور اتنے ہوٹل ہیں جس طرف کو چاہو چلے جاؤ اور جہاں چاہو ٹھہر جاؤ۔ بتلاؤ عورتوں کو جغرافیہ پڑھنے سے بھاگنے میں آسانی ہوگی یا نہیں۔ اس کے سوا اور کوئی نفع ہو تو میں سننا چاہتا ہوں بیان کے بعد ایک صاحب آئے اور کہا میں اپنی مستورات کو جغرافیہ پڑھاتا تھا مگر آج معلوم ہوا کہ حماقت ہے۔ اب لڑکیوں کو جغرافیہ نہیں پڑھاؤں گا۔

میں کہتا ہوں کہ جغرافیہ اور تاریخ سلاطین کے کام کی ہے۔ سب مردوں کو ان علوم کا پڑھانا فضول ہے۔ (التبلیغ)

ایک جنٹ صاحب اپنے تجربہ کی بناء پر کہتے تھے کہ تاریخ اور جغرافیہ سے عورتوں کو کچھ نفع نہیں۔ آج کل کے نوجوانوں پر علماء کا قول حجت نہیں مگر ایسے لوگوں کا قول تو ضرور حجت ہے جو ان کے ہم خیال تھے اور تجربہ کے بعد دوسری رائے قائم کرنے پر مجبور ہوئے۔ (التبلیغ)

عورتوں کیلئے کمال کیا ہے؟

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قرآن شریف میں عورتوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ غافل ہوں۔ ان کے لئے تو دنیا سے بے خبر ہونا ہی کمال ہے چنانچہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات الخ**

اس میں غافلات سے مراد غافلات عن الذمائم نہیں ہے غافلات عن الذمائم تو مردوں کے لئے بھی مدح ہے مگر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تعریف میں اس کو بیان فرمایا ہے مردوں کی مدح میں کہیں یہ لفظ نہیں آیا اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ عورتوں کے لئے بے خبری ہی مناسب ہے۔ کہ ان کو دنیا کی اور دنیا کی برائیوں کی خبر ہی نہ ہو۔ عورتوں کے لئے یہی بہتر ہے اور اسی میں سلامتی ہے اور جس دن عورتوں کو دنیا کی ہوا لگ گئی پھر ان کے دین کی سلامتی اور خیر نہیں غافلات کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالاک نہیں ہیں نشیب وفراز سے بے خبر ہوں اور یہ وصف عورتوں میں فطری ہوتا ہے مگر لوگ اس کو بگاڑ دیتے ہیں۔ (التبلیغ)

ناول اخبار اور غیر مستند کتب کا مطالعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بعض لوگ عورتوں کو ناول اور فحش قصوں کی کتابیں پڑھاتے ہیں یا پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں اس سے جس قدر فتنہ برپا ہوتا ہے حیادارروں پر مخفی نہیں۔ (التبلیغ)

عورتوں کو اگر تعلیم دی جائے تو سب سے پہلے ناولوں اور خراب قصوں کا داخلہ اپنے گھر

میں بند کروان ناولوں کی بدولت شریف گھرانوں میں بڑے بڑے قصے ہو چکے ہیں۔ (التبلیغ)

(آج کل عورتیں) کرتی یہ ہیں کہ اردو کی کتابیں خرید لیں ناول خرید لئے معجزہ آل نبی خرید لیا۔ (ایک رسالہ کا نام ہے) خدا جانے یہ کس نے گھڑا ہے۔ حضرت علی کی اس میں اہانت ہے عورتیں شوق سے منگاتی ہیں سمجھتی ہیں کہ اس میں بڑا ثواب ہے بزرگوں کے قصے ہیں۔ اور بہت سے اس قسم کے قصے ہیں۔ سانپ نامہ درخت کا معجزہ ایک جہل رسالہ چھپا ہے اس میں بیہودہ قصے ہیں اور پھر تعریف یہ کہ بعض قصوں کی نسبت لکھ دیا ہے کہ جوان قصوں کو پڑھے گا اس پر دوزخ حرام ہو جائے گی۔ (حقوق الزوجین)

بس عورتوں کو دین تو پڑھائیں مگر جغرافیہ فلسفہ ہرگز نہ پڑھائیں باقی اخبار اور ناول پڑھانا تو عورتوں کیلئے زہر قاتل ہے۔ یہ نہایت سخت مضر ہے اس سے بعض دفعہ عورتوں کی آبرو برباد ہو جاتی ہے۔

اب تو غضب یہ ہے کہ عورتیں ناول پڑھتی ہیں۔ جس سے اخلاق بہت ہی خراب ہو جاتے ہیں۔ ان ناولوں کی بدولت شرفاء کے گھروں میں بھی بڑے بڑے شرمناک واقعات ہو چکے ہیں۔ مگر اب بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں میں کہتا ہوں کہ ان ناولوں سے تو وہ پرانی کتابیں قصہ گل بکاولی و چہار درویش) وغیرہ کتابیں جن میں فرضی قصے کہانیاں ہیں وہ غنیمت ہیں۔ اگرچہ میں ان کے دیکھنے سے بھی سختی سے منع کرتا ہوں مگر واللہ ناولوں سے وہ ہزار درجہ بہتر ہیں۔ ان کے برابر وہ اخلاق کو خراب نہیں کرتیں قصے گو ان میں بھی خرافات ہیں مگر اختلاط کی تدبیریں اور وصول الی المقصود کے حیلے ان میں ایسے ہیں جو نہایت دشوار ہیں مثلاً شہزادہ کے گل بکاؤلی وغیرہ سے بھی بدتر جانتا ہوں۔

خدا کے واسطے اپنی عورتوں کو ان ناپاک کتابوں سے بچاؤ اور ناول وغیرہ کو ہرگز اپنے گھر میں نہ گھسنے دو اگر کہیں نظر پڑ جائے تو فوراً جلا دو۔ یہ نہایت سخت مضر ہے۔ اس سے بعض دفعہ عورتوں کی آبرو برباد ہو جاتی ہے۔ (حقوق الزوجین)

شعروشاعری اور نظمیں پڑھنا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

بعض عورتیں نعت کی کتابیں منگاتی ہیں اور ان میں کہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی شان میں گستاخی ہوتی ہے۔ کہیں حق تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہوتی ہے۔ ان کتابوں میں بہت سے اشعار خلاف شریعت ہوتے ہیں۔ جن کا پڑھنا بھی جائز نہیں۔ (حقوق الزوجین)

بعض جگہ ہم نے دیکھا ہے کہ لڑکیوں کو اشعار یاد کرائے جاتے ہیں وہ ان کو گاتی ہیں۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ تصوف کے اشعار ہیں ان سے اخلاق کی دوستی ہے۔ شعر اشعار کا پڑھنا عورتوں کے لئے ٹھیک نہیں بلکہ فتنہ ہے۔ (التبلیغ)

اجنبی عورت یا مرد مشتی سے گانا سننا یہ بھی ایک قسم کی بدکاری ہے حتیٰ کہ اگر کسی لڑکے کی آواز سننے میں نفس کی شرارت ہو تو اس سے قرآن سننا بھی جائز نہیں۔ (دعوات عبدیت)

لڑکیوں اور عورتوں کو لکھنا سکھانا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لکھنا (سکھانا) یہ نہ تو واجب ہے نہ حرام ہے۔ اس کو لڑکیوں کی حالت دیکھ کر تجویز کیا جائے۔ جس لڑکی میں بے باکی معلوم نہ ہو جھینپ اور حیا و شرم ہو اس کو لکھنا سکھا دو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ضروریات زندگی کے لئے اس کی بھی حاجت پیش آتی ہے۔

اور جس میں بے باکی اور آزادی ہو اور خرابی کا اندیشہ ہو تو نہ سکھاؤ۔ (کیونکہ) مفاسد سے بچنا جلب مصالح غیر واجب سے (ایسے منافع جو واجب نہ ہو) اہم ہے ایسی حالت میں لکھنا نہ سکھائیں اور نہ خود لکھنے دیں۔ اور یہی فیصلہ ہے عقلاء کے اختلاف کا کہ لکھنا عورت کیلئے کیسا ہے۔ (اصلاح انقلاب)

نیز فرمایا اور سکھلانے کے بعد بھی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً ایک احتیاط یہ کی جائے کہ یہ لڑکیوں کو منع کیا جائے کہ کسی عورت کے خاوند کے نام اس عورت کی طرف سے بھی خط نہ لکھیں۔ بعض لوگ طرز تحریر سے معلوم کر لیتے ہیں کہ لکھنے والی عورت ہے اور طرز تحریر ہی سے اس کی طبیعت کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ لکھنے والی کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔ جب سفر سے آتے ہیں تو خط لکھنے والے کے لئے بھی ہدایا اور تحائف لاتے ہیں۔ اور اس طرح میل جول پیدا کر کے فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں۔ نیز لڑکیوں کو یہ بھی تاکید کر دیں کہ جو خط لکھیں اسے اپنے گھر کے مردوں کو دکھلا کر دیا کریں۔ تاکہ ان کے دل میں کسی طرح کا شبہ اور وہم نہ پیدا ہو ایک بات یہ بھی ہے کہ لفافہ پر پتہ عورتیں اپنے قلم سے نہ لکھیں کبھی سرکاری مقدمہ قائم ہو جاتا ہے تو عورتوں پر دارو گیر نہ ہو ایک جگہ ایسا قصہ ہو چکا ہے۔ (التبلیغ)

عورتوں کو لکھنے سکھانے میں افراط وتفریط

آج کل بعض لوگ تو کتابت کو عورتوں کے لئے مطلقاً حرام سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلو ہے اور بعض نے اس کو اتنا جائز کر دیا کہ اخباروں میں عورتوں کے مضامین چھپتے ہیں۔ جس میں صاحب مضمون کا پورا نام اور پتہ درج ہوتا ہے۔ ہر طرف افراط اور غلو ہے۔ تنگی کریں گے تو حرام سے ادھر نہ رہیں گے۔ اور وسعت دیں گے تو پردہ دری سے ادھر نہ رہیں گے۔ (ایضاً)

لڑکیوں کو آزاد عورت سے تعلیم نہ دلانا چاہئے

مستورات کو باہر پھرنے والی عورتوں سے بھی بچانا چاہئے۔ خصوصاً شہروں میں جو یہ رواج ہو گیا ہے کہ لڑکیوں کو میمیں گھر پر آ کر پڑھاتی ہیں اس کو سختی سے بند کر دینا چاہئے میں کانپور میں سنا کرتا تھا کہ آج فلاں عورت بھاگ گئی اور کل فلاں کی بیٹی بھاگ گئی یہ صرف اسی کا نتیجہ تھا کہ عورتوں کو پڑھانے کے لئے میم گھر پر آتی تھی تو یہ ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ (حقوق الزوجین)

آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد بے باک عورتوں سے تعلیم دلاتے ہیں اور یہ تجربہ ہے کہ ہم صحبت کے اخلاق وجذبات کا آدمی پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ خاص کر جب وہ شخص ہم صحبت ایسا ہو کہ متبوع اور معظم بھی ہو اور ظاہر ہے کہ استاد سے زیادہ ان خصوصیات کا کون جامع ہوگا تو اس صورت میں وہ آزادی اور بے باکی ان لڑکیوں میں بھی آئے گی۔

اور میری رائے میں سب سے بڑھ کر جو (وصف) عورت کا ہے وہ حیا اور انقباض طبعی ہے یہی تمام خیر کی مفتاح ہے جب یہ نہ رہا تو پھر اس سے نہ کوئی خیر متوقع ہے اور نہ کوئی شر مستبعد ہے۔ ہر چند کہ اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت عام ہے۔ لیکن میرے نزدیک ماشئت کا عموم بہ نسبت مردوں کے عورت کے لئے زیادہ ہے اس لئے کہ مردوں میں پھر بھی عقل کسی قدر مانع ہے اور عورتوں میں اس کی بھی کمی ہے۔

اسی طرح اگر استانی ایسی نہ ہو لیکن ہم سبق اور ہم مکتب کی لڑکیاں ایسی ہوں تب بھی اسی کے قریب مضرتیں واقع ہوں گی۔ (اصلاح انقلاب)

زنانہ اسکول اور مدارس سے متعلق

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے

لڑکیوں کا عام زنانہ اسکول بنانا اور عام مدارس کی طرح اس میں مختلف اقوام اور مختلف طبقات اور مختلف خیالات کی لڑکیوں کا روزانہ جمع ہونا۔ گو معلّمہ مسلمان ہی ہو اور یہ آنا ڈولیوں ہی میں ہو اور گو یہاں آکر بھی پردہ ہی کے مکان میں رہنا ہو لیکن تاہم واقعات نے دکھلا دیا ہے اور تجربہ کرا دیا ہے کہ یہاں ایسے امکانات جمع ہو جاتے ہیں جن کا ان کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور یہ صحبت اکثر عفت سوز ثابت ہوتی ہے اور اگر استانی بھی کوئی آزاد یا بے کار مل گئی تو کریلہ اور نیم چڑھا کی مثال صادق آجاتی ہے۔

اور دوسری جزئی یہ کہ اگر کہیں مشن کی مہم سے بھی روزانہ یا ہفتہ وار نگرانی تعلیم یا صنعت سکھلانے کے بہانہ سے اختلاط ہو تب تو نہ آبرو کی خیر ہے نہ ایمان کی۔ (اصلاح انقلاب)

زنانہ اسکول میں تعلیم کا ضرر

آج کل زنانہ اسکول کے ذریعہ سے یا زنانہ مدارس کے ذریعہ سے تعلیم دینا تو سم قاتل ہے میں مدارس نسواں کو پسند نہیں کرتا خواہ کسی عالم ہی کے تحت ہوں۔ تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کرو۔ ورنہ اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو بعد میں پچھتاؤ گے بس اسکولوں اور مدرسوں کو چھوڑ دو عورتوں کو گھر ہی میں رکھ کر تعلیم دو۔ اگر عربی تعلیم دو تو سبحان اللہ ورنہ اردو ہی میں دینا چاہئے۔ میرا ایک وعظ حقوق البیت ہے اس کے اخیر میں اس پر مفصل کلام کیا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

شرفاء نے کبھی اس کو پسند نہیں کیا کہ لڑکیوں کے لئے زنانہ مدرسہ ہو قصبات میں عموماً لڑکیاں لکھی پڑھی ہوتی ہیں۔ مگر سب اپنے اپنے گھروں پر تعلیم پاتی ہیں۔ مدرسہ میں کسی نے بھی تعلیم نہیں پائی گھروں پر تعلیم پانے سے لڑکیوں کا کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا کیونکہ پڑھانے والی بھی نیک اور پردہ نشیں ہوتی ہے۔ اور لڑکیاں بھی پردہ ہی میں رہ کر تعلیم پاتی ہیں۔ باقی یہ جو آج کل زنانے اسکول ہوئے ہیں تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بہت ہی مضر ہیں رہا یہ کہ کیوں مضر ہیں؟ چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب اسکول میں پردہ کا پورا اہتمام

کیا جاتا ہے اور پردہ کے ساتھ لڑکیوں کو بند گاڑی میں پہنچادیا جاتا ہے تو پھران کے مضر ہونے کی کیا وجہ ہے۔تو ہمیں اس کی علت کی خبر نہیں مگر تجربہ یہی ہے کہ اسکولوں کی تعلیم عورتوں کیلیئے بہت ہی مضر ہوتی ہے اس سے ان میں آزادی اور بے حیائی اور پردہ سے نفرت کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔اور (عورت کا سب سے بڑا وصف) حیاء ہے اور یہی مفتاح ہے تمام خیر کی اگر یہ نہ رہا تو پھر اس سے نہ کوئی خیر متوقع اور نہ کوئی شر مستبعد اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت (جب تم میں حیا نہ رہے سو جو چاہو کرو۔) (حقوق البیت)

یہ میری رائے ہے فتویٰ نہیں ہے

یہ میری سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا کہ زنانہ مکتب قائم کئے جائیں جیسے مردانے مکتب باقاعدہ ہوتے ہیں۔اس باب میں واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان واقعات نے یقین دلا دیا ہے کہ ایسے مکتبوں کا حال اچھا نہیں ہوتا اور امتحان ہو جانے کے بعد ہمیں وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔لیکن یہ میری رائے ہے میں فتویٰ نہیں دیتا ہوں اگر تجربہ سے دوسری تجویز مفاسد سے خالی ہو تو اس پر عمل کیا جائے مگر عورتوں کو تعلیم ضرور دینا چاہیئے۔ لیکن مذہبی تعلیم نہ کہ تعلیم جدید۔(العاقلات الغافلات)

زنانہ اسکول میں نقصان کی اصل بنیاد

تعلیم نسواں کا مسئلہ بڑا مشکل ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ جہاں لڑکیوں کا مدرسہ ہوتا ہے وہاں مفاسد بھی ضرور پیدا ہوتے ہیں کہیں آنکھ لڑگئی کہیں اور بے حیائی کی باتیں ہوتی ہیں۔ایسے واقعات بہت ہوتے ہیں اس کا اثر یہ ہوا کہ بڑے بوڑھوں کا طبقہ تو خود تعلیم نسواں کے مخالف ہو گیا حالانکہ یہ بھی غلطی ہے کیونکہ اس میں تعلیم کا قصور نہیں بلکہ منتظمین اور طرز تعلیم کا قصور ہے۔

زنانہ اسکول میں مفسدہ کی بنیاد اور اصل خرابی کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کا اختلاط ہوتا ہے۔(داخلہ یا امتحان) کے وقت سیکریٹری اور دوسرے ممتحنین کے سامنے سیانی سیانی لڑکیاں آتی ہیں۔اس سے ان کا دل کھل جاتا ہے۔دیدہ پھٹ جاتا ہے تو یہ بڑی خرابی کی بات ہے۔سیکریٹری کو چاہیئے کہ اس سے احتراز رکھے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ اکثر ایسے مدارس ان ہی لوگوں کے زیر اہتمام ہیں جو علم دین سے بالکل بے بہرہ ہیں اور اسی وجہ سے ان کا طرز تعلیم بھی اچھا نہیں اور نصاب بھی ناقص ہے۔ سیکریٹری اگر دین دار کامل ہو۔ (متقی پرہیز گار) ہو تو معلمہ بھی اس سے مرعوب ہو گی پھر کسی خرابی کا اندیشہ نہیں۔ (اصلاح الیتامی)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے قائم کردہ زنانہ اسکول کی صورت

میں نے تھانہ بھون میں لڑکیوں کا ایک مدرسہ قائم کیا ہے لڑکیاں ایک معلمہ کے گھر جمع ہو جاتی ہیں۔ (وہی گھر گویا لڑکیوں کا مدرسہ ہے) اور میں ان کی خدمت کر دیتا ہوں۔ لیکن میں نے یہاں تک احتیاط کر رکھی ہے کہ میں خود کسی کو لڑکی بھیجنے کی ترغیب نہیں دیتا یہ انہیں معلمہ سے کہہ دیا ہے کہ یہ سب تمہارا کام ہے تم جتنی لڑکیوں کو بلاؤ گی تنخواہ زیادہ ملے گی۔ اس مدرسہ میں ماہواری امتحان بھی ہوتا ہے۔ سو لڑکیاں کبھی تو امتحان دینے کے لئے گھر پر چلی آتی ہیں اور میری اہل خانہ (بیوی) یا میرے خاندان کی کوئی بی بی ان کا امتحان لے لیتی ہے۔ (امتحان میں نہیں لیتا۔) اور کبھی لڑکیوں کو نہیں بلایا جاتا بلکہ ممتحنہ (امتحان لینے والی) وہیں چلی جاتی ہیں اور امتحان لے لیتی ہیں صرف امتحان کا نتیجہ میرے سامنے پیش ہو جاتا ہے۔ اور باقی ان پر میرا نہ کوئی اثر اور نہ دخل نمبر ممتحنہ دیتی ہیں ان نمبروں پر انعام میں تجویز کرتا ہوں۔

الحمد للہ اس طرز پر مدرسہ برابر چلا جا رہا ہے۔ اور ایک بات بھی کبھی خرابی کی نہیں ہوئی۔ الغرض لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام یا تو اس طور پر ہو کہ لڑکیاں جمع نہ ہوں اپنے اپنے گھروں پر یا محلہ کی بیبیوں سے تعلیم پائیں لیکن آج کل یہ عادۃ بہت مشکل ہے یا اگر ایک جگہ جمع ہوں تو پھر یہ انتظام ہو کہ مردانہ سے سابقہ نہ رکھیں اور اپنی مستورات سے نگرانی کرائیں ان سے خود بات چیت تک بھی نہ کریں۔

دوسرے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سیکریٹری ضرور متقی بن جائے۔ چاہے وہ آزاد خیال ہو مگر اسے مولوی کی شکل بنانا چاہئے تاکہ معلمہ پر اس کے اس صوری تقوی کا اثر پڑے۔

میری دانست میں تعلیم نسواں کے یہ اصول ہیں آگے اور لوگ اپنے تجربوں سے کام لیں کچھ میرے خیالات کی تقلید ضروری نہیں۔ (اصلاح الیتامی حقوق و فرائض)

لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے طریقے

۱۔اسلم طریقہ لڑکیوں (کی تعلیم) کیلئے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آئیں۔اور پڑھیں۔اور حتی الامکان اگر ایسی استانی مل جائے جو تنخواہ نہ لے تو یہ تعلیم زیادہ بابرکت ثابت ہوتی ہے اور بدرجہ مجبوری اس کا بھی یعنی تنخواہ دیکر تعلیم کرانے کا مضائقہ نہیں۔اور جہاں کوئی ایسی استانی نہ ملے اپنے گھر کے مرد پڑھادیا کریں۔(اصلاح انقلاب)

۲۔رہی لڑکیوں کی تعلیم سو اگر گھر کے مرد ذی علم ہوں تو وہ پڑھادیں ورنہ اگر مستورات پڑھی ہوئی ہوں تو وہ خود پڑھادیں۔ورنہ دوسری نیک بیبیوں سے پڑھوائیں۔(حقوق الزوجین)

شادی شدہ عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

سب سے بہتر اور آسان طریقہ تو یہ ہے کہ مرد خود تعلیم حاصل کریں پھر عورتوں کو پڑھائیں۔ اور اگر تم خود پڑھے ہوئے نہ ہو تو علماء سے مسائل پوچھ کر گھر والوں کو زبانی ہی تعلیم دو۔اللہ تعالیٰ نے دین کتنا سستا اور آسان کردیا ہے۔محض سننے سنانے سے بھی دین حاصل ہوسکتا ہے۔

(کم از کم) اتنا ہی کرلو کہ اردو میں احکام شرعیہ کے جو رسائل لکھے گئے ہیں۔ایک وقت مقرر کر کے اپنی مستورات کو وہ رسائل پابندی سے سنادیا کرو۔مگر ان رسائل کی تعیین محقق عالم سے کراؤ۔اور یہ بھی نہ ہوسکے تو علماء سے زبانی مسائل پوچھ کر عورتوں کو بتلایا کریں۔(التبلیغ)

(حاصل یہ کہ) عورتوں کو ان کے مرد پڑھادیا کریں اور جب ایک عورت تعلیم یافتہ ہوجائے تو پھر وہ بہت سی عورتوں کو تعلیم یافتہ بناسکتی ہیں۔(التبلیغ)

ان پڑھ جاہل عورتوں کی تعلیم کا طریقہ

آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر عورتیں لکھ پڑھ نہ سکیں تو ان کو روزانہ دو چار مسئلے ان کی ضرورت کے بتلادیا کریں۔اور عقائد کی اور مواعظ ونصائح کی اور حکایات صلحاء کی کوئی کتاب ان کو سنادیا کریں۔ان شاء اللہ تعالیٰ چند روز میں بغیر لکھے پڑھے ہی وہ تعلیم یافتہ ہوجائیں گی۔(التبلیغ)

اگر گھر والے سننے کو تیار نہ ہوں

کتب دینیہ اپنے گھر والوں کو سناؤ زیادہ نہ ہو تو پندرہ بیس منٹ ہی سہی مگر سناتے وقت یہ بھی نہ دیکھو کہ کون سنتا ہے کون نہیں کوئی سنے یا نہ سنے مگر تم اپنا کام کئے جاؤ گھر میں پڑھنا شروع کر دو اور روز سنایا کرو۔ اٹھ کر نہ آؤ خواہ بگڑ بگڑ پڑیں۔ بہت شخصوں نے بیان کیا کہ کتابیں سناتے سناتے اصلاح ہو گئی۔ کیا اللہ و رسول کا نام کھٹائی سے بھی کم ہے کھٹائی کا تو منہ میں اثر ہو کہ منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا اثر نہ ہو؟ (حقوق الزوجین)

تعلیم دینے کی صورت میں ضروری ہدایت

اگر گھر کا مرد تعلیم دے تو جو مسائل شرمناک ہوں ان کو چھوڑ دے یا اپنی بی بی کے ذریعہ سے سمجھوا دے۔ اور اگر یہ انتظام بھی نہ ہو سکے تو ان پر نشان لگا دے تا کہ یہ مقامات ان کو محفوظ رہیں پھر وہ سیانی ہو کر خود ہی سمجھ لیں گی یا اگر عالم شوہر میسر ہو تو اس سے پوچھ لیں گی یا شوہر کے ذریعہ سے کسی عالم سے تحقیق کرا لیں گی۔ (اصلاح انقلاب)

لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کے بارہ میں ضروری ہدایت

ا۔ تعلیم با قاعدہ ہونی چاہئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کو وہ کتابیں پڑھائیں جن میں ان کی دینی ضروریات لکھی گئی ہیں ان کو سبقاً سبقاً پڑھایئے ان کے ہاتھ میں کتاب دے کر بے فکر نہ ہو جایئے۔

۲۔ عورتیں اکثر کم فہم اور کج فہم ہوتی ہیں یا تو کتاب کے مطلب کو نہیں سمجھیں گی یا کچھ کا کچھ سمجھ لیں گی۔ اس لئے اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے گھر کا کوئی مرد بیبیوں کو اکٹھا کر کے وہ کتابیں پڑھایا کرے۔ یا اگر وہ نہ پڑھ سکتی ہوں تو ان کو سنایا کرے۔ مگر تعلیم کی غرض و غایت پر نظر رہے صرف ورق گردانی نہ ہو۔

۳۔ جو جو مسئلے ان کو پڑھائے جائیں یا سنائے جائیں ان پر عمل کی نگرانی بھی کی جائے۔

۴۔ یہ بھی قاعدہ ہے کہ مسئلہ پڑھنے سے یاد نہیں رہتا بلکہ اس پر کاربند (عمل پیرا) ہوجانے سے خوب ذہن نشین ہوجاتا ہے۔

اور اگر کوئی بی بی میسر ہو تو وہی کتاب لے کر دوسری بیبیوں کو پڑھائے یا سکھائے۔ بہرحال کوئی بھی صورت ہو مگر اس سے غفلت نہ ہونی چاہئے پانچ دس منٹ روزانہ وقت دینے سے کاربرآری ہوسکتی ہے۔ (دعوات عبدیت منازعۃ الہوی)

۵۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک کام اور بھی کرنا چاہئے وہ یہ کہ لڑکیاں کسی تعلیم کے خلاف عمل کریں تو ان کو روکو بلکہ ان کے خلاف عمل کرنے پر یوں کرو۔ کہ جب کبھی غیبت کریں۔ تو کتاب منگوا کر اور وہ مضمون دکھلا کر تنبیہ کرو۔ اگر اس طرح سے عمل رہا تو ان شاء اللہ ایسی پاکیزہ نشوونما ہوگی جس کا کچھ کہنا ہی نہیں۔ (حقوق الزوجین)

ایک بات کی اور ضرورت ہے کہ جو نصاب تجویز کیا جائے اس نصاب کو ایک دفعہ ختم کر کے اس کو کافی نہ سمجھیں اس کو روزمرہ کا وظیفہ سمجھئے اور کچھ نہیں تو چار ہی ورق سہی دو ہی سہی جیسے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے ہیں اسی طرح دو ورق اس کے بھی پڑھ لئے یا سن لئے۔ اگر تمام عمر اس میں لگا رہنا پڑے تب بھی ہمت کرنا چاہئے۔ (التبلیغ)

باب دوم

طالبات کیلئے تربیتی واقعات

فقیہاتؒ ومفتیات اور محدثات

اسلام اور مسلمانوں کے امتیازات میں سے یہ امتیازی شان ہر دور میں نمایاں رہی ہے کہ اسلامی اور دینی علوم میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی پورا حصہ لیا ہے، اور انہوں نے تعلیم و تدریس اور نشر واشاعت میں ان کے دوش بدوش خدمات انجام دی ہیں، خاص طور سے حدیث وفقہ میں عورتیں پیش پیش رہی ہیں۔ صحابیات، تابعیات اور ان کے بعد کی بنات اسلام نے احادیث کی تدوین وترتیب اور روایت میں نمایاں کام کئے ہیں۔ اسی طرح فقہ وفتویٰ میں ان کی شاندار خدمات ہیں اور بہت سے حفاظ حدیث اور ائمہ فقہ نے اپنی جلالت شان کے باوجود ان محدثات وفقیہات سے استفادہ کیا، جو علم وعمل، روایت ودرایت، تفقہ اور زہد وتقویٰ میں مشہور زمانہ رہی ہیں۔

فقہ وفتویٰ کی باقاعدہ تدوین سے پہلے خاص خاص فقہاء وفقیہات اس میں مہارت و شہرت رکھتے تھے، عہد رسالت میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس جملہ دینی علوم وامور کا مرکز تھی ہر قسم کے معاملات ومسائل آپؐ کے سامنے پیش کئے جاتے تھے، اور آپ ان میں رہنمائی فرماتے تھے۔ نیز اس زمانہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت

عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم فتویٰ دیا کرتے تھے، بعض روایات میں ہے کہ عہد رسالت میں صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جو مختلف مقامات کیلئے امیر و معلم بنا کر روانہ کئے جاتے تھے، کتاب وسنت کی روشنی میں افتاء کا کام کرتے تھے، بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص خاص صحابہ کے علمی کمالات کو بیان فرما کر مسلمانوں کو ان سے استفادہ کی تلقین فرمائی ہے۔

دوسری صدی کے نصف اول تک فقہ وفتویٰ کا یہی حال رہا حتی کہ ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان پورے عالم اسلام میں فقہی ترتیب وتبویب پر باقاعدہ احادیث کی تدوین ہوئی اور علمائے اسلام نے اس انداز پر کتابیں لکھیں، اس دور سے پہلے احادیث وفقہ کے حاملین اپنے اپنے طور پر تحدیث افتاء کی خدمت انجام دیتے تھے، جن میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شامل تھیں۔

چنانچہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فقہی مسائل وفتاویٰ منقول ومحفوظ کئے گئے ہیں، ان کی تعداد ایک سو تیس سے زائد ہے ان میں مرد اور عورتیں سب ہی شامل ہیں۔ پھر انکے حسب ذیل تین طبقات قائم کر کے ہر طبقہ کے فقہاء ومفتیان کی طرح فقیہات ومفتیات کے نام درج کئے ہیں۔

طبقہ مکثرین میں سات اجلہ صحابہ ہیں جن کے فتاویٰ اگر مدون ومرتب کئے جائیں تو ہر ایک صحابی کی ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خلیفہ مامون کے پڑپوتے ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب بن امیر المومنین مامون نے ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ بیس جلدوں میں مرتب کئے تھے اس طبقہ علیا میں فقیہ امت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

طبقہ وسطیٰ میں تیرہ فقہائے صحابہ ہیں جن میں سے ہر ایک کے فتاویٰ مختصر کتاب میں آسکتے ہیں۔ ان میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

طبقہ سفلی میں باقی حضرات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ ایک ایک جزء میں جمع کئے جاسکتے ہیں، ان میں ام المومنین حضرت صفیہؓ، ام المومنین حضرت حفصہؓ، ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ، ام المومنین حضرت جویریہؓ، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن کے علاوہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ، حضرت ام شریکؓ،

حضرت ام درداءؓ، حضرت عاتکہ بنت زیدؓ، حضرت سہلہ بنت سہیلؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زینب بنت ام سلمہؓ، حضرت ام ایمنؓ، حضرت ام یوسفؓ، حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہن شامل ہیں۔ جن میں بعض تابعیات میں سے ہیں۔ (اعلام الموقعین)

اس تصریح کی رو سے ایک سوتیس فقہائے صحابہ میں بائیس فقیہات و مفتیات ہیں جن میں سے ہر ایک کے فقہی مسائل اور فتاویٰ ضخیم جلدوں متوسط کتابوں اور مختصر اجزاء میں مرتب ہو سکتے ہیں اور جن کے تفقہ اور فقہی آراء کی مقبولیت و شہرت صحابہ و تابعین کے زمانے میں عام تھی۔

امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں بتیس حفاظ صحابہ کا تذکرہ کر کے اجمالی طور سے چونسٹھ نبلاء صحابہ کے نام درج کئے ہیں، جن سے صحاح احادیث مروی ہیں، جن میں ان چودہ صحابیات کے اسماء بھی درج کئے ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ، ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارثؓ مصطلقیہ، ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب عدویہؓ، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان امویہ، ام المومنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہ، حضرت زینب بنت ابوسلمہ مخزومیہ، حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاشمیہ، حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ، ان کی بہن ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ، حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہ، حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہ، ان کی بہن حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریہ، حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہن۔ (تذکرۃ الحفاظ)

یہاں ان ہی فقیہات و مفتیات کا مختصر تعارف مقصود ہے جس میں ان کی فقہی حیثیت کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے، ان فقیہات اسلام اور مفتیات امت میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نام سرفہرست ہوتا اگر وہ قدیمۃ الوفات نہ ہوتیں۔ ہم بطور تبرک ان کا مختصر حال لکھتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کو ان سے جس قدر تقویت پہنچی کسی سے نہیں پہنچی۔ اور وہ مکی دور کے اسلامی احکام کی عالمہ و فاضلہ تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ابتداء میں عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں، پھر ابوہالہ نباش بن زرارہ اسیدی کے نکاح میں آئیں، ان سے ہند بن ابوہالہ پیدا

ہوئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب یعنی پروردہ تھے، اس کے بعد حضرت خدیجہ کی تیسری شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی، عام روایت کے مطابق اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف پچیس سال کے تھے۔ حضرت ابراہیم بن ماریہ قبطیہؓ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھی، یعنی حضرت قاسم، حضرت طاہر، حضرت طیب، حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم وعنہن، یہ سب حضرت خدیجہؓ سے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ مکہ مکرمہ کی مالدارترین عورت تھیں، تجارتی کاروبار بہت اونچے پیمانہ پر کرتی تھیں، زمانہ جاہلیت میں اعلیٰ کردار کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں، نہایت عاقلہ فاضلہ اور معززہ محترمہ خاتون تھیں، وہ پہلی مسلمان تھیں، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاکر اپنا سب کچھ اسلام پر وقف کردیا اور چوبیس سال چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیقہ حیات رہیں۔ اور اپنی دولت، اثر ورسوخ اور فہم وفراست سے کام لے کر مکی دور میں ہر نازک موقع پر اسلام کیلئے سپر بنی رہیں، قدیمۃ الوفات ہونے کی بناء پر وہ فقیہات و مفتیات کے طبقہ میں شمار نہ ہوسکیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ ان کی ذات اس طبقہ کیلئے سرنامہ وعنوان ہے اور بنات اسلام کے دینی اور علمی کارناموں کی حسین داستان میں وہ زیب عنوان ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام

ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا "فقیہہ الامت" کے لقب سے مشہور ہیں، فقہ، حدیث فرائض، احکام، حلال وحرام، اخبار واشعار، طب وحکمت، غرضیکہ بہت سے علوم کی جامع اور اپنے زمانہ میں سب سے آگے تھیں، ان کی فقاہت اور جامعیت اجلہ صحابہ میں مسلم تھی، اور سب ہی حضرات ان کے علم وفضل، اصابت رائے اور دینی علم میں تبحر کے قائل تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ صحابہ جس بات میں شک وشبہ کرکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے، اس کے بارے میں ان کے پاس صحیح علم پاتے تھے، امام زہریؒ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ اعلم الناس یعنی سب لوگوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں، اور اکابر صحابہ ان سے علمی اور دینی باتیں دریافت کیا کرتے تھے۔

امام مسروقؒ نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے مشائخ اور اکابر کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے، ابوسلمہ عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث وسنن، فقہی آراء، آیت کے شان نزول اور فریضہ کے بارے میں اگر سوالات ومعلومات کی ضرورت پڑی ہے تو میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم نہیں دیکھا، عطاء بن ابی رباح نے شہادت دی ہے کہ حضرت عائشہؓ افقہ الناس، احسن الناس، اور عام باتوں میں اعلم الناس تھیں، محمود بن لبید نے بیان کیا ہے۔

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیرا ولا مثلاً لعائشة وام سلمة وکانت عائشة تفتی فی عهد عمرو عثمان الیٰ ان ماتت یرحمها اللہ وکان الاکابر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرو عثمان بعدہ یرسلان الیها فیسالا نها عن السنن۔

عام طور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کی حدیثوں کو بہت زیادہ یاد رکھتی تھیں، مگر حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ اس بارے میں سب سے آگے تھیں اور حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ کے دور خلافت میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ حتی کہ وصال تک فتویٰ دیتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اکابر صحابہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر ان سے احادیث وسنن کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

اسی کو امام زہریؒ نے مختصر طور سے یوں بیان کیا ہے۔

لوجمع علم عائشة الی علم جمیع ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمیع النساء لکان علم عائشة افضل۔

اگر تمام ازواج مطہرات کا علم بلکہ تمام مسلمان عورتوں کا علم جمع کیا جائے اور اسکے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم جمع کیا جائے تو ان کا علم سب سے اعلیٰ وافضل ہوگا۔

ہشام بن عروہ کا قول ہے کہ فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ ہشام کے والد حضرت عروہ بن زبیر بات بات پر اشعار پڑھنے کے عادی تھے، لوگوں نے ایک مرتبہ از راہ تعجب ان سے کہا کہ آپ کو کس قدر زیادہ اشعار یاد ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میرے اشعار کی روایت حضرت عائشہؓ کی روایت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے

،ان کے سامنے جب بھی کوئی بات ہوتی تو وہ اس کے مناسب اور حسب حال شعر پڑھ دیا کرتی تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیر حضرت عائشہؓ کے بھانجے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے تلامذہ واصحاب میں ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ اور بھانجے عروہ بن زبیر ان کے فقہی مسائل وآراء سے تجاوز نہیں کرتے تھے، بلکہ ان ہی کے فقہی مسائل پر عمل کرتے تھے۔ (اعلام الموقعین)

حضرت عائشہؓ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے نیز اپنے والد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر، حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم وعنہن سے روایت کی ہے۔

امام ابن حزم نے طبقہ مکثرین بالروایۃ میں گیارہ صحابہ کا ذکر کر کے ان کی مرویات کی تعداد بیان کی ہے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ بتائی ہے۔

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

من اکبر فقهاء الصحابة وکان فقهاء اصحاب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یرجعون الیها تفقه بها جماعة تذکرة الحفاظ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑے فقہاء صحابہ میں سے تھیں اور فقہائے صحابہ دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک جماعت نے ان سے فقہ حاصل کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث رسول اور ان کے فقہی آراء وفتاویٰ کی روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں خاص ان کے رشتہ داروں اور اہل خاندان کے نام یہ ہیں۔ بہن ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق، رضاعی بھائی عوف بن حارث بن طفیل، دونوں بھتیجے قاسم بن محمد بن ابوبکر اور عبداللہ بن محمد بن ابوبکر، دونوں بھتیجیاں حفصہ بنت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر اور اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر، دونوں بھانجے عروہ بن زبیر بن عوام، اور عبداللہ بن زبیر بن عوام (یہ دونوں حضرات اسماء بنت ابوبکر کے صاحب زادے ہیں) بھانجی عائشہ بنت طلحہ عبداللہ بن ابوعتیق، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عباد بن حبیب بن عبداللہ ابن زبیر، عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر، موالی یعنی غلام ابویونس، ذکوان، ابوعمرو ابن فروخ۔

اور صحابہ میں سے عمرو بن عاصؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، زید بن خالد جہنیؓ، ابوہریرہؓ عبداللہ بن

عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ ربیعہ بن عمرو جرشیؒ، سائب بن یزیدؓ حارث بن عبداللہ بن نوفل وغیرہ۔

اور اکابر تابعین میں سے سعید بن میتب، عبداللہ بن عامر بن ربیعہؒ، صفیہ بنت شیبہؒ، علقمہ بن قیسؒ، عمرو بن میمون، مطرف بن عبداللہ بن شخیرؒ، ہمام ابن حارثؒ، ابوعطیہ وداعی، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعودؒ، مسروق بن اجدع عبداللہ بن حکیم، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، ان کے دونوں صاحب زادے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، اور محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، اسود بن یزید نخعی، ایمن مکی، ثمامہ بن حزن قشیری، حارث بن عبداللہ بن ربیعہ، حمزہ بن عبداللہ بن عمر، جناب صاحب مقصورہ، سالم بن سبلان، سعد بن ہشام بن عامر، سلیمان بن یسار، ابووائل، شریح بن ہانی، زر بن جیش ابوصالح السمان، عابس بن ربیعہ، عامر بن سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ بن عثمان، طاؤس، ابوالولید عبداللہ بن حارث بصری، عبداللہ بن شقیق عقیلی، عبداللہ بن شہاب حولانی، ابن ابی ملیکہ، عبداللہ البہی، عبدالرحمٰن بن شماسہ، عبیداللہ بن عمیر لیثی، عراک بن مالک، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، عکرمہ، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین بن علی، عمران بن حکان، مجاہد بن جبر، کریب، مالک بن ابوعامر اصبحی، فردہ بن نوفل اشجعی، محمد بن قیس بن مخرمہ، محمد بن منتشر، نافع بن جبیر بن مطعم، یحییٰ بن عمر، نافع مولیٰ ابن عمر، ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری، ابوالجوزاء ربعی، ابوالزبیر مکی، خیرہ والدہ حسن بصری، صفیہ بنت ابوعبیدہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن، معاذہ عدویہ۔ (تہذیب التہذیب)

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصحاب وتلامذہ کی یہ فہرست لکھ کر ''وخلق کثیر'' لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء وفضلاء نے ان سے روایت کی، ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ یا سہیل کا نام ہند ہے، پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں، ان سے ایک لڑکی زینب اور ایک لڑکے عمر پیدا ہوئے، عمر کی پرورش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی۔ ۲ھ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیوگی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔حدیث وفقہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی تمام عورتوں سے زیادہ علم رکھتی تھیں، محمود بن لبید کا قول گذر چکا ہے کہ:

کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیرا ولا مثلاً لعائشۃ وام سلمۃ (طبقات ابن سعد)

ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں بہت زیادہ یاد رکھتی تھیں، مگر حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ سب سے آگے تھیں۔

ان کے غلام (مولیٰ) شیبہ بن نصاح بن سرجس بن یعقوب اپنے زمانہ کے اہل مدینہ کے امام القراء تھے، حضرت نافع مولیٰ ابن عمر تجوید وقرأت میں ان کے شاگرد ہیں۔اور ان کی باندی (مولاۃ) خیرہ امام حسن بصری کی والدہ ہیں۔مصارف ابن قتیبہ ص ۶۰

حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اپنے پہلے شوہر ابو سلمہ بن عبد الاسد اور حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے اور ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں ان کے یہ متعلقین ہیں۔صاحب زادے عمر بن ابو سلمہ، صاجزادی زینب بنت ابو سلمہ، بھائی عامر بن ابوامیہ، بھتیجے مصعب بن عبداللہ بن ابوامیہ، موالی نبہان، عبداللہ بن رافع، نافع، سفینہ، ابو کثیر، ابن سفینہ، خیرہ ہیں۔

ان حضرات کے علاوہ سلیمان بن یسار، اسامہ بن زید بن حارثہ، ہند بنت حارث فراسیہ، صفیہ بنت شیبہ، ابو عثمان نہدی، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، ان کے بھائی ابو اسامہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن مسیب، ابو وائل، صفیہ بنت محصن، شعبی، عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیقؓ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، ان کے دونوں بیٹے عکرمہ بن عبدالرحمٰن بن حارث اور ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، قبیصہ بن ذویب، نافع مولیٰ ابن عمر، لیلیٰ بن مملک اور دوسرے علماء وفقہاء نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے۔(تہذیب التہذیب)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا پہلے خنیس ابن عبداللہ بن حذافہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ان کے انتقال کے بعد ۲ھ یا ۳ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حقیقی بہن ہیں نہایت بزرگ اور صوامہ، قوامہ اور صالحہ خاتون تھیں۔ قتال مرتدین کے سلسلہ میں جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمرؓ کی رائے سے جو مصحف لکھا گیا وہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت حفصہؓ ہی کے پاس رکھا گیا تھا، اور انہوں نے اس اہم دینی امانت کی کما حقہ نگہداشت کی۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے والد حضرت عمرؓ سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے روایت کرنے والوں میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔

بھائی عبداللہ بن عمر، بھتیجے حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ، صفیہ بنت ابوعبید زوجہ عبداللہ بن عمر، ام بشر انصاریہ، مطلب بن ابووداعہ، حارث بن وہب، شتیر بن شکل، عبداللہ بن صفوان بن امیہ، سعر اء خزاعی، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، مسیب بن رافع، ابومجلز، ان حضرات کے علاوہ رواۃ کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔ ۴۱ھ یا ۴۵ھ میں انتقال فرمایا۔ (معارف ابن قتیبہ)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کا نام رملہ بنت ابوسفیان صخر بن حرب ہے، ابتدائی دور میں اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شریک رہیں۔ پہلے عبیداللہ بن جحش اسدی کے نکاح میں تھیں جن کا انتقال حبشہ میں ہوا، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

۴۴ھ میں انتقال کیا، انہوں نے آخری وقت میں حضرت عائشہؓ کو بلا کر کہا کہ ہمارے اور ہماری سوکنوں کے درمیان جو کچھ ہوا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے، حضرت عائشہؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کرے اور درگذر فرمائے۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت ام حبیبہؓ سے کہا کہ اس گفتگو سے آپ نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خوش کرے۔ پھر حضرت ام حبیبہؓ نے حضرت ام سلمہؓ کو بلا کر یہی بات کہی اور انہوں نے اس کے جواب میں اسی قسم کی عفو درگذر کی بات کی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زینب بنت جحش سے روایت کی ہے اور ان سے مندرجہ ذیل حضرات نے روایت کی ہے۔

صاحب زادی حبیبہ بنت عبداللہ بن جحش اسدی، دونوں بھائی معاویہ بن ابوسفیان اور

عتبہ بن ابوسفیان، بھتیجے عبداللہ بن عتبہ ابن ابوسفیان، بھانجے ابوسفیان بن سعید بن مغیرہ بن اخنس بن شریق، دونوں موالی سالم ابن سوار، اور ابوالجراح، ان کے علاوہ ابوصالح السمان، عروہ بن زبیر، زینب بنت ام سلمہ، صفیہ بنت شیبہ، شہر بن حوشب وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا پہلے ابوسبرہ بن ابورہم کے نکاح میں تھیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام صرف میں ان سے نکاح فرمایا اور اسی مقام پر ۳۸ھ میں ان کا انتقال ہوا، ان کے مولیٰ اور غلام یسار تھے، جن کے لڑکے عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، مسلم بن یسار اور عبدالملک بن یسار تھے، یہ چاروں بھائی فقہائے اسلام میں سے تھے، ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے ان کے بارے میں شہادت دی کہ

انها كانت من اتقانا لله واو صانا للحم

وہ ہم سب ازواج نبی میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت میمونہؓ نے انار کا ایک دانا زمین پر گرا ہوا دیکھا تو اٹھالیا اور کہا:

ان الله لايحب الفساد

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے ان حضرات نے روایت کی ہے، چاروں بھانجے عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبدالرحمٰن بن سائب، یزید بن اصم، ربیب بن عبداللہ خولانی، باندی ندبہ، موالی عطاء بن یسار اور سلیمان بن یسار، ابراہیم بن عتبہ، عبداللہ بن معبد بن عباس، کریب مولیٰ ابن عباس، عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عبداللہ ابن عتبہ، عالیہ بنت سبیع وغیرہ۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث بن ابوضرار رضی اللہ عنہا پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آئیں وہ ایک غزوہ میں قیدیوں کے ساتھ آئی تھیں، اس کے بعد بنو مصطلق کے تمام قیدی آزاد

کر دیئے گئے۔ چنانچہ اس نکاح کی برکت سے ایک سو خاندان کو آزادی مل گئی۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز کے بعد دن چڑھے گھر میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت جویریہؓ اب تک اپنے مصلی پر نماز پڑھ رہی ہیں آپ نے ان کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

سبحان الله عددما خلق، سبحان الله رضا نفسه

سبحان الله زنة عرشه، سبحان الله مداد كلماته

(طبقات ابن سعد)

حضرت جویریہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے ان حضرات نے روایت کی ہے۔ عبداللہ بن عباس، عبید بن سباق، ابو ایوب مراغی، مجاہد بن جبر، کریب مولیٰ ابن عباس، کلثوم بن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن ہاد۔ ۵۰ھ یا ۵۶ھ میں انتقال کیا۔ (تہذیب التہذیب)

مذکورہ بالا امہات المومنین فقہ وفتویٰ میں خصوصی شہرت اور بصیرت رکھتی تھیں، دیگر امہات المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہن اہل بیت رسول کی افراد اور کاشانہ نبوت کی رہنے والی تھیں اور وہ بھی دینی علوم سے حصہ وافر رکھتی تھیں، ان سے بھی احادیث مروی ہیں چنانچہ حدیث کی کتابوں میں ان کی مرویات اور واقعات موجود ہیں۔ البتہ مذکورہ چھ امہات المومنین فقہ وفتویٰ اور حدیث میں نمایاں مقام رکھتی تھیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کے ایک سال بعد ہوا، ان کی اولاد میں حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن، حضرت ام کلثوم کبریٰ، حضرت زینب کبری، رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی شہادت کے مطابق عورتوں میں حضرت فاطمہؓ اور مردوں میں حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھے۔ حضرت فاطمہؓ کے بڑے فضائل و

مناقب ہیں۔ وصال نبویؐ کے چھ ماہ کے بعد ان کا وصال ہوا۔

انہوں نے اپنے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی اور ان سے دونوں صاحب زادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے براہ راست اور پوتی حضرت فاطمہ بنت حسین بن علی نے مرسل روایت کی، نیز حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت سلمیٰ ام رافع نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کا لقب ذات النطاقین ہے، مکہ مکرمہ میں سترہ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں، بڑی عاقلہ، فاضلہ اور نبیلہ خاتون تھیں، ساتھ ہی سخاوت اور حق گوئی میں مشہور تھیں، ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر بن عوام نے یزید کے دور میں مکہ مکرمہ میں اپنی خلافت قائم کی تھی۔ حضرت اسماء سو سال کی عمر میں ۷۳ھ میں فوت ہوئیں۔ اس وقت بھی ان کی نظر اور عقل میں فتور نہیں آیا تھا، احادیث میں ان کے بھی بڑے مناقب وفضائل آئے ہیں۔

حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے ان حضرات نے روایت کی ہے۔ دونوں صاحب زادے عبداللہ بن زبیر اور عروہ بن زبیر، بھتیجے عبداللہ بن عروہ بن زبیر، بھتیجی فاطمہ بنت منذر بن زبیر، عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر، عباد بن عبداللہ بن زبیر، مولیٰ عبداللہ بن کیسان، صفیہ بنت شیبہ، عبداللہ بن عباس، مسلم مصری، ابونوفل بن ابوعقرب، عبداللہ بن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب)

ام عطیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام نسیبہ بنت کعب یا حارث انصاریہ ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوکر زخمیوں اور مریضوں کا علاج کرتی تھیں، ان کے بارے میں ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے۔

وہ صحابیات میں بڑے مقام ومرتبہ کی مالک تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی کے انتقال پر ان کے غسل میں شریک

تھیں، بعد میں غسل میت میں ان کی حدیث معتبر مانی جاتی تھی، اور بصرہ کے علماء وفقہاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ صحابہ اور تابعین ان سے غسل میت کا طریقہ سیکھتے تھے، ابن البرؒ نے لکھا ہے:

ان کی حدیث میت کے غسل کے احکام میں بنیاد ہے۔ بصرہ کے صحابہ اور علمائے تابعین ان سے غسل میت کا طریقہ سیکھتے تھے۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت انس بن مالک، محمد بن سیرین، حفصہ بنت سیرین، عبدالملک بن عمیر، اسماعیل بن عبدالرحمان ابن عطیہ، علی بن اقمر، ام شراحیل نے روایت کی ہے۔

حضرت ام شریک انصاریہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام شریک کا نام غزیہ یا غزیلہ بنت دودان انصاریہؓ دوسیہ ہے، ان کے حالات میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت جابر بن عبداللہ، سعید بن میسب، عروہ بن زبیر، شہر بن حوشب نے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ فہریہ رضی اللہ عنہا حضرت ضحاک بن قیسؓ کی بڑی بہن ہیں قدیمۃ الاسلام ہیں اور انہوں نے ہجرت کے آغاز میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ہے۔ ان کے ظاہری اور باطنی حسن وکمال اور دینی علوم میں فہم وبصیرت کے بارے میں امام ابن عبدالبرؒ نے تصریح کی ہے:

وکانت ذات جمال و عقل و کمال وفی بیتها اجتمع اصحاب الشوریٰ عند قتل عمر بن الخطاب رضی الله عنه

وہ حسن وجمال کے ساتھ عقل وکمال رکھتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان کے مکان میں اصحاب شوریٰ جمع ہوئے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام نے ان کو امراۃ نجور یعنی باہمت وحوصلہ خاتون کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ (استیعاب)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ، ابوبکر بن ابوجہم بن ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سعید بن میتب، عروہ بن زبیر بن عوام، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبید بن مسعود، اسود بن یزید، سلیمان ابن یسار، عبداللہ البہی، محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان؛ عامر شعبی، عبدالرحمٰن بن عاصم بن ثابت اور ان کے مولیٰ تمیم نے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا

حضرت عاتکہ بنت زید بن نفیل قرشیہ عدویہ رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، مہاجرات میں سے ہیں۔ حسن وجمال میں مشہور اور اخلاق کی بلندی میں یکتا تھیں۔

ان کی پہلی شادی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے ہوئی، جو ان کے حسن وجمال پر فریفتہ رہا کرتے تھے۔ غزوہ طائف میں ان کی شہادت کے بعد حضرت زید بن خطابؓ سے شادی ہوئی، جنگ یمامہ میں ان کی شہادت کے بعد حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان سے شادی کی۔ حضرت عمرؓ نے ولیمہ کا خاص اہتمام کیا تھا، ان کی شہادت کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے عاتکہؓ سے نکاح کیا، اور ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی! میں آپ کو قتل سے بچانا چاہتی ہوں، زبیر بن عوام کی شہادت کے بعد میراث کے بارے میں بات چیت ہوئی تو عاتکہ نے کہا کہ آپ لوگ جو کچھ دیں گے بلاچوں وچرا ان قبول کرلوں گی۔ چنانچہ ان کو اسی ہزار درہم دیئے گئے جن کو قبول کر کے صلح کر لی۔

ان کی خواہش پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ چنانچہ جس وقت حضرت عمرؓ مسجد نبویؐ میں زخمی کئے گئے حضرت عاتکہ وہاں موجود تھیں۔

حضرت عاتکہؓ نے حضرت عمرؓ سے نکاح کے موقع پر یہ شرط لگا دی تھی کہ ان کو مسجد میں جانے اور حق بات کہنے سے نہیں روکیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ناپسندیدگی کے باوجود ان کو اس کی اجازت دی تھی، بعد میں زبیر بن عوامؓ سے یہی شرط کی۔ اور انہوں نے بھی مسجد نبویؐ میں جانے کی اجازت دی۔ جب عاتکہ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں جاتی تھیں تو

زبیر بن عوام پر بہت شاق گذرتا تھا آخر رہا نہیں گیا اور ایک دن وہ عاتکہؓ سے پہلے نکل کر راستہ میں چھپ کر بیٹھ گئے جب عاتکہ راستہ سے گذریں تو ان کے جسم پر اپنا ہاتھ مارا، اس واقعہ کے بعد انہوں نے مسجد میں جانا بند کر دیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں امام ابن عبدالبرؒ کی التمہید کے حوالہ سے ان واقعات کو اختصار کے ساتھ یوں نقل کیا ہے۔ (اسد الغابہ)

ان عمر لما خطبها شرطت عليه ان لا يضربها ولا يمنعها من الحق ولامن الصلاة فی المسجد النبوی ثم شرطت ذلک علی الزبير ثم شركت ذلک علی الزبير فتحيل عليها ان كمن لها لما خرجست الیٰ الصلاة العشاء فلما مرت به ضرب علی عجير تها فلما رجعت فالت انالله فسد الناس فلم تخرج بعد۔ (الاصابہ)

جب حضرت عمرؓ نے حضرت عاتکہ کو شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے شرط لگائی کہ وہ ان کو نہ ماریں گے اور حق بات کہنے اور مسجد نبویؐ میں جانے سے نہ روکیں گے۔ پھر یہی شرط حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کے وقت لگائی، انہوں نے ایک مرتبہ یہ ترکیب کی کہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نماز عشاء کے لئے نکلنے والی تھیں کہ راستہ میں چھپ گئے اور وہ سامنے سے گذرنے لگیں تو ان کے جسم پر ہاتھ مار دیا جب واپس ہوئیں تو انا للہ پڑھ کر کہا کہ لوگ بگڑ گئے۔ اس واقعہ کے بعد پھر نماز کیلئے مسجد نبویؐ میں جانا بند کر دیا۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عاتکہ اکابر صحابہ میں اپنے علم و فضل، عزت واحترام اور شان و شوکت میں اہم مقام و مرتبہ رکھتی تھیں۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی ہیں، انہوں نے رسول اللہ کی پرورش میں بڑی محبت و شفقت سے کام لیا ہے آپ ان کو ماں کہہ کر پکارتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہذہ بقیۃ اہل بیتی آپ نے ان کو آزاد کر دیا تو حضرت عبید بن زیدؓ سے نکاح کر لیا اور غزوہ حنین میں ان کی شہادت کے بعد حضرت زید بن حارثہؓ سے نکاح کیا جن سے

حضرت اسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے۔ غزوہ احد اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں شریک ہوکر زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی ہے۔

حضرت ام ایمنؓ وصال نبوی پر بہت زیادہ روتی تھیں، لوگوں نے روکا تو کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگا۔ میں اس لئے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہوگیا اور ہم نزول وحی سے محروم ہوگئے۔

حضرت ابوبکرؓ اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ سے کہا کرتے تھے کہ آؤ ام ایمن کی زیارت کو چلیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے حضرت انس بن مالک، حنس بن عبداللہ صنعانی، ابو یزید مدنی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ خلافت عثمانی کی ابتداء میں انتقال کیا۔

حولاء بنت تویت رضی اللہ عنہا

حضرت حولاء بنت تویت بن حبیب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرشیہ اسدیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام لانے کے بعد ہجرت کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت بھی کی۔ عہد رسالت میں زہد وعبادت میں اپنی مثال آپ تھیں، ابن حزم نے تصریح کی ہے۔

الحولاء بنت تويت المنقطعة فى الزهد ايام رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم

حولاء بنت تویت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں زہد وتقویٰ میں بے مثال تھیں۔

وہ رات بھر جاگتیں اور عبادت کرتی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر لگی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تم لوگ عبادت اور دعا کرنے سے نہیں اکتاتے ہو اللہ تعالیٰ اجر وثواب دینے اور دعا قبول کرنے سے نہیں گھبراتا ہے، تم لوگ اسی قدر عمل کے مکلف ہو جس کی طاقت رکھتے ہو، وہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گذریں، اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی موجود تھے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ حولاء بنت تویت ہیں جن کے متعلق مشہور ہے کہ رات بھر جاگتی اور عبادت کرتی ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جس قدر عمل کرسکتے ہو اسی قدر کیا کرو۔

ان کی حدیثیں بخاری ومسلم اور موطا میں مختلف الفاظ سے منقول ہیں۔ (اسد الغابہ)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا نام ذخیرہ بنت ابو حدرد اسلمی ہے۔ ان کی نسبت جہیمیہ اور صابیہ ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں، نہایت عالمہ، فقیہ اور عاقلہ، فاضلہ اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ امام ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے۔

وکانت من فضلاء النساء و عقلائهن وذوات الرای منهن مع العبادة والنسلک

وہ نسک وعبادت کے ساتھ طبقہ نسواں میں عاقلہ، فاضلہ اور صاحب الرائے تھیں۔

امام ذہبیؒ نے حضرت ام درداء کو طبقہ صحابہ کے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کے بارے میں لکھا ہے۔

کانت فقیهة، عالمة، عابدة، ملیحة جمیلة، واسعة العلم وافرة العقل

وہ فقیہ، عالمہ، عابدہ، حسینہ وجمیلہ تھیں اور وسیع علم اور وافر عقل رکھتی تھیں۔

انہوں نے اپنے شوہر حضرت ابو درداء، حضرت سلمان فارسی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے، اور ان سے مکحول شامی، سالم بن ابو جعد، زید بن اسلم، اسماعیل بن عبید اللہ، ابو حازم مدنی، عطاء کیخارانی، اور کئی دیگر حضرات نے روایت کی ہے۔

ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے شوہر ابو درداء سے روایت کی ہے اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے جس میں صفوان بن عبداللہ بن صفوان، میمون بن مہران، زید بن اسلم اور ام درداء الصغریٰ شامل ہیں۔

حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ہیں اس لئے ان کو زینب بنت ام سلمہ بھی کہتے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیقؓ ان سے بے انتہا محبت کرتی تھیں، انہوں نے ان کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت زینبؓ بنت ابوسلمہ فقہاء مدینہ میں ممتاز مقام ومرتبہ رکھتی تھیں، مشہور تابعی عالم ابورافع کا بیان ہے۔

كنت اذا ذكرت امراة بالمدينة فقيهة ذكرت بنت ابى سلمة

میں جب بھی مدینہ منورہ کی کسی فقیہ عورت کو یاد کرتا تھا تو زینب بنت ابوسلمہ کو یاد کرتا تھا۔
ان ہی کا بیان ہے کہ ایک دن کسی بات پر میں اپنی بیوی پر غصہ ہو گیا اور باتوں باتوں میں زینب بنت ابوسلمہ کا نام میری زبان پر آ گیا، تو بیوی بے ساختہ بول اٹھی۔

زينب بنت ام سلمة هي يومئذ افقه امراة بالمدينة

زینب بنت ام سلمہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کی سب سے بڑی فقیہ عورت ہیں۔
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امہات المومنین حضرت ام سلمہ حضرت عائشہؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ام حبیبہؓ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحبزادے ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ، محمد بن عمرو بن عطاء، حمید بن نافع مدنی، عراک بن مالک، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، کلیب بن وائل، علی بن حسین بن علی زین العابدین، ابوقلابہ جرمی وغیرہ نے روایت کی، ۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔

حضرت لیلیٰ بنت قانف رضی اللہ عنہا

حضرت لیلیٰ بنت قانف ثقفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر ان کے غسل وکفن میں شریک تھیں، ان کا بیان ہے کہ ہم حضرت ام کلثوم کو غسل وکفن دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے پر کھڑے ہو کر ہم کو کفن کا ایک ایک کپڑا دے رہے تھے۔ ان سے داؤد بن عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی نے روایت کی ہے۔ بعض کتابوں میں قائف ہمزہ سے ہے، مگر حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں قانف بقاف ثم نون ثم فاء سے ہونے کی تصریح کی ہے۔

حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا

حضرت سہلہ بنت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہا ابتدائی دور میں مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئیں اور اپنے شوہر حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ کے ساتھ ہجرت حبشہ میں شریک رہیں، انکے شوہر ابوحذیفہ کے غلام حضرت سالم تھے جن کو انہوں نے اپنا متبنی بنا لیا تھا۔ اور وہ اندر آنے

جانے لگے تھے، اسی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضاعت پر رشتہ رضاعت کا فتویٰ دیا۔ ازواج مطہرات کا کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت سہلہ بنت سہیل کو اس بارے میں خاص رخصت واجازت تھی۔

حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے قبا پہنچ گئے تھے اور اب تک جتنے صحابہ ہجرت کر کے وہاں آگئے تھے ان سب کی امامت وہی کرتے تھے۔

حضرت ام سلمہ بنت ابو حکیم رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ بنت ابو حکیم رضی اللہ عنہا کی کنیت ام سلیم ہے، ام سلیمان بھی بیان کی گئی ہے، نام معلوم نہیں، انہوں نے ان معمرہ صحابیات کی علمی اور دینی صحبت اٹھائی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازوں میں شریک رہا کرتی تھیں۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن رحمہما اللہ

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمان بن اسعد بن زرارہ انصاریہ رحمۃ اللہ علیہا مدینہ منورہ کی عالمات، تابعیات میں سے ہیں، ان کی تربیت ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمائی ہے، زبردست فقیہ، محدثہ اور عالمہ، فاضلہ خاتون تھیں خاص طور سے حضرت عائشہؓ کی احادیث و فقہی آراء کا علم سب سے زیادہ رکھتی تھیں۔ ابن حبان نے لکھا ہے:

كانت من اعلم الناس بحديث عائشة

ان کے پاس حضرت عائشہؓ کی احادیث کا علم سب سے زیادہ تھا۔

محمد بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا:

مابقي احد اعلم بحديث عائشة من عمرة

اب کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا جو احادیث عائشہ کو عمرہ سے زیادہ جانتا ہو۔

امام زہریؒ کا بیان ہے کہ مجھ سے قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم طلب علم کے حریص معلوم ہوتے ہو! کیا میں تم کو اس کی جگہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ تو کہا:

عليك بعمرة بنت عبدالرحمن فانها كانت في حجر عائشة فاتيتها

فوجدتها بحرا لا ینزف

تم عمرہ بنت عبدالرحمٰن کے پاس جاؤ، وہ حضرت عائشہؓ کی آغوش کی پروردہ ہیں چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو علم کا ایسا سمندر پایا جو کم نہیں ہوتا۔

حضرت عمرہ کے پاس احادیث رسول کا ایک نادر مجموعہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احادیث کی تدوین کے سلسلہ میں اس مجموعہ کو خاص طور سے نقل کرایا ابن سعد کا بیان ہے:

وکتب عمر بن عبدالعزیز الیٰ ابی بکر بن محمد بن حزم ان انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسنۃ ماضیۃ او حدیث عمرۃ فاکتبہ فانی خشیت دروس العلم وذھاب اھلہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن محمد بن حزم کے پاس لکھا کہ تم تلاش کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو حدیث یا سنت جاریہ، یا عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی حدیث دیکھو اسے لکھ لو۔ کیوں کہ مجھے علم دین کے مٹنے اور اہل علم کے ختم ہونے کا ڈر ہے۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ، ام ہشام بنت حارثہ، حبیبہ بنت سہل ام حبیبہ، حمنہ بنت جحش سے روایت کی ہے، اور ان سے صاحب زادے ابوالرجال، بھائی محمد بن عبدالرحمٰن انصاری، بھتیجے یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن، پوتے حارثہ بن ابوالرجال، ابوبکر بن محمد بن حزم، عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن حزم، یحییٰ بن قیس انصاری۔ سعد بن سعید بن قیس انصاری، عبدربہ بن سعید بن قیس انصاری، عروہ بن زبیر، سلیمان بن یسار، امام زہری، عمرو بن دینار وغیرہ نے روایت کی ۹۸ھ یا ۱۰۲ھ یا ۱۰۶ھ میں انتقال ہوا۔ (طبقات ابن سعد)

یہ ان بائیس فقیہات ومفتیات کا تذکرہ ہے جو عہد صحابہ میں فقہ وفتویٰ میں مرجع تھیں، اور ان کے فتاویٰ، مسائل اور فقہی آراء پر اعتماد کیا جاتا تھا، اور یہ سب بنات اسلام کتاب وسنت کا معتبر ومعتمد علم رکھتی تھیں۔

ان کے علاوہ اس دور میں ایسی عالمات ومحدثات بھی تھیں جو خاص طور سے حدیث میں امامت کا درجہ رکھتی تھیں اور ان کی احادیث ومرویات کتب حدیث میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔ محدثین نے عہد صحابہ کی محدثات کے نام اور حالات بیان کئے ہیں، جن میں مذکورہ بالا فقیہات ومفتیات کے علاوہ دیگر صحابیات بھی شامل ہیں۔ چنانچہ امام ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ کے

طبقہ اولیٰ میں ۲۳ کبار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن کے حالات لکھے ہیں جن میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حال بھی ہے اور طبقہ ثانیہ میں کبار تابعین کے ذکر میں حضرت ام درداء الکبریٰ کو شامل کیا ہے۔ نیز طبقہ اولیٰ کے حفاظ حدیث میں ۲۳ حضرات کا مفصل تذکرہ کرنے کے بعد ان ۶۴ نبلاء صحابہ کے نام درج کئے ہیں، جن کی مرویات واحادیث عام طور سے کتب حدیث میں موجود ہیں، اس کے بعد چودہ حافظات حدیث کے نام یوں دیئے ہیں۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ، ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہؓ، ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب عدویہؓ، ام المومنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان امویہؓ، ام المومنین حضرت زینب بنت جحش اسدیہؓ، حضرت زینب بنت ابوسلمہ مخزومیہؓ، حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاشمیہؓ، حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہؓ، ان کی بہن ام المومنین حضرت میمونہؓ، حضرت ام عطیہ نسیبہ انصاریہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہ ہند مخزومیہؓ، حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریہؓ، ان کی بہن ام سلیمؓ، حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہن۔

ان چودہ حافظات حدیث میں دس کے تذکرے گذشتہ صفحات میں ہو چکے جو کتاب و سنت کی عالمہ فاضلہ ہونے کے ساتھ فقہ وفتویٰ میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں، باقی چار یعنی ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ، ام حرام بنت ملحان انصاریہ، ام سلیم بنت ملحان انصاریہ اور ام ہانی بنت ابوطالب کا مختصر تذکرہ موقع محل کے اعتبار سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا

حضرت ام حرام بنت ملحان بن خالد انصاریہ حضرت ام سلیم کی بہن، حضرت انس بن مالک کی خالہ اور حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت مانوس تھے اور ان کی بڑی تعظیم وتکریم فرماتے، امام عبدالبر کا بیان ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكرمها، ويزورها في بيتها ويقيل عندها ودعالها بالشهادة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام حرام کا احترام فرماتے، ان کے گھر جا کر ملاقات کرتے، دوپہر میں ان کے یہاں سوتے اور آپ نے ان کو شہادت کی دعا دی۔

صحیح بخاری وغیرہ میں اس سلسلے میں ان کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب دیکھنا اور حضرت ام حرام کی اپنی شہادت کی خواہش پر آپ کا ان کو اس کی دعا دینا اور غزوہ قبرص میں شہادت پانا مذکور ہے، وہ خلافت عثمانی میں ۲۷ھ میں قبرص کی بحری مہم میں اپنے شوہر حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ شریک ہوئیں ساحل قبرص پر جہاز سے اتریں اور سواری سے گر کر شہید ہو گئیں اور وہیں دفن کی گئیں۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان سے انس بن مالک عمیر بن اسود عنسی یعلی بن شداد بن اوس، عطاء بن یسار نے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت ام سلیم بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا حضرت ام حرامؓ کی بہن اور حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ ہیں، ابتدائے اسلام میں اپنی قوم کے ساتھ مسلمان ہو گئیں، مگر ان کا شوہر مالک بن نضر ان کی دعوت اسلام پر خفا ہو کر شام چلا گیا، اس کے بعد ابوطلحہ انصاری نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو ان سے کہا کہ:

یا ابا طلحة الست تعلم ان الهک الذی تعبد ینبت من الارض ینجرها حبشی بنی فلان قال بلیٰ، قالت افلا تستحی تعبد خشبه، ان انت اسلمت فانی لااریدمنک الصداق غیره۔

ابوطلحہ! کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جس معبود کی تم عبادت کرتے ہو وہ زمین سے اگتا ہے اور فلاں قبیلہ کے حبشی غلام نے اسے تراشا ہے؟ ابوطلحہ نے جب اسے مان لیا تو ام سلیم نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم لکڑی کی پوجا کرتے ہو؟ اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہو گا۔

یہ سن کر ابوطلحہ نے کچھ غور کرنے کے بعد اسلام قبول کر لیا اور حضرت ام حرامؓ نے اپنے صاحب زادے انس بن مالک سے کہا۔ تم ابوطلحہ سے میرے نکاح کا انتظام کرو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی تھیں۔

وکانت من عقلاء النساء اور عقل مند عورتوں میں سے تھیں۔

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ انصاری پیدا ہوئے، جن کی اولاد میں بڑی برکت ہوئی، انکے دس لڑکے تھے، سب کے سب عالم دین اور محدث وفقیہ تھے اور ان سب سے علم پھیلا۔ حضرت ام سلیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، اور ان سے صاحب زادے انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، عمرو بن عاصم انصاری، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، بن عوف نے روایت کی۔ (بحوالہ استیعاب)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا

حضرت ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث بن حزن ہلالیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن، حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ اور حضرت خالد بن ولید کی خالہ ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد وہ دوسری عورت ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے بطن سے حضرت عباس کے چھ نجیب وشریف لڑکے پیدا ہوئے۔ فضل، عبداللہ فقیہ، معبد، قثم، عبدالرحمٰن، فضل سے حضرت لبابہ کی کنیت ام الفضل اور حضرت عباس کی کنیت ابوالفضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی تھیں۔ آپ خاص طور سے ان۔ کے یہاں تشریف لے جاتے اور آرام فرماتے تھے۔

وروت عنه احاديث كثيرة و كانت من المنجبات

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن کی اولاد نجیب وشریف تھی۔

ایک مرتبہ صحابہ کو شک ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کو روزہ رکھا ہے یا نہیں، تو اسے معلوم کرنے کیلئے حضرت ام الفضل لبابہؓ نے آپ کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ جسے آپ نے نوش فرمالیا اور معلوم ہوگیا کہ آپ نے روزہ نہیں رکھا ہے۔

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت لبابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے ان کے صاحب زادے عبداللہ بن عباس، کریب مولیٰ عبداللہ بن عباس۔ تمام ان کے مولیٰ عمیر بن حارث انس بن مالک قابوس بن ابو مخارق، عبداللہ بن حارث بن نوفل نے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں، فتح مکہ کے وقت اسلام لائیں، اوران کا شوہر ہبیرہ بن ابووہب نجران کی طرف بھاگ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شادی کا پیغام بھیجا تو ان الفاظ میں معذرت کردی۔

یارسول الله لانت احب الی من سمعی وبصری وحق الزوج عظیم اخشی ان اضیع حق الزوجالاصابه

یارسول اللہ! آپ مجھے میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں مگر شوہر کا حق بڑا ہے میں ڈرتی ہوں کہ کہیں شوہر کا حق ادانہ کرسکوں۔

حضرت ام ہانیؓ حضرت علیؓ کے بعد تک زندہ رہیں، صحاح ستہ وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی روایات موجود ہیں، ان سے ان کے صاحبزادے جعدہ بن ہبیرہ، پوتے یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ، دوسرے پوتے ہارون، دونوں غلام ابومرہ اور ابوصالح، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی، عبداللہ بن عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی، عبدالرحمٰن بن ابو یعلیٰ، مجاہد، عروہ، انکے علاوہ شعبی، عطاء، کریب، محمد بن عقبہ بن ابومالک نے روایت کی ہے۔

ان محدثات وفقیہات اور مفتیات کے علاوہ طبقہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں بے شمار ایسی بنات اسلام تھیں جن کے علم وتفقہ کا شہرہ عام تھا اور ان سے محدثین نے روایت کی ہے حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب کی آخری جلد میں کتاب النساء کے تحت اسماء وکنی سمیت تقریباً سوا تین سو محدثات وفقیہات کا ذکر کیا ہے اور تقریب التہذیب میں ان کی تعداد ساڑھے تین سو کے قریب بتائی ہے۔ نیز روایت النساء عن النساء کے ماتحت انیس نامعلوم محدثات کا حال لکھا ہے۔

باب سوم

علم دوست مائیں جن کی گود میں سلاطین علم پروان چڑھے

والدہ امام مالکؒ

امام دارالہجرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبدالرحمٰن بن شریک ازدی ہے۔ جمہرۃ انساب العرب ص ۴۳۶۔ بڑی عاقلہ فاضلہ خاتون تھیں، انہوں نے اپنے بیٹے مالکؒ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کی۔ امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ میں علم دین حاصل کروں گا تو کہا کہ آؤ میں تم کو علماء کا لباس پہنادوں، پھر مجھ کو اجلے کپڑے پہنائے میرے سر پر طویلہ (سیاہ لمبی ٹوپی) رکھی، اس کے اوپر عمامہ باندھا اور کہا کہ: **اذهب الیٰ ربیعة فتعلم من ادبه قبل علمه** ربیعہ رائیؒ کی مجلس میں جاؤ اور انکے علم سے پہلے انکے اخلاق وآداب سیکھو۔ (المحدث الناص)

ایک روایت میں ہے کہ ماں نے کہا:

اذهب فاكتب الان اب جاؤ حدیث لکھو، پڑھو۔

اس وقت امام ربیعہ رائی کا حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا اور مدینہ کے اعیان و اشراف ان کے حلقہ میں جمع ہوتے تھے، وہ امام مالکؒ کے پہلے شیخ اور استاد ہیں، والدہ کی نگاہ انتخاب ان پر پڑی، اور لڑکا ان کی مجلس سے امام اسلام بن کر اٹھا۔

والدہ امامؒ سفیان بن عیینہ

حضرت سفیان بن عیینہ ہلالی رحمۃ اللہ علیہ جلیل تبع تابعی عالم اور امام شافعیؒ کے استاد ہیں، ان کا قول ہے کہ اگر مالکؒ وسفیان نہ ہوتے تو حجاز سے علم ختم ہوگیا ہوتا، ان کی والدہ ماجدہ نے ان کو علم دین کی تعلیم جس انداز سے دلائی وہ مسلمان ماؤں کیلئے باعث عبرت ہے، وکیع بن جراح امام ابن عیینہ کے شاگرد ہیں ان کا بیان ہے کہ سفیان کی والدہ نے ان سے کہا:

یابنی اطلب العلم، وانا کفیک من مغزلی، یابنی اذا کتبت عشرة احادیث فانظر هل تری فی نفسک زیادة فی مشیتک وحالک ووقارک، فان لم تر فاعلم انه یضرک ولا ینفعک ۔(تاریخ جرجان)

پیارے بیٹے! تم علم حاصل کرو، میں کتائی کر کے تمہاری ضرورت پوری کروں گی، بیٹے! جب تم دس حدیث لکھ لو (پڑھ لو) تو اپنے بارے میں غور کرو اور دیکھو کہ چال چلن، تحمل اور وقار میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں نہ دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ علم تمہارے حق میں مضر ہے، نافع نہیں ہے۔

والدہ کی خصوصی توجہ اور نصیحت کے مطابق امام ابن عیینہ نے ۸۷ سے زائد علماء و تابعین سے حدیث کی روایت کی اور انکا شمار حکمائے حدیث میں ہوا۔ اور خلق اللہ نے ان سے علم دین حاصل کیا۔

امام ابن عیینہ اپنی مجلس میں طلبہ کے سامنے بیان کرتے تھے کہ جس وقت میں ابن شہاب زہری کی مجلس میں گیا میرے کان میں بندے تھے، سر پر چوٹیاں تھیں، زہری نے مجھے آتا ہوا دیکھ کر کہا، واسنینہ، یہاں بیٹھو، یہاں بیٹھو۔ میں نے اس سے چھوٹا طالب علم نہیں دیکھا۔

نضر ہلالی کا بیان ہے کہ میں سفیان بن عیینہؒ کی مجلس درس میں تھا ایک بچہ آیا جس کو اہل مجلس حقارت سے دیکھنے لگے، ابن عیینہؒ نے ان سے کہا کہ پہلے تم لوگ بھی ایسے ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے نضر! اگر تم مجھے اس وقت دیکھتے تو تعجب کرتے، جب میری عمر دس سال کی تھی، میری لمبائی پانچ بالشت تھی، میرا چہرہ دینار کی طرح تھا اور میں خود شعلہ نار کی طرح تھا۔ میرے کپڑے اٹنگے، میری آستین چھوٹی، میرا دامن مناسب مقدار میں، میرا جوتا چوہے کے کان کے مانند تھا اور میں مختلف شہروں کے علماء جیسے ابن شہاب زہری اور عمرو بن دینار کی مجلس میں آتا جاتا تھا، اور ان کے حلقہ درس میں کھونٹی کی طرح

بیٹھتا تھا، میری دوات اخروٹ کی طرح میرا قلم دان موزے کے مانند، اور میرا قلم پستہ جیسا ہوتا تھا، جب میں مجلس میں جاتا تو اہل مجلس کہتے کہ چھوٹے شیخ کے لئے جگہ خالی کرو۔ (الکفایہ)

والدہ امام اوزاعیؒ

شیخ الاسلام امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی ہے، ان کا فقہی مسلک تیسری صدی تک جاری رہا، اسی ہزار مسائل کے جوابات زبانی دیئے، عالم ربانی تھے اور یہ سب ان کی والدہ ماجدہ کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا، یتیم تھے، ماں نے ان کی پرورش کی، اور شیخ الاسلام کے مرتبہ کو پہنچایا، ان کے حال میں لکھا ہے کہ:

ولد ببعلبک وربی یتیما فقیراً فی حجر امه تمجز الملوک ان تودب اولادها فی نفسه بحواله تذکرة الحفاظ

بعلبک میں پیدا ہوئے اپنی ماں کی گود میں یتیمی میں پرورش پائی اور جیسا ادب ماں نے سکھایا سلطان اپنی اولاد کو ویسا ادب سکھانے سے عاجز ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ امام اوزاعی بعلبک میں پیدا ہوئے، مقام کرک میں نشوونما پائی، اس کے بعد ان کی والدہ ان کو بیروت لے گئیں اور وہیں انتقال فرمایا۔ امام اوزاعیؒ کے بڑے مناقب وفضائل ہیں۔

والدہ امام ابن علیہؒ

ریحانۃ الفقہاء والمحدثین امام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ماں کی نسبت سے ابن علیہ کی کنیت سے مشہور ہیں، ان کے دادا مقسم سندھ کے علاقہ قیقان (کیگان قلات) کے قیدی بن کر عبدالرحمٰن بن اسد بن قطبہ اسدی کے غلام ہوئے اور والد ابراہیم کوفہ میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے اسی سلسلہ میں وہ بصرہ آتے جاتے تھے وہیں بصرہ میں علیہ بنت حسان سے شادی کرلی جو بنی شیبان کی باندی تھیں اس کے بارے میں ابن سعد طبقات کبری میں لکھتے ہیں کہ:

وکانت امراة نبیلة، عاقلة برزة لها دار بالعوقة تعرف بهاو کان صالح المری وغیره من وجوه البصرة وفقهاء هاید خلون علیها فتبرزلهم وتحادثهم وتسائلهم

وہ بڑی محترم، عقل مند، ممتاز عورت تھی۔ بصرہ کے محلہ عوقہ میں اسکا مکان اسکے نام سے مشہور تھا اور حضرت صالح مری اور بصرہ کے اعیان و اشراف فقہاء اسکے یہاں جایا کرتے تھے اور وہ نکل کران سے دینی وعلمی مسائل میں گفتگو کرتی تھی۔

اسی عالمہ، فاضلہ ماں کے بطن سے ۱۱۰ھ میں امام اسماعیل بصریؒ پیدا ہوئے جس نے ان کو اپنی پرورش اور تعلیم وتربیت سے فقہاء ومحدثین کا صدر نشین بنایا۔ مشہور محدث عبدالوارث کا بیان ہے کہ علیہ بنت حسان اپنے لڑکے اسمٰعیل کو میرے پاس لائی یہ بصرہ کا حسین ترین لڑکا تھا، اور کہا کہ

هذا ابنی یکون معک ویاخذ باخلاقک

یہ میرا بیٹا آپ کے پاس رہے گا، اور آپ سے اخلاق سیکھے گا۔

میں اس لڑکے کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور جب اہل علم کی مجلس کے پاس سے گذرتا تو اس کو پہلے بھیج دیتا۔ اس کے بعد میں مجلس کے شیخ کے پاس جاتا تھا۔

امام عبدالوارثؒ نے اپنے شاگرد کی تعلیم وتربیت اس طور سے کی کہ اہل علم کی نظر میں شاگرد استاد سے بڑھ گیا۔ مشہور محدث امام ابراہیم حربی کا بیان ہے۔

فخرج ابن علیة واهل البصره لایشکون انه اثبت من عبدالوارث تاریخ بغداد

جب ابن علیہ اپنے شیخ عبدالوارثؒ کی مجلس سے نکلے تو اہل بصرہ شک نہیں کرتے تھے کہ وہ علم حدیث میں عبدالوارث سے زیادہ ثقہ ہیں۔

جس معاشرہ میں غلام اور باندی تک علم دین کا اتنا بلند ذوق رکھتے ہوں اس معاشرہ میں علمی ودینی زندگی کس قدر بلند رہی ہوگی، امام اسماعیل بن علیہ تین بھائی تھے۔ اسماعیل، حماد، محمد اور یہ تینوں اپنی ماں کی نسبت سے ابن علیہ کے نام سے مشہور تھے بلکہ ان کی اولاد بھی اسی نام اور کنیت سے مشہور تھی۔ تینوں بھائی اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء وفضلاء میں تھے اور ماں کی زیر تربیت سب اعلیٰ مرتبہ کو پہنچے، ان کے مفصل حالات میری کتاب ''آثار واخبار'' میں موجود ہیں۔

والدہ امام شعبہ بن حجاجؒ

امام شعبہ بن حجاج واسطی بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک اور حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما کی زیارت کا شرف پایا ہے اور چار سو تابعین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ ان

کی والدہ محترمہ عالمہ فاضلہ تھیں اور اپنے بیٹے کی تعلیم پر خصوصی نظر رکھتی تھیں، امام شعبہؒ کا بیان ہے:

قالت لی امی ھاھنا امراۃ تحدث عن عائشۃ فاذھب فاسمع منھا

میری ماں نے بتایا کہ یہاں ایک عورت حضرت عائشہؓ سے حدیث کی روایت کرتی ہے تم جا کر اس سے حدیث سن لو۔

اور والدہ کی ہدایت کے مطابق میں نے اس عورت کے یہاں جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثیں سنیں اور والدہ کو بتایا کہ میں نے اس عورت کے یہاں جا کر احادیث کا سماع کر لیا۔ تو انہوں نے کہا کہ **لایسالک اللہ** یعنی اللہ تعالیٰ اب تم سے علم دین میں کوتاہی کا سوال نہیں کرے گا۔ (طبقات ابن سعد)

جس بیٹے کی ماں علم حدیث میں اتنی وسیع نظر رکھتی ہو اس کا بیٹا کیوں نہ امامت کے درجہ کو پہنچے گا، بقول امام احمد بن حنبلؒ شعبہ رجال کے علم اور حدیث کی بصیرت میں امت وحدہ، اور بقول سفیان ثوریؒ امیر المومنین فی الحدیث تھے۔

والدہ امام شافعیؒ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد بن ادریس بن عباس ہے، والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابوطالب ہے، ان کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں شافعیؒ شکم مادر میں تھے، میں نے خواب دیکھا کہ مشتری ستارہ میرے جسم سے نکلا اور مصر میں گر گیا جس کی روشنی ہر شہر میں پہنچی، اس کی تعبیر بیان کی گئی کہ ان کے بطن سے ایسا عالم پیدا ہو گا جس کا علم مصر سے تمام شہروں میں عام ہو گا۔ بحوالہ تاریخ بغداد ص ۵۸ ج ۲

امام صاحب یتیم تھے انکے والد کا انتقال پیدائش سے پہلے یا بعد میں ہوا، اور انکی والدہ نے پرورش اور تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا، امام صاحب کا بیان ہے کہ میں یتیم تھا، میری والدہ میری کفالت کرتی تھیں۔ میں ۱۵۰ھ میں ملک شام کے شہر غزہ میں پیدا ہوا، دو سال کی عمر میں مکہ لایا گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں عسقلان میں پیدا ہوا، میری والدہ مجھ کو مکہ لائیں، میری والدہ کے پاس رقم نہیں تھی اور مکہ میں مکتب کے معلم کی خدمت نہیں کر سکتا تھا، اس کی عدم موجودگی میں بچوں کو سبق پڑھا دیتا تھا اور وہ مجھے مفت تعلیم دینے پر راضی ہو گیا۔ میں

علماء کی مجلس میں احادیث وغیرہ لکھ لیا کرتا تھا، یمن کا سفر درپیش ہوا، تو میری ماں کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ سفر کی تیاری کروں اور کپڑے بنواؤں، اس لئے ماں کی ایک چادر سولہ دینار میں رہن رکھ کر سامان سفر مہیا کیا۔ (مختصر سوانح ائمہ اربعہ)

والدہ امام احمد بن حنبلؒ

حضرت امام احمد بن حنبل شیبانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا نام صفیہ بنت میمونہ بنت عبدالملک شیبانی تھا، امام صاحب تین سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد اور دادا کو نہیں دیکھا، میری والدہ نے میری پرورش کی۔

امام صاحب کی والدہ نے اپنے یتیم بچے کو بڑے اہتمام اور پیار محبت سے تعلیم و تربیت دی حتی کہ اس زمانہ کے امراء اس پر رشک کرنے لگے، ابوسراج کا بیان ہے کہ میرے والد احمد بن حنبل کے حسن سیرت و شرافت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر کافی دولت خرچ کرتا ہوں، ان کیلئے معلم و مؤدب کا انتظام کرتا ہوں تا کہ وہ ادب سیکھیں۔ مگر نامراد ہو رہا ہوں، اور یہ احمد بن حنبل یتیم لڑکا ہے، دیکھو کیسا اچھا چل رہا ہے۔

امام صاحبؒ کی والدہ جب تک زندہ رہیں اپنے بیٹے کی ہر طرح خبر گیری کرتی رہیں اور انکی شفقت و محبت ہر حال میں انکے ساتھ شامل حال رہی، ۱۸۶ھ میں جبکہ امام صاحب کی عمر بائیس سال کی تھی، دریائے دجلہ میں زبردست سیلاب آیا، ان ہی ایام میں ملک رے کے محدث جریر بن عبدالحمید بغداد آئے امام صاحب کے ساتھی اس سیلاب میں تحصیل حدیث کیلئے انکے پاس گئے، مگر امام صاحب کی ماں نے جانے کی اجازت نہیں دی تو نہیں جاسکے۔

اسی طرح جب امام صاحب صبح کو اندھیرے میں کسی محدث کی مجلس میں جانا چاہتے تو والدہ غایت شفقت و محبت سے روک دیتی تھیں۔ امام صاحب کا بیان ہے کہ بسا اوقات میں منہ اندھیرے حدیث کی تعلیم کیلئے نکلنا چاہتا تھا تو میری والدہ میرے کپڑے پکڑ کر کہتی تھیں کہ صبح ہونے دو، اسکے باوجود میں اندھیرے ہی میں ابوبکر بن عیاش کی مجلس درس میں پہنچ جاتا تھا۔ (مناقب للامام احمد)

امام صاحب بھی اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ نہایت ادب و احترام و سعادت مندی سے پیش آتے تھے۔

ایک مرتبہ امام صاحب کی والدہ کے پاس کپڑے نہیں تھے، اسی زمانہ میں زکوٰۃ کی رقم آئی تو یہ کہہ کر واپس کردی کہ لوگوں کے مال کے میل کچیل سے عریانی بہتر ہے، کچھ دن یہاں رہ کر خرچ کرنا ہے۔ (طبقات کبریٰ)

والدہ امام بخاریؒ

شیخ الاسلام والمسلمین امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ یتیم تھے والدہ ماجدہ نے ان کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ دی اور بچپن ہی میں ان کو تحصیل علم کا شوق دلایا، ان کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ اور گیارہ بارہ سال کی عمر میں حدیث کا پہلا سماع ۲۰۵ھ میں کیا اور بچپن ہی میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتابیں زبانی یاد کرلیں اور اپنے شہر کے محدثین محمد بن سلام، محمد بن عبداللہ مسندی، محمد بن یوسف بیکندی سے حدیث کی روایت کی اور ستر ہزار احادیث یاد کرلیں، سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ ایک دن میں محمد بن سلام کی مجلس درس میں ذرا دیر سے پہنچا تو انہوں نے کہا کہ اگر تم پہلے آجاتے تو ایک بچے کو دیکھتے جو ستر ہزار احادیث زبانی یاد رکھتا ہے۔ اس کے بعد میں نے محمد بن اسماعیلؒ سے مل کر پوچھا کہ تم ہی کہتے ہو کہ مجھے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، بلکہ اس سے زیادہ۔

امام بخاریؒ اپنے شہر کے علماء ومحدثین سے تحصیل علم کے بعد اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ علمی سفر پر نکلے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے۔

ونشا یتیماً ورحل مع امه واخته سنة عشرو مائتین بعدان سمع روایات بلده تذکرة الحفاظ

امام بخاریؒ نے بحالت یتیمی نشوونما پائی اور ۲۱۰ھ میں اپنے شہر سے احادیث پڑھنے کے بعد اپنی ماں اور بہن کے ساتھ علمی سفر پر نکلے۔

اس وقت امام صاحب کی عمر پندرہ سولہ سال کی تھی اور اٹھارہ سال کی عمر میں التاریخ الکبیر تصنیف فرمائی، ان کا بیان ہے کہ جب میں اٹھارہویں سال میں داخل ہوا تو صحابہ اور تابعین کے قضایا واقوال کی تدوین کرنے لگا، اسی زمانہ میں کتاب التاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس چاندنی راتوں میں تصنیف کی۔ (طبقات الشافعیہ)

ایک روایت میں ہے کہ امام صاحبؒ نے اپنی والدہ اور بڑے بھائی احمد کے ساتھ حج کیا، حج کے بعد بھائی وطن چلے گئے اور امام صاحب تحصیل علم کرنے لگے۔

امام بخاریؒ کی تصانیف میں الجامع الصحیح اور التاریخ الکبیر شاہکار ہیں اور صحیح بخاری تو اصح الکتب بعد کتاب اللہ مانی گئی ہے اور یہ ان کی والدہ ماجدہ کی توجہ کا فیض ہے کہ ان کا یتیم لڑکا امیر المومنین فی الحدیث کے مرتبہ کو پہنچا۔

والدہ امام الاوقصؒ

قاضی مکہ حضرت محمد بن عبدالرحمٰن الاوقص کا واقعہ عجیب ہے، ان کی گردن ان کے بدن میں گھسی ہوئی تھی، اور دونوں مونڈھے نکلے ہوئے تھے، قد پست تھا، شکل وصورت بھی کچھ ایسی ہی تھی ان کی والدہ بڑی عاقلہ، فاضلہ تھیں، اپنے اس لڑکے کے بارے میں ان کو بڑی فکر رہا کرتی تھی، ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ:

فقالت لی امی و کانت عاقلة یا بنی انک خلقت خلقة لاتصلح لمباشرة الفتیان فعلیک بالدین فانه یتیم النقیصة بقولها و تعلمت الفقه فصرت قاضیاً

میری ماں سمجھدار تھیں، اس نے کہا کہ بیٹے! تمہاری خلقت ایسی ہے کہ جوانوں میں تم نبھ نہیں سکتے ہو اس لئے علم دین حاصل کرو، وہ اس کمی کو پورا کردے گا اور حقارت کو ختم کردیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سے مجھے نفع پہنچایا۔ میں نے فقہ اور دین کا علم حاصل کیا اور قاضی بن گیا۔

امام اوقص بیس سال تک مکہ مکرمہ میں قاضی رہے، ان کے رعب وداب کا یہ حال تھا کہ فیصلہ چاہنے والا ان کے سامنے کانپتا تھا، ایک مرتبہ وہ دعا کررہے تھے اور کہتے تھے، **اللھم اعتق رقبتی من النار** (اے اللہ میری گردن کو نار جہنم سے بچا) ایک منچلی عورت یہ جملہ سن کر بولی، یاابن اخی، فای رقبۃ لک؟ (اے بھتیجے! تیری گردن ہی کہاں ہے) العقد ص ۳۶ ج ۱

والدہ امام عمر بن ہارون بلخیؒ

امام ابوحفص عمر بن ہارون بلخی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں خراسان کے مشاہیر علماء ومحدثین میں سے تھے، علوم دین کے مخزن تھے، ان کی والدہ لکھی پڑھی خاتون تھیں اور اپنے

لڑکے کے علمی مشاغل میں ہاتھ بٹاتی تھیں۔ایک عالم ابو غسان بیان کرتے ہیں۔

بلغني ان امه كانت تعينه على الكتاب، (تذکرۃ الحفاظ)

مجھے معلوم ہوا کہ ان کی والدہ حدیث لکھنے میں ان کی مدد کرتی تھیں۔

انہوں نے امام مالک، امام ابن جریج، امام شعبہ بن حجاج، امام سفیان ثوری وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے، ان کے تلامذہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ کے والد اسماعیل جیسے حضرات ہیں۔

والدہ امام زین الدینؒ دمشقی

امام زین الدین علی بن ابراہیم دمشقی مصریؒ کی والدہ بڑی عالمہ، فاضلہ تھیں، ان کے والد کی تفسیر جواہر جو تیس جلدوں میں تھی، ان کو زبانی یاد تھی، اور وہ اپنے لڑکے زین الدینؒ کی تعلیم پر بڑی توجہ کرتی تھیں اور جب وہ تفسیر پڑھ کر آتے تو پوچھا کرتی تھیں کہ آج کیا پڑھا ہے؟ پھر مزید باتیں بتاتی تھیں اور ان کو دعا دیتی تھیں، جس سے زین الدین کو بڑا فیض پہنچا، ایک عالم ناصح الدین کا قول ہے:

زين الدين سعد بدعاء والدته كانت صالحة، حافظة تعرف التفسير طبقات الحنابله

زین الدین اپنی والدہ کی دعا سے فیض یاب ہوئے۔وہ نیک حافظ قرآن اور تفسیر کی عالمہ تھیں۔
زین الدین اپنی والدہ کی دعا اور توجہ سے فقہ و تفسیر کے زبردست عالم اور واعظ تھے۔

والدہ امام حجاج بن یوسف بغدادیؒ

امام ابو احمد حجاج بن یوسف بن حجاج بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حجاج ابن الشاعر کے نام سے مشہور ہیں، حافظ حدیث، مامون وثقہ اور اپنے زمانہ کے یکتا محدث تھے اور یہ مقام ان کو والدہ کی توجہ تعاون سے ملا، ان کا بیان ہے۔

جمعت لی امی مائة رغيف فجعلها في جراب وانحدرت الى شبابة فاقمت مائة يوم بيابه اجي بالرغيف فاغمسه في دجله واكله فلما نفذت خرجت تذكرة

میری والدہ نے ایک سو روٹی کا انتظام کیا جن کو میں نے ایک تھیلے میں رکھا اور بغداد

جا کر امام شبابہ کی خدمت میں سو دن رہا، روزانہ ایک روٹی دریائے دجلہ میں بھگو کر کھاتا تھا، جب روٹیاں ختم ہو گئیں تو وہاں سے چلا آیا۔

ان کے شیوخ میں امام ابوداؤد طیالسی، امام یعقوب بن ابراہیم، امام حجاج الاعور اور امام شبابہ وغیرہ ہیں۔ اور امام ابوداؤد سجستانی، امام مسلم، امام بقی بن مخلد اور امام عبدالرحمٰن بن ابوحاتم وغیرہ نے ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کی ہے۔

والدہ امام ابراہیم حربیؒ

امام ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق حربی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۸۵ھ امام احمد بن حنبلؒ کے معاصر اور علم وعمل، زہد وتقویٰ میں ان ہی کے مانند تھے، بڑے مقام ومرتبہ کے بزرگ تھے۔ ان کا بیان ہے کہ "میں روزانہ عشاء کے وقت گھر آتا تھا، اور میری والدہ میرے لئے بادنجان بھون کر یا قہوہ کا چاٹ، یا مولی کا سالن تیار رکھتی تھی جس کو میں کھا لیتا تھا، میں بڑی فقر وفاقہ اور تنگ دستی کی زندگی بسر کرتا تھا، مگر کبھی اپنی والدہ، بھائی، بہن اور بیوی سے اس کی شکایت نہیں کی۔ مرد وہ ہے جو اپنا غم خود اٹھائے۔ اور اہل وعیال کو غمگین نہ کرے۔ (المنتظم)

والدہ ابوجعفر بن بسطامؒ

خلیفہ المقتدر باللہ کے وزیر ابوالحسن بن فرات نے ایک مرتبہ شیخ ابوجعفر بن بسطامؒ سے کہا کہ یہ تمہاری روٹی کا کیا قصہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس کا واقعہ یہ ہے کہ میری والدہ نہایت نیک سن رسیدہ عورت تھیں، میری پیدائش کے وقت ہی سے ان کی یہ عادت ہو گئی تھی کہ جس بستر میں سوتا تھا ہر رات اس کے نیچے ایک روٹی رکھ دیا کرتی تھی اور صبح میری طرف سے اس روٹی کو صدقہ کر دیا کرتی تھی، اور میں بھی اب تک ایسا ہی کر رہا ہوں۔ یہ سن کر وزیر ابن الفرات نے کہا کہ میں تم سے بہت بدظن تھا اور گرفتار کرنا چاہتا تھا، تین رات سے مسلسل خواب دیکھتا تھا کہ تم سے جنگ کر رہا ہوں تا کہ گرفتار کروں، مگر تمہارے ہاتھ میں ڈھال کے مانند روٹی رہتی تھی، جس سے میرا تیر تم کو نہیں لگتا تھا۔ جاؤ اب تم مامون ہو۔ (المنتظم)

والدہ خلیفۃ الناصر عباسی

اس سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ امام ابن جوزیؒ کے انتقال کے وقت ان کے صاحب زادے امام یوسف بن عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی، ان کی تعلیم و تربیت اور کفالت کی خدمت خلیفۃ الناصر عباسی کی والدہ الجہۃ نے انجام دی، اور وہ اپنے والد امام ابن جوزی کے جانشین بنے الجہۃ خاتون نے ان کو اپنی تربت کے پاس جس کو اس نے پہلے سے تیار کر رکھا تھا، وعظ و تذکیر کیلئے مقرر کیا، اور امام یوسف بن جوزی ہمیشہ اس مقام پر مجلس وعظ منعقد کرتے رہے۔ جب وہ تیس سال کے ہوئے تو خلیفۃ الناصر نے بغداد کے مشرقی اور مغربی دونوں علاقوں کا محتسب بنا کر مقبول الشہادت قرار دیا۔ امام یوسف بن جوزیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت دی تھی، خلیفہ کی طرف سے متعدد ملوک وسلاطین کے یہاں سفیر بن کر گئے۔ دمشق میں مدرسہ تعمیر کر کے بڑی جائیداد اس پر وقف کی۔ بغداد کے محلہ جلیہ میں ایک مدرسہ جاری کیا اور محلہ حربیہ میں دارالقرآن بنایا، اور اسی میں دفن کئے گئے۔ آخر میں بغداد کے مدرسہ مستنصریہ میں تدریسی خدمت انجام دی، ۶۵۶ھ میں فتنہ تاتار میں شہید ہوئے۔ (طبقات المفسرین)

ماؤں کا ادب واحترام اور خدمت

قرآن وحدیث میں والدین کی تعظیم وتکریم اور خدمت کی بڑی تاکید آئی ہے اور اس پر بڑے اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے اس بارے میں والدہ کا حق اولاد پر بہت زیادہ ہے، خاص طور سے جو والدہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کرے، اس کا حق اور زیادہ ہو جاتا ہے، اس لئے علماء نے ایسی ماؤں کا بے حد ادب واحترام کیا ہے۔

والدہ امام حسن بصریؒ

حضرت حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ اپنی والدہ خیرہ کے ہاتھ میں کراثہ (گندنا) دیکھا تو کہا کہ اس گندے پودے کو پھینک دو اس پر والدہ نے کہا کہ چپ رہو، تم سٹھیا نے شیخ ہو، اسکت فانک شیخ قد خرفت، والدہ کی یہ بات سن کر امام حسن بصریؒ نے ہنس کر کہا کہ کون بڑا ہے میں یا تم۔ ایما اکبر، انا و انت؟ (تہذیب التہذیب)

والدہ امام غزوان رقاشیؒ

امام غزوان رقاشی رحمۃ اللہ علیہ نہایت عابد و زاہد، مجاہد اور بزرگ عالم دین تھے قرآن کی تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے، ان کی والدہ بے لکھی پڑھی تھیں، ایک دن غزوان تلاوت کرر ہے تھے والدہ نے کہا کہ غزوان! زمانہ جاہلیت میں ہمارا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا تم قرآن میں اس کو پار ہے ہو؟ غزوان نے ماں کی اس بات کو نہ برا مانا اور نہ ان کو جھڑکا بلکہ نہایت ادب اور محبت کے لہجہ میں کہا کہ: یاامه! اجدو الله فيه وعدًا حسناً

اے ماں! خدا کی قسم میں اس میں اچھے بدلے کا وعدہ پار ہا ہوں۔

حضرت غزوانؒ جہاد میں شریک ہوا کرتے تھے جب ان کے ساتھی مجاہدین واپس آئے تو ان کی والدہ استقبال میں نکل کر ان سے معلوم کرتی تھیں کہ تم لوگ غزوان کو پہچانتے ہو؟ تو وہ حضرات کہتے تھے۔

ويحک یاعجوز ذلک سید القوم طبقات ابن سعد

اے بوڑھیا! وہ تو ہمارے پیشوا ہیں۔

حضرت غزوان چالیس سال تک کھل کر نہیں ہنسے تھے، ایک شخص نے نہ ہنسنے کی وجہ معلوم کی تو بتایا کہ میں ہنس کر کیا کروں۔

والدہ امام مسعر بن کدام کوفیؒ

امام مسعر بن کدام کوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان اور مسجد کے علاوہ کہیں نہیں رہتے تھے، ان کی والدہ بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں، جب مسجد جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدا لے جاتے، والدہ کو بھی ساتھ لے جاتے اور مسجد میں پہنچ کر گدا بچھا دیتے جس پر والدہ نماز پڑھتی تھیں اور خود مسجد میں دوسری جگہ نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے، اور شاگردوں کو حدیث کا درس دیتے، فارغ ہو کر والدہ کے پاس جاتے، گدا اٹھاتے اور والدہ کو لے کر واپس آتے تھے، یہ ان کا معمول تھا۔ (طبقات ابن سعد)

والدہ امام احمد بن علی ابار بغدادیؒ

امام حافظ ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ابار کے لقب سے مشہور ہیں ان کی والدہ بڑی رحم دل، خدا ترس خاتون تھیں اپنے لڑکے سے بے انتہا محبت رکھتی تھیں لڑکا بھی

اپنی والدہ کا بے حد لحاظ، پاس رکھتا تھا اور ان کی دل جوئی اور ناز برداری میں کمی نہیں کرتا تھا۔

امام ابار نے ایک مرتبہ اپنی والدہ سے اجازت چاہی کہ امام قتیبہ سے جا کر حدیث حاصل کریں مگر والدہ نے اس سفر کی اجازت نہیں دی، جب والدہ کا انتقال ہو گیا تو امام ابار نے بلخ کا سفر کیا۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ امام قتیبہ کا انتقال ہو چکا ہے اور وہاں کے اہل علم نے ابار کو تسلی دی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

والدہ امام اعظم ابو حنیفہؒ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے والدین بہت نیک تھے، امام صاحبؒ ان کیلئے ہمیشہ دعا کرتے تھے۔ خاص طور سے اپنی والدہ ماجدہ کا بے حد احترام اور تعظیم و تکریم کرتے تھے، ان کی دل داری و دل جوئی میں لگے رہتے تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اعمال کے تین حصے کئے ہیں، ایک تہائی اپنے لئے، ایک تہائی اپنے والدین کیلئے اور ایک تہائی اپنے استاد حماد کیلئے۔

آپ کے والد کا انتقال پہلے ہوا، اور والدہ ۱۳۰ھ کے بعد فوت ہوئیں، اس لئے ان کی خدمت کا زیادہ موقع ملا۔

امام صاحب اپنی والدہ کی کوئی بات نہیں ٹالتے تھے حتیٰ کہ عمر بن فرر کی مجلس درس میں جاتے تو والدہ کو سواری پر لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی والدہ نے کسی بات کی قسم کھائی اور اس کے بارے میں اپنے بیٹے سے فتویٰ پوچھا مگر ان کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئیں اور کہا کہ جب تک زرعہ واعظ سے دریافت نہیں کرو گے مجھے اطمینان نہیں ہوگا۔ امام صاحب والدہ کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس گئے اور والدہ نے خود ان سے فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ فقیہ کوفہ آپ کے ساتھ ہے، میں کیا فتویٰ دوں۔ امام صاحبؒ نے والدہ کے احترام میں زرعہ واعظ سے کہا کہ میں فتویٰ بتاتا ہوں اور آپ فتویٰ دے دیں۔ چنانچہ ایسا ہوا اور والدہ راضی اور مطمئن ہو گئیں۔

امیر کوفہ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے امام صاحبؒ کو عہدہ قضا پیش کیا اور انکار پر ایک سو دس درے مارے، آپ کہتے تھے کہ مجھے اس سزا سے اتنی تکلیف نہیں ہوئی، جتنی اس حادثہ کی وجہ سے والدہ کے رنج و غم سے ہوئی، والدہ نے کہا کہ نعمان! جس علم کی وجہ سے تم کو یہ دن دیکھنا پڑا، اس سے ترک تعلق کر لو میں نے کہا، کہ اگر میں اس علم سے دنیا حاصل کرنا چاہتا تو بہت زیادہ حاصل کر لیتا، میں نے یہ علم صرف اللہ کی رضا جوئی اور اپنی نجات کیلئے حاصل کیا۔ (اخبار ابی حنیفہ واحی)

والدہ امام ابوالمظفر سمعانیؒ

کتاب الانساب کے مصنف امام ابوسعد سمعانی مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ میرے دادا ابوالمظفر سمعانی نے شیخ الحرم امام سعد بن علی ابن محمد (متوفی ۴۷۱ھ) کی صحبت اختیار کرنے کیلئے مکہ مکرمہ میں مجاورت اور قیام کا پختہ ارادہ کرلیا تھا، مگر وہاں کے دوران قیام میں ایک رات والدہ کو خواب میں دیکھا کہ کہتی ہیں کہ بیٹے! تمہارے اوپر میرا جو حق ہے اس کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مرو لوٹ آؤ، میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کرسکتی، دادا کا بیان ہے کہ میں گھبرا کر اٹھا اور سوچا کہ سعد بن علی سے یہ خواب بیان کر کے ان سے مشورہ کروں گا۔ اور صبح کو ان کے پاس گیا مگر طلبہ اور مستفیدین کی بھیڑ کی وجہ سے بات نہیں کرسکا، جب وہ مجلس سے اٹھے تو میں ان کے پیچھے پیچھے چلا، انہوں نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور فرمایا۔ ابوالمظفر! بڑھیا تمہارا انتظار کر رہی ہے یا ابا المظفر العجوز تنظرک یہ کہہ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ میرے مافی الضمیر کو سمجھ کر یہ بات کہہ رہے ہیں اور اسی سال وطن واپس آ گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ماؤں سے منسوب حضرات اہل علم

بہت سے علماء و فضلاء اور ائمہ دین کی مائیں عالمہ فاضلہ اور عاقلہ ہوتی تھیں یا کسی خاص وصف میں ان کی شہرت تھی، یا اپنے لڑکوں کی تعلیم و تربیت میں نمایاں خدمت انجام دیتی تھیں اور وہ حضرات اپنے باپ کی بجائے اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتے تھے اور اسی نسبت سے ان کی شہرت تھی، صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض حضرات اپنی ماؤں کی نسبت سے مشہور ہوئے۔ مثلاً

حضرت شرجیل بن حسنہ کا نام عبداللہ بن مطاع بن عمرو بن کندہ ہے، اور انکی والدہ حسنہ ہیں۔

حضرت بشیر بن خصاصیہ کے والد معبد بن شراجیل بن سبع ہیں۔ اور ان کی والدہ خصاصیہ کا نام کبشہ (یا ماریہ) بنت عمر بن حارث ازدی ہے۔

حضرت ابن ام مکتوم کا نام عمرو بن قیس ہے اور انکی والدہ ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ ہے۔

حضرت ابن بحینہ کا نام عبداللہ بن مالک ہے اور ان کی والدہ کا نام بحینہ

بنت حارث بن مطلب بن عبد مناف ہے۔

حضرت معاذ بن عفراء کا نام معاذ بن حارث بن رفاعہ ہے اور ان کی والدہ کا نام عفراء بنت عبید ہے۔ حضرت حارث بن برصاء کا نام حارث بن مالک ہے اور ان کی والدہ کا نام برصاء بنت ربیعہ ہے۔

علماء و محدثین میں بہت سے حضرات اپنی ماؤں کی نسبت سے مشہور ہیں۔ مثلاً

ابن علیہ کا نام اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ہے اور انکی والدہ کا نام علیہ بنت حسان ہے۔

ابن عائشہ کا نام محمد بن حفص بن عمر ہے اور ماں کا نام عائشہ بنت عبید اللہ بن عبد اللہ ہے۔

ابن بنت سدی کا نام اسماعیل بن موسیٰ فراری ہے اور ماں کا نام بنت اسماعیل بن عبد الرحمٰن سدی ہے۔ ابن بنت الشافعی کا نام احمد بن محمد بن عبد اللہ ہے اور ماں کا نام زینب بنت امام شافعی ہے۔

ام قاسم کا نام حسن بن قاسم بن عبد اللہ مرادی ہے، اپنی دادی کی طرف منسوب ہیں، ان کا نام زہراء تھا، اپنے دیار کی مشہور خاتون تھیں مغرب سے آکر مصر میں آباد ہوگئی تھیں۔

عمامہ کا نام احمد بن عبد اللہ اندلسی مالکی ہے، عمامہ ان کی والدہ ہیں۔

ابن برکۃ کا نام ابو محمد عبد اللہ بن محمد صابونی، قرطبی، مالکی ہے، برکۃ ان کی والدہ ہیں۔

ابن بنت مہدی کا نام ابو حسن علی بن تمام قیروانی مالکی ہے۔

بچیوں کے مدارس کی تاریخ

چوتھی صدی کے اندر موجودہ مدارس کا انتظام ہوا اس سے پہلے عام طور سے اہل علم اپنے مکانوں، محلہ کی مسجدوں اور جامع مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم کیا کرتے تھے، جن کی افادیت آج کل کے جامعات اور دار العلوموں سے کسی طرح کم نہ تھی، قدیم زمانہ میں عالمات و فاضلات نے بھی عام طور سے اپنے اپنے گھروں میں اپنے درس کے حلقے قائم کیئے، بعد میں جب مدارس کا رواج ہوا، تو انہوں نے نسوانی مدرسے جاری کیئے۔

بنات اسلام کی طرف سے سب سے پہلا مدرسہ مغرب اقصیٰ کے شہر فاس میں ۲۴۵ھ میں قائم ہوا، جو آج بھی جامع قرویین کے نام سے موجود ہے۔ اور اس کا فیض عالم اسلام کی عظیم درس گاہ کی حیثیت سے جاری ہے، اس کی تعمیر کا سہرا فاس کی ایک عابدہ زاہدہ نیک دل خاتون ام البنین فاطمہ بنت محمد بن عبد اللہ فہریہ رحمۃ اللہ علیہا کے سر ہے، اس نے جامع قرویین کی زمین

خریدنے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا تا کہ اس میں حرام مال لگنے کا شبہ تک نہ ہو، اور بنیاد کے دن سے تعمیر مکمل ہونے تک اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے روزہ رکھا، قبیلہ ہوارہ کے ایک آدمی سے زمین خریدی، خاندانی وراثت کے مال سے قیمت ادا کی اور شنبہ یکم رمضان ۲۴۵ھ میں بنیاد رکھی۔

اسی طرح امام البنین کی بہن مریم بنت محمد بن عبداللہ فہریہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سال ۲۴۵ھ میں ایک مسجد تعمیر کی، جس میں اپنے والد سے پائی ہوئی وراثت کا مال خرچ کیا، بعد میں یہ مسجد جامع الاندلسی کے نام سے مشہور ہوئی اوراس سے بھی صدیوں تک علوم وفنون کا سرچشمہ جاری رہا اور چوتھی صدی میں اس کو جامع قرویین کی شاخ قرار دیا گیا۔ حاضر العالم الاسلامی

اندلس کی مشہور عالمہ فاطمہ غالیمہ بنت محمد عورتوں کو ہر قسم کی تعلیم دیتی تھیں اسی وجہ سے ''المعلمۃ'' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ (للتمس)

والدہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بایزید کو اولیاء اللہ میں وہ مقام حاصل ہے جو جبرئیل امین کو دوسرے فرشتوں کے اندر حاصل ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ ماں نے ان کو مدرسے میں داخل کرایا اور قاری صاحب سے کہا کہ اس کو جلدی جلدی گھر نہ آنے دینا، ایسا نہ ہو کہ گھر میں آنے جانے کی وجہ سے اس کا دل مدرسے سے اچاٹ ہو جائے۔ چنانچہ قاری صاحب نے ان کو کئی دن مدرسے میں رکھا۔ بچے نے ایک دن قاری صاحب سے کہا کہ میرا گھر جانے کو جی چاہتا ہے۔ استاد نے بہت سارا سبق ذمے لگا دیا اور یاد کر لینے پر اسے گھر جانے کی اجازت دے دی۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر آئے اور دروازے پر دستک دی۔ اس وقت ان کی والدہ وضو کر رہی تھیں۔ وہ دستک سے پہچان گئیں کہ بیٹا دروازے پر ہے۔ مگر پھر سوچنے لگیں کہ اگر آج دروازہ کھول کر اسے گھر میں داخل ہونے دیا تو بچے کو گھر آنے کی عادت پڑ جائے گی اور مدرسے نہیں جایا کرے گا۔ چنانچہ دروازے کے قریب آکر کھڑی ہوئیں اور پوچھا، دروازہ کس نے کھٹکھٹایا ہے؟ جواب ملا، بایزید۔ والدہ فرمانے لگیں، ایک میرا بھی بایزید تھا جسے میں نے اللہ

کے دین کے لئے وقف کر دیا ہے، تو کون بایزید ہے جو میرا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے؟ بچہ سمجھدار تھا پہچان گیا کہ امی چاہتی ہیں کہ میں دین کا علم حاصل کروں۔ لہٰذا واپس لوٹ کر مدرسے میں آ گیا اور پھر مدرسے سے اس وقت نکلا جب عالم فاضل بن چکا تھا۔ سبحان اللہ، اتنے بڑے ولی کو ولی بنانے میں آپ کو ایک عورت کا کردار ان کی ماں کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ کی والدہ کا کردار

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بھائی تھے۔ ان کی تربیت ان کی والدہ نے کی کیونکہ یہ دونوں لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ والدہ کی تربیت سے دونوں نیکوکار بنے۔ ان میں سے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ علم قال میں بلند مرتبہ رکھتے تھے مگر ان کے دوسرے بھائی احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ علم حال میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ وہ ایک صاحب کشف انسان تھے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھاتے مگر ان کے بھائی احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اکیلے اپنی نماز پڑھ لیتے تھے اور امام کے پیچھے پڑھنے سے گھبرایا کرتے تھے۔ یہ بات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ ایک دن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا، امی! میں اس مسجد کا امام ہوں اور بڑا خطیب ہوں مگر لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب اس کا اپنا بھائی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو پھر اس کی امامت کیسی ہے؟ ماں نے جب یہ سنا تو احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا، بیٹے! تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ ماں کے حکم کی وجہ سے وہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھانا شروع کی۔ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی رکعت تو ان کے پیچھے پڑھی مگر دوسری رکعت میں نماز توڑ کر واپس آ گئے۔ اب امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی پوزیشن پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد بڑے رنجیدہ ہوئے۔ لوگوں کی عجیب وغریب باتیں انہیں سننا پڑیں۔

گھر میں آ کر انہوں نے اپنی والدہ کو بتایا کہ بھائی نے تو آج میری ناک ہی کٹوا دی۔ ماں نے احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر پوچھا، بیٹا! تو نے میری بات کیوں نہ مانی؟ کہنے لگے، امی! آپ نے کہا تھا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا۔ میں آپ کے حکم کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، جب تک یہ نماز پڑھا رہے تھے میں پیچھے پڑھتا رہا اور جب

یہ نماز پڑھانے کی بجائے کچھ اور سوچنے لگے تو میں نماز توڑ کر واپس آ گیا۔

ماں نے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، بیٹے! تم نے کیا سوچا تھا؟ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا، امی! میں معافی مانگتا ہوں، مجھ سے واقعی بڑی غلطی ہوگئی، میں نماز پڑھانے سے پہلے عورتوں کے کچھ مسائل پڑھ رہا تھا اور ان مسائل میں غور و فکر کر رہا تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو پہلی رکعت میں نے توجہ الی اللہ کے ساتھ پڑھائی مگر دوسری رکعت میں عورتوں کے وہی مسائل میرے دماغ میں آ گئے اور میں تھوڑی دیر کے لئے انہی مسائل کے بارے میں سوچنے لگ گیا۔

اس وقت ماں نے کہا، افسوس! کہ تم دونوں میں سے کوئی بیٹا بھی میرے کام کا نہ بنا۔ جب انہوں نے ماں کی یہ بات سنی تو دونوں بھائی تڑپ اٹھے اور کہنے لگے، امی! ہم دونوں آپ کے کام کے کیسے نہ بنے؟ کہنے لگیں، ایک تو نماز میں کھڑا عورتوں کے مسائل سوچ رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، دونوں میں سے کوئی بھی اللہ کی طرف متوجہ نہ تھا۔ سبحان اللہ، یہ ماں کی تربیت تھی جس نے ان کو وقت کا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا۔ اس طرح ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ماں کی شکل میں عورت کا کردار نظر آئے گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں مدرسے میں پڑھنے جاتے تھے۔ ماں نے ان کے کپڑوں میں پیسے سی دیئے اور نصیحت کی کہ بیٹے! تم نے ہمیشہ سچ بولنا ہے۔ راستہ میں، قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا ایک ڈاکو نے ان سے بھی پوچھ لیا کہ کیا تمہارے پاس پیسے ہیں؟ بچے نے صاف بتا دیا کہ ہاں میرے پاس پیسے ہیں۔ ڈاکو ان کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ سردار بڑا حیران ہوا کہ بچے کو نہ تو اپنی جان کا خوف ہے اور نہ ہی مال کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔ سردار نے پوچھا، بچے! تو نے سچ سچ کیوں بتا دیا؟ لوگ تو ایسے موقع پر اپنے مال کو چھپاتے ہیں۔ بچہ کہنے لگا کہ میری امی نے کہا تھا کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ ڈاکوؤں کے سردار پر اس بچے کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے سوچا کہ یہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں کی بات کا اتنا لحاظ رکھتا ہے، ہم نے بھی کلمہ پڑھا ہوا ہے مگر ہم تو اللہ تعالیٰ کے دین کا اتنا لحاظ نہیں رکھتے۔

چنانچہ وہ سب ڈاکو توبہ تائب ہوکر نیکوکار بن گئے۔ یہ بچہ بڑا ہوکر اپنے وقت کا ایک بڑا ولی بنا، جن کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اس طرح ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔

اس پاکباز، عابدہ، زاہدہ اور خدار سیدہ خاتون کی شادی کا واقعہ بھی بہت ایمان افروز ہے۔ ان کی شادی سید ابوصالح جنگی دوستؒ سے ہوئی تھی جو ایک بڑے متقی اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ عنفوان شباب میں سید ابوصالحؒ اکثر ریاضات ومجاہدات میں مشغول رہتے تھے ایک دفعہ دریا کے کنارے عبادت کررہے تھے۔ کھانا کھائے ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ اچانک ایک سیب دریا میں بہتا ہوا دکھائی دیا۔ بسم اللہ کہہ کر اسے پکڑ لیا اور کھا گئے۔ پھر دل میں خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں اس سیب کا مالک کون ہے۔ میں نے بغیر اجازت کھا کر امانت میں خیانت کی ہے۔ یہ خیال آتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور دریا کے کنارے کنارے پانی کے بہاؤ کے مخالف سمت سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد ان کو لب دریا ایک وسیع باغ نظر آیا۔ اس میں سیب کا ایک تناور درخت تھا جس کی شاخوں سے پکے ہوئے سیب پانی میں گر رہے تھے۔ سید ابوصالح نے لوگوں سے اس باغ کے مالک کا پتہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے مالک جیلان کے ایک رئیس سید عبداللہ صومعیؒ ہیں۔ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا ماجرا بیان کیا اور بصد ادب بلا اجازت سیب کھالینے کے لئے معافی چاہی۔

سید عبداللہ دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ باوصف نوجوان ہے۔ دل میں تڑپ اٹھی کہ اس کو سایہ عاطفت میں لے لوں۔ فرمایا، دس سال تک اس باغ کی رکھوالی کرو اور مجاہدہ نفس کرو پھر معاف کرنے کا سوچوں گا۔ سید ابوصالحؒ نے شرط منظور کرلی اور دس سال تک باغ کی رکھوالی کرتے رہے۔ ساتھ ہی سید عبداللہ صومعیؒ کی ہدایات کے مطابق مدارج سلوک بھی طے کرتے رہے۔ دس سال کے بعد سید عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ دو سال اور باغ کی رکھوالی کرو۔ سید ابوصالحؒ نے مزید دو سال گزارے۔ بارہ سال کی مدت پوری ہوئی تو سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بلایا اور کہا کہ اب تک تو تو آزمائش کی کسوٹی پر پورا اترا ہے۔ اب ایک اور خدمت باقی ہے۔ وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے جو پاؤں سے لنگڑی، ہاتھوں سے گنجی، کانوں سے بہری، اور آنکھوں سے اندھی ہے اس بیچاری کو اپنے نکاح میں لے لو تو سیب بخش دوں گا۔ سید ابو

صالح نے یہ شرط بھی منظور کرلی اور سید عبداللہ نے اپنی لخت جگر کا نکاح ان سے کر دیا۔

نکاح کے بعد سید ابو صالح پہلی مرتبہ اپنی بیوی کے پاس گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے تمام اعضاء درست ہیں اور وہ کمال درجے کے حسن ظاہری سے متصف ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے۔ اسی وقت باہر نکلے اور شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا یہی میری لخت جگر تمہاری بیوی ہے۔ اس کی جو صفات میں نے بیان کی تھیں اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے آج تک کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کیا اس لئے لنجی ہے۔ آج تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا اس لئے لنگڑی ہے۔ آج تک خلاف حق کوئی بات نہیں سنی اس لئے بہری ہے۔ آج تک نامحرم پر نظر نہیں ڈالی اس لئے اندھی ہے۔ اب سید ابو صالح سمجھے کہ ان کی بیوی کن خصوصیات کی حامل ہے۔ اس طرح ان پاکباز ہستیوں کی رفاقت کا آغاز ہوا۔ اور اسی خاتون کے بطن سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب بنگال کے دورے پر نکلے تو آپ کے ہاتھ پر سات لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور ستر لاکھ مسلمانوں نے بیعت توبہ کی۔ جب آپ گھر واپس آئے تو خوشی کی وجہ سے چہرے پر رعنائی تھی۔ آپ نے اپنی والدہ کی قدم بوسی کی۔ ماں نے پوچھا، بیٹے! کیا بات ہے کہ آج بڑے خوش نظر آرہے ہو؟ انہوں نے فرمایا، امی! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت بخشی کہ لاکھوں انسانوں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ ماں نے یہ سن کر فرمایا، بیٹا! یہ تیرا کمال نہیں، یہ تو میرا کمال ہے۔ کہنے لگے، امی! آپ نے سچ فرمایا ہے، مگر اس کی کچھ تفصیل تو ارشاد فرمادیجئے۔ ماں نے کہا بیٹا! جب تم چھوٹے تھے، میں نے تمہیں کبھی بھی بے وضو دودھ نہیں پلایا تھا، یہ اس کی برکت ہے کہ اللہ نے تمہارے ہاتھوں پر لاکھوں انسانوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔ اس طرح ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئے گا۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ قطب مینار دہلی کے قریب مدفون ہیں۔ مغل

بادشاہوں کے پیر تھے۔ جب وقت کے بادشاہ بھی مرید ہوں تو پھر رعایا کا کیا کہنا۔ اس طرح وہ لاکھوں انسانوں کے شیخ بنے۔ انکے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ جب چھوٹے بچے تھے تو ان کے ماں باپ نے مشورہ کیا کہ اس بچے کی اچھی تربیت کرنی چاہیے۔ ماں کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے جب بچہ کچھ بڑا ہو جائے تو میں اس تجویز پر عمل کر کے بچے کی اچھی تربیت کروں گی۔

جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو ماں باپ نے انہیں مدرسے میں داخل کروادیا، ایک دن ماں نے کھانا بنایا اور کمرے میں کسی جگہ چھپا دیا۔ بیٹے نے مدرسے سے آ کر کہا، امی! مجھے بھوک لگی ہے۔ ماں نے کہا، بیٹا! ہم بھی اللہ سے مانگتے ہیں، وہی رزق دینے والا ہے، دنیا کے سب انسانوں اور حیوانوں کو وہی رزق دیتا ہے لہٰذا تم بھی اللہ سے مانگو۔ بیٹے نے پوچھا، امی! میں اللہ سے کیسے مانگوں؟ ماں نے کہا، بیٹے! مصلے بچھاؤ۔ بچے نے مصلے بچھایا۔ ماں نے کہا، تم اس پر بیٹھ جاؤ۔ بچہ مصلے پر دوزانو بیٹھ گیا۔ پھر ماں نے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ۔ بیٹے نے معصوم ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگا، اے اللہ! میں ابھی مدرسے سے آیا ہوں، اے میرے اللہ! میں اس وقت تھکا ہوا بھی ہوں، مجھے سخت بھوک بھی لگی ہوئی ہے، تو میرے والدین کو بھی رزق دیتا ہے، اللہ! مجھے بھی رزق دے دے۔ بچے نے یہ الفاظ کہہ کر پوچھا، امی! اب میں کیا کروں؟ ماں نے کہا، بیٹے! تم اس کمرے میں تلاش کرو، تمہیں کہیں سے روٹی مل جائے گی۔ چنانچہ بچے نے ذرا ادھر ادھر ڈھونڈا، ماں نے تو خود روٹی پکا کے رکھی ہوئی تھی چنانچہ بچے کو ایک جگہ سے مل گئی۔ بچے نے خوشی خوشی روٹی کھالی۔ اب یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔ جب بچے کو روزانہ اس طرح کھانا ملنا شروع ہوا تو بچے کے ذہن میں تجسس پیدا ہوا، وہ ماں سے پوچھتا، امی! اللہ کتنے اچھے ہیں کہ ہر ایک کو کھانا دیتے ہیں، جنگل والوں کو بھی کھانا دیتے ہیں، شہر والوں کو بھی کھانا دیتے ہیں، انسانوں کو بھی دیتے ہیں، حیوانوں کو بھی دیتے ہیں۔ بچہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کی باتیں کرتا تو ماں کا دل بلیوں اچھلنے لگتا وہ سمجھتی کہ میری تدبیر اب کارگر ثابت ہو رہی ہے اور میرے بیٹے کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت بڑھ رہی ہے۔

ماں خوش تھی کہ میرے بچے کے دل میں بچپن میں ہی اللہ رب العزت کی محبت جاگزیں ہو رہی ہے، مگر اس دوران ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ ایک دن ماں کسی تقریب کے سلسلہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چلی گئی اور اسے وقت کا احساس نہ رہا۔ جب یاد آیا

تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ بچے کا مدرسہ سے واپس آنے کا وقت ہو چکا تھا اور ماں نے کھانا بھی نہیں پکایا ہوا تھا۔ جب یہ خیال آیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ برقعہ اوڑھ کر تیزی تیزی سے قدم بڑھا کر گھر کی طرف واپس ہوئی، رو بھی رہی تھی اور راستے میں دعائیں بھی مانگ رہی تھی کہ میرے مالک! میں نے اپنے بچے کا یقین بنانے کے لئے یہ ایک ترکیب شروع کی تھی، اے اللہ! میری لاج رکھ لینا، اگر آج بچے کا یقین ٹوٹ گیا تو پھر میری محنت ضائع ہو جائے گی، یہ میری کوتاہی تھی، مجھے وقت کا احساس نہ رہا۔

جب ماں روتی ہوئی گھر پہنچی تو دیکھا کہ بیٹا سویا ہوا ہے۔ ماں نے جلدی سے کھانا بنا کر ایک جگہ چھپا دیا۔ پھر بیٹے کے پاس آئی اور اس کے رخسار کا بوسہ لے کر اس کو جگایا، اسے سینے سے لگایا اور کہنے لگی، بیٹے! آج تو تجھے بہت بھوک لگی ہوگی۔ بیٹا اٹھ کر کہنے لگا، امی! نہیں، مجھے تو بھوک نہیں لگی۔ ماں نے پوچھا، بیٹے! وہ کیسے؟ بچے نے کہا، امی! جب میں مدرسے سے آیا تھا، آپ تو گھر میں نہیں تھیں، میں نے مصلے بچھایا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں تھکا ہوا ہوں، بھوک بھی لگی ہے، آج تو امی بھی گھر پہ نہیں، اے اللہ! مجھے کھانا دے دیجئے۔ امی! اس کے بعد میں کمرے میں گیا۔ مجھے ایک جگہ ایک روٹی پڑی ہوئی نظر آئی، میں نے اسے اٹھا کر کھا لیا، لیکن جو مزہ مجھے آج آیا ہے اس سے پہلے وہ مزہ مجھے کبھی نہیں آیا تھا۔ ماں نے یہ سن کر کہا، الحمد للہ اللہ رب العزت نے میری لاج رکھ لی۔ تو پہلے وقتوں میں مائیں اپنی اولاد کا اللہ تعالیٰ پر یقین بنایا کرتی تھیں اور بچے بڑے ہو کر وقت کے بڑے مشائخ اور علماء بنا کرتے تھے۔ یوں ایک اور کامیاب انسان کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ایک ماں کی حیثیت سے نظر آئے گا۔

امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا کردار

امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی شکم مادر میں تھے کہ ان کے والد ابو عبد الرحمٰن فروخ کو جہاد کے لئے جانا پڑا۔ چلتے وقت انہوں نے اپنی اہلیہ کو تیس ہزار اشرفیاں دیں اور کہا کہ انہیں احتیاط سے رکھو، اگر میں جہاد سے زندہ سلامت واپس آ گیا تو اس سے کاروبار کروں گا۔ اگر میری غیر موجودگی میں تمہیں کوئی ضرورت پڑ جائے تو تم اس رقم سے جتنی چاہو خرچ کر سکتی ہو۔ اور میرے جانے کے بعد اللہ تمہیں لڑکا یا لڑکی دے تو اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرنا۔ یہ کہہ کر وہ جہاد کیلئے روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے پانچ مہینوں کے بعد ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ ربیعہ جب

سن شعور کو پہنچے تو والدہ نے ان کی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام کیا۔حتیٰ کہ تمام اشرفیاں ربیعہ کی تعلیم پر خرچ کر دیں۔ ربیعہ انتہائی ذہین اور محنتی تھے۔انہوں نے قرآن وحدیث فقہ وادب اور تمام علوم پر ایسا کمال حاصل کرلیا کہ ان کے علمی کمالات کی سارے عرب میں دھوم مچ گئی۔بائیس سال کی عمر میں وہ اپنے وقت کے امام بن گئے۔

ستائیس سال کے بعد جب فروخ کو جہاد سے فرصت ملی تو انہوں نے گھر کا رخ کیا۔ گھر آ کر نیزے کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ دروازہ کھول کر باہر نکلے۔فروخ بے تکلفی سے اندر جانے لگے تو امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ٹوکا۔''اے شخص تو میرے مکان میں بلا اجازت کیوں داخل ہو رہا ہے؟ فروخ برہم ہو کر بولے او دشمن خدا! یہ میرا اپنا گھر ہے، تو اس میں کیوں گھسا ہوا ہے؟ امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آگے سے تلخ جواب دیا۔دونوں میں تلخ بڑھی تو آوازیں بلند ہونے لگیں۔شوروغل سن کر ہمسائے بھی جمع ہونے لگے۔اب فروخ اپنا تعارف کرواتے ہیں میرا نام عبدالرحمٰن فروخ ہے اور میں ستائیس سال سے جہاد میں مشغول تھا، آج آیا ہوں تو کوئی مجھے پہچانتا ہی نہیں۔

فروخ کی آواز سن کران کی بیوی نے کواڑوں کے پیچھے سے جھانکا تو شوہر کو پہچان گئی۔امام ربیعہ اور فروخ دونوں کو اندر بلا بھیجا اور پھر امام ربیعہ کو بتایا کہ یہ تمہارے والد ہیں ساتھ ہی فروخ سے کہا کہ یہ نوجوان آپ کا فرزند ہے آپ کے جانے کے چند ماہ بعد پیدا ہوا تھا۔اب دونوں باپ بیٹا مل کر خوب روئے۔

کھانا کھانے اور آرام کے بعد فروخ نے بیوی سے اپنی ان تیس ہزار اشرفیوں کا پوچھا۔ بیوی نے کہا آپ اطمینان رکھئے، ساری رقم محفوظ ہے۔اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔امام ربیعہ اذان سنتے ہی مسجد نبوی چلے گئے۔تھوڑی دیر بعد بیوی نے شوہر سے کہا کہ آپ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھ آئیں۔ مسجد نبوی میں فروخ نے دیکھا کہ ایک صاحب بڑی شان اور وقار کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، تمام لوگ بڑے ادب سے سر جھکائے ہوئے ان کا درس سن رہے ہیں۔ انہوں نے سر پر اونچی ٹوپی پہن رکھی تھی، اس لئے فروخ دور سے پہچان نہ سکے کہ یہ بزرگ کون ہیں۔انہوں نے کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے حیران ہو کر کہا کہ آپ ان کو نہیں پہچانتے، یہ امام ربیعۃ الرائے بن ابی عبدالرحمٰن ہیں۔فروخ کو یہ سن کر اتنی مسرت ہوئی

ہے کہ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے انہوں نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے ان کے بیٹے کا درجہ اس حد تک بلند کیا۔ گھر آکر اپنی بیوی کو بتایا کہ آج میں نے اپنے بیٹے کی جو عزت اور شان دیکھی ہے اس سے پہلے کسی بڑے سے بڑے آدمی کی نہیں دیکھی تھی۔ بیوی نے کہا کہ آپ کو بیٹے کی یہ عظمت وشان پسند ہے یا اپنی تیس ہزار اشرفیاں؟ فروخ نے کہا کہ خدا کی قسم تیس ہزار اشرفیاں اس مرتبے اور شان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ بیوی نے کہا کہ پھر سن لیں کہ میں نے تمام رقم اس کی تعلیم پر خرچ کردی۔

امام ربیعہ کا شمار ائمہ تابعین میں ہوتا ہے۔ علم وفضل میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے ائمہ وقت امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شاگرد تھے۔ لیکن ان کے اس بلند مقام کے پیچھے حقیقتاً ان کی والدہ کا کردار نظر آتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی والدہ

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پانچ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نہایت نیکوکار اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ انہوں نے آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت سے اہتمام کیا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والدہ صاحبہ کا معمول تھا کہ جس روز ہمارے گھر کچھ بھی پکانے کو نہ ہوتا تو فرماتیں ہم آج سب خدا کے مہمان ہیں۔ مجھے یہ سن کر بڑا اچھا لگتا۔ ایک دن کوئی خدا کا بندہ ہمیں ایک بوری آٹا دے گیا۔ لہٰذا چند دن متواتر روٹی ملتی رہی۔ میں تنگ آگیا اور اس آرزو میں رہا کہ والدہ صاحبہ کب یہ فرمائیں گی کہ آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں۔ آخر وہ غلہ بھی ختم ہوگیا اور والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ آج ہم سب خدا کے مہمان ہیں۔ یہ سن کر وہی ذوق وسرور نصیب ہوا جو بیان میں نہیں آسکتا۔

ایک روز حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال پر ملال کا واقعہ سنایا تو ان پر اتنا گریہ طاری ہوا کہ آواز بھی صحیح نہیں سنی جارہی تھی۔ اس دوران یہ شعر پڑھا۔

افسوس ولم کہ ہیچ تدبیر نہ کرد ۔۔۔ شبہائے وصال را بہ زنجیر نہ کرد

پھر فرمایا کی ایک دن نیا چاند دیکھ کر حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی اور نئے چاند کی مبارکباد

پیش کی۔ فرمایا، آئندہ مہینہ کے نئے چاند پر کس کی قدم بوسی کرو گے۔ میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میرا دل بھر آیا اور میں نے روتے ہوئے کہا ''مخدومہ مجھ غریب و بیچارہ کو آپ کس کے سپرد کرتی ہیں'' فرمایا، اس کا جواب کل دوں گی۔ میں نے دل میں سوچا اس وقت جواب کیوں نہیں دیتیں تاہم خاموش رہا۔ اگلے دن تہجد کے بعد خادمہ نے آکر بلایا کہ بی بی تم کو بلا رہی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ خیریت ہے۔ کہا، ہاں۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا، کل تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی میں نے اس کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب میں اس کا جواب دیتی ہوں۔ غور سے سنو۔ فرمایا تمہارا دایاں ہاتھ کونسا ہے؟ میں نے ہاتھ سامنے کر دیا۔ والدہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا، خدایا! اس کو میں تیرے سپرد کرتی ہوں۔ یہ کہا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ والدہ کے اس عمل کی وجہ سے میرا اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل اور یقین بنا کہ پھر تو میں بھی مرمٹا۔

ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار نظر آئے گا ماں کی حیثیت سے۔

مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی کی والدہ محترمہ

ماہرین تعلیم و تربیت اور علمائے نفسیات نے اس حقیقت پر بہت زور دیا ہے کہ بچہ کے ذہن کی سادہ تختی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں، وہ کبھی نہیں مٹتے اور خواہ ان کو مٹا ہوا سمجھ لیا جائے، لیکن درحقیقت وہ مٹتے نہیں، دب جاتے ہیں اور وقت پر ابھرتے ہیں۔

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد ماؤں اور بچوں کی تربیت کرنے والوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے جو اس سادہ تختی پر آسانی کے ساتھ اچھے سے اچھے نقش بنا سکتے ہیں جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم و تربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتی۔

مجھے اس مختصر سے مضمون میں ان چند ابتدائی نقوش کا ذکر کرنا ہے جو بچپن کی سادہ لوح ذہن پر ثبت ہوئے اور جن کا فیض میری زندگی میں برابر شامل رہا۔

ان میں سے ایک بات تو یہ ہے کہ میری والدہ نے بچپن سے اس بات کا بڑا خیال اور نگرانی رکھی کہ میں کسی پر ظلم نہ کرنے پاؤں اور کسی کا دل نہ دکھاؤں، بچہ کے پاس طاقت ہی کیا ہوتی ہے، جو وہ کسی پر ظلم کرے، پھر بھی سب جانتے ہیں کہ بچہ اپنے محدود دائرہ اور

ماحول میں اپنی کمزوری اور بے بسی کے باوجود بہت کچھ ظلم کر لیتا ہے، بچہ کے اندر بھی ایک خودی اور انانیت ہوتی ہے، یہ بچہ کی شخصیت کا اظہار ہے اور زندگی اور ذہانت کی علامت اس انانیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کو جا و بے جا استعمال کرتا ہے، اپنے ہجولیوں پر زیادتی کرتا ہے، نوکروں پر ظلم کرتا ہے کسی کی توہین کرتا ہے، کسی کا مذاق اڑاتا ہے۔

والدہ صاحبہ نے اس کا بڑا اہتمام کیا کہ اگر میں کسی پر ظلم کروں، یا دل دکھاؤں تو اس سے معافی مانگوں، اگر گھر میں کھانا پکانے والی کے لڑکے کو مارتا یا کسی کی توہین کرتا، یا کسی کو ذلیل سمجھ کر کوئی سلوک کرتا تو وہ مجھے سزا بھی دیتیں اور مجھے اس سے معافی مانگنے پر مجبور ہی کرتیں، اکثر یہ سزا صرف معافی مانگنے ہی کی صورت میں ہوتی ہے، بچہ کی ''انانیت'' پر یہ بڑی ضرب ہے اور اس کے لئے بڑی گوشمالی مجھے یاد نہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا گزرا ہو کہ والدہ صاحبہ کے علم میں میری کوئی زیادتی آئی ہو یا توہین اور دل دکھانے کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو اور انہوں نے مجھے یہ سزا نہ دی ہو اور مجھے ''فریق ثانی'' کو راضی کرنے اور معاف کرانے پر اصرار نہ کیا ہو۔

اس تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزار کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اب بھی ''دل آزاری'' اور توہین وتحقیر کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے اور حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں اور اگر کبھی نادانستہ یا بلا ارادہ ایسا قصور ہو جاتا ہے تو جلد سے جلد اسکی تلافی کی کوشش کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔

دوسری چیز جو مجھے خاص طور پر یاد آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مجھے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں اور جلیل القدر ہستیوں کے نام اور کام سے واقف کراتی رہتیں، ان کے نام بڑے عظمت سے لیتیں، اور ان کے حالات سناتیں، یہ شخصیتیں عموماً ہمارے خاندان کی وہ دینی شخصیتیں ہوتیں۔ جن کو دنیاوی جاہ وجلال اور کوئی خاص دولت وثروت حاصل نہ تھی مگر دینی اور علمی حیثیت سے ان کا نام اور کام بہت روشن تھا وہ اس پر زور دیتیں کہ اصل عزت اور باقی رہنے والی دولت یہی دین وعلم کی دولت ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا دماغ اس وقت سے علم دین کی عظمت سے متاثر ہے اور وہ اتنی جلد دنیاوی جاہ وجلال اور مال ومنال کا اثر قبول نہیں کرتا، جتنا اس زمانہ میں ہونا قدرتی بات ہے، میرے دل پر ابھی تک ان بزرگوں کے نام نقش ہیں اور ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے، جن کا والدہ صاحبہ کثرت سے نام لیتیں، بعد میں میں نے ان کے حالات پڑھ کر والدہ صاحبہ کی باتوں کی تصدیق کی اور ان میں بعض کے حالات

لکھے بھی نگران کی بڑائی کا ابتدا نقش اسی زمانہ کا ہے اور ابھی تک کوئی نقش کو مٹا نہیں سکا۔

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دعا و مناجات کا وہ ذوق عطا فرمایا تھا جو اس زمانہ کے خاص بزرگوں ہی میں دیکھنے میں آیا ہے، وہ اپنی اولاد کو بھی دعاء کی تعلیم دیتیں اور دعا کا شوق دلاتیں، چنانچہ ہم بھائی بہنوں کو انہوں نے بعض مختصر دعائیں یاد کرا رکھی تھیں، ان میں سے ایک دعاء ابھی تک یاد ہے جو اس زمانہ میں ورد زبان تھی، یاد آتا ہے کہ عرصہ تک اپنے مضامین کے اوپر بھی اسی کو لکھتے تھے، وہ دعا یہ ہے۔

اللھم آتنی افضل ماتوتی عبادک الصالحین

اے اللہ، اپنے نیک بندوں کو جو افضل سے افضل چیز تو عطا فرماتا ہے وہ مجھے عطا فرمایا یہ ہیں چند ابتدائی نقوش جو حافظہ پر زور ڈالے بغیر ابھر آئے ہیں، سمجھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ (خواتین اور دین کی خدمت)

مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی والدہ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ دو باتوں میں بہت سخت تھیں ایک نماز کے بارے میں مطلق تساہل نہیں برتتی تھیں میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر کبھی سو گیا خواہ کیسی ہی گہری نیند ہوا ٹھا کر نماز پڑھواتیں اور نماز پڑھے بغیر ہرگز نہ سونے دیتیں، اسی طرح فجر کی نماز کیلئے جگا دیتیں اور مسجد بھیجتیں اور پھر تلاوت قرآن پاک کیلئے بٹھا دیتیں۔ (کاروان زندگی)

میرے لکھنو کے قیام اور میری ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں والدہ صاحبہ نے مجھے طویل اور مفصل خط لکھے ہیں اور جن کا منتخب ذخیرہ میرے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے، وہ ان کے دلی جذبات کا آئینہ بلکہ ان کے کمالات اور خداداد صفات کا مرقع ہے جو ان کی زندگی کا اصل جوہر تھا۔

ان خطوط کو ان کی تربیتی افادیت کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے۔

عزیزی علی سلمہ، دعاء

تمہارا اب تک کوئی خط نہیں آیا، روز انتظار کرتی ہوں، مجبور ہو کر خود لکھتی ہوں جلد اپنی خیریت کی اطلاع دو۔

عبد العلی کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا، مگر تمہارے خط سے تو اور تسکین ہوتی، عبد العلی سے میں نے تمہاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ "علی کو اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں، جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں" میں نے کہا، تم روکتے

نہیں، کہا بہت کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں، مگر وہ نہیں خیال کرتے، اس سے سخت تشویش ہوئی، اول تو تمہاری بے خیالی اور ناتجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت، جس سے اندیشہ ہو۔

علی، مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہوگے، مگر خلاف امید تم کہنے میں آگئے اور اتنی محنت گوارا کرلی، خیر، جو کچھ تم نے کیا، یہ بھی اس کی حکمت ہے بشرطیکہ استخارہ کرلیا ہو۔

مجھے تو انگریزی سے بالکل انسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمہاری خوشی منظور ہے، علی، دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں تو انگریزی حاصل کرنے والوں سے کیا امید، بجز عبدالعلی اور طلحہ کے تیسری مثال نہ پاؤ گے، علی، اگر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کررہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی ہے اور کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی والوں کو جاہل اور اس کے علم کو بالکل بیکار سمجھتی ہوں، خاص کر اس وقت میں نہیں معلوم کیا ہو اور کس علم کی ضرورت ہو، اس وقت میں البتہ ضرورت تھی۔

اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے، یہ عام ہے، کون ایسا ہے جو محروم ہے، وہ چیز حاصل کرنا چاہئے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کرسکا، جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان مشتاق ہیں، آرزو میں دل مٹ رہا ہے، مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے، علی تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ، اگر خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان سب پر نظر کرو جنھوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گزار دی ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحب اور مولوی محمد امین صاحب مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی، کس شان وشوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔

یہ مرتبے کیسے حاصل ہوسکتے ہیں، انگریزی مرتبے والے تمہارے خاندان میں بہت ہیں اور ہوں گے، مگر اس مرتبے کا کوئی نہیں اس وقت بہت ضرورت ہے ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یہ انگریزی میں جاہل تھے، یہ مرتبہ کیوں حاصل ہوا۔

علی، اگر میری سو اولادیں ہوتیں تو سب کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخرو

اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں، آمین ثم آمین۔

میں خدا سے ہر وقت دُعاء کرتی ہوں کہ تم میں ہمت اور شوق دے اور خوبیاں حاصل کرنے کی اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے آمین۔

اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ان مرتبوں پر پہنچائے اور ثابت قدم رکھے آمین۔

علی ایک نصیحت اور کرتی ہوں، بشرطیکہ تم عمل کرو، اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ اور احتیاط لازم رکھو، جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کی رائے سے خریدو، باقی وہی کتابیں کافی ہیں، اس میں تمہاری سعادت مندی ظاہر ہوگی اور کتابیں برباد نہ ہوں گی اور بزرگوں کو خوشی ہوگی، اس سعادت مندی کی مجھے بے حد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو۔

قرض کبھی نہ لو، ہو تو خرچ کرو، ورنہ صبر کرو، طالب علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں، تمہارے بزرگوں نے بہت کچھ مصیبتیں جھیلی ہیں اس وقت کی تکلیف باعث فخر سمجھو، جو ضرورت ہو ہمیں لکھو، میں جس طرح ممکن ہوگا، پورا کروں گی، خدا مالک ہے، مگر قرض نہ کرنا، یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے، اگر وفائے وعدہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

صحابہؓ نے قرض لیا ہے، مگر ادا کر دیا ہے ہم کون چیز ہیں علی، یہ بھی تمہاری سعادت مندی ہے کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکا، ان شاء اللہ تعالیٰ موقع ملتے ہی تیار کر کے بھیجوں گی اطمینان رکھو۔

بہت جلد خیریت سے اطلاع دو، اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمہیں ناگوار گزری، ان شاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی، اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمہیں توفیق دے کہنے کی اور تمہارا کلام پر اثر اور خدا کی خوشی و رضامندی کے قابل ہو آمین۔ **اللھم اتنی افضل ماتوتی عبادک الصالحین** باقی خیریت ہے، تم خدا کی رحمت سے تیار رہو، تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔ تمہاری والدہ

سندھ جانے پر تشویش اور کامیابی کی دُعاء

نور چشم علی سلمہ

دعاء اور بہت دعاء تمہارا خط سخت انتظار اور متواتر خطوط بھیجنے کے بعد ملا، بے حد خوشی اور اطمینان حاصل ہوا، مگر جو تم نے سندھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس سے فکر ضرور پیدا ہوگئی ہے نہیں

معلوم وہ کدھر ہے اور وہاں کے حالات کیا ہیں اور کتنے روز رہنا ہوگا اگر عبدہ اور طلحہ کی رائے ہو تو مناسب ہے، مگر تم کل حالات سے اطلاع دو تو بہتر ہے کہ اطمینان ہو جائے، اللہ تعالیٰ تمہیں پوری کامیابی عطا کرے، بس یہی آرزو ہے یہی وجہ تھی کہ جو اس دور دراز سفر کے لئے گوارہ کرلیا، ورنہ ایسے دل والوں کے لئے سخت دشوار اور ناممکن تھا منظور کرنا تمہیں اس کی حفاظت میں دے چکی، وہ بڑا، خوب حفاظت کرنے اور ساتھ دینے والا ہے، میں کیا کرسکتی ہوں، اوندھی کھوپڑی کی۔

تیرے محفوظ کو کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا　　عناصر چھو نہیں سکتے، فلک دھمکا نہیں سکتا

بس یہ کہہ کر دل کو سمجھا لیتی ہوں، مگر پورا یقین ہے اسکی رحمت پر، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعاء ہے کہ وہ تمہیں توفیق دے نیک کاموں کی، اور علوم دین کے پورے مرتبہ پر پہنچائے اور ثابت قدم رکھے کہ دنیا اور آخرت میں نیک نام ہو آمین۔

میری دلی تمنا ہے کہ دونوں جہاں کی خوبیاں تمہیں حاصل ہوں اور تم قابل رشک ہو جاؤ اور میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہوں، آمین۔ یہ سب سفر مبارک ہوں، آمین۔ اللہ تعالیٰ تم سے وہ کام کروائے جو تمہاری فلاح بہبودی، میرے آرام و راحت اور خدا کی رضا مندی اور خوشی کا باعث ہو، آمین تم اپنی خیریت سے جلد اطلاع دیتے رہو، جہاں بھی ہو، وہ مالک ہے، ہم پر رحم کرے گا اور جو کچھ فیض حاصل ہو، مجھے اطلاع دو، دعاء۔ تمہاری والدہ

باقاعدگی سے خط لکھنے کی نصیحت

نور چشم لخت جگر علی سلمہ

دُعا ہا، تمہارے دو خط آئے مفصل، جس سے اطمینان ہوا اس سے بے حد خوشی ہوئی کہ مولانا محمد علی صاحب کے صاحبزادہ بھی تمہارے ساتھ ہیں، دیکھیں کب تک رہنا ہو، اللہ تعالیٰ جلد کامیاب کرے، آمین۔

خاص وقتوں میں میری یہ دعا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ علم دے، جو صحابہ کرامؓ نے حاصل کیا، جس سے ایمان کو قوت ہو اور تمام جھگڑے پاک ہوں اور اس وقت کے فتنوں سے نجات ہو جائے اور پورا پورا اطمینان ہو۔

میں کہہ نہیں سکتی جو میری خواہش ہے اور جس کے لئے مجھے علم دین حاصل کرنے کی خواہش

ہوئی اللہ تعالیٰ میری آرزو پوری کرے اور دنیا و آخرت میں مجھے سرخ رو اور نیک نام کرے، آمین۔ تم یوں ہی برابر خط لکھتے رہو تو خدا کا شکر کروں گی، ان دنوں ابوالخیر وعظ کہتے ہیں ہر جمعہ کو، میدان پور میں بھی ہوتا ہے، خدا کرے تم لوگوں سے اسلام پھیلے اور کفر گھٹے، آمین اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ثابت قدم رکھے، پانچ روپیہ عبدو کو دے دیئے ہیں پھر ان شاء اللہ ملنے پر بھیجوں گی، ماموں صاحب ماموں جی سلام لکھو تو بھائی جی یعنی اپنے ابا جی کو بھی لکھا کرو، محمود، محمد ثانی سلمہا پڑھتے ہیں خدا کرے کہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ ان سے راحت ہو، والسلام۔ تمہاری والدہ

صحت کا خیال رکھنے کی نصیحت

نور چشم، لخت جگر، نور بصر علی سلمہ، طول عمرہ

دعا ہا، خدا پر بھروسہ ہے، وہ تمہارا حافظ و ناصر ہے، تم خط برابر لکھتے رہو تو مجھے تسکین رہے گی، دیکھو ہمت سے زیادہ محنت نہ کرنا، اس موسم میں زیادہ محنت دماغ قبول نہیں کر سکتا، دل و دماغ کی صحت ضروری ہے، اس کا زیادہ خیال رکھو، جہاں تک ممکن ہو ایک ماہ کی محنت ایک دن میں نہ کرنا، اگر تم اس قدر محنت کرو گے تو پھر دنیا کیسے برتو گے، دنیا بھی برتنا عبادت ہے، ہمدردی اور حق پرستی یہ تمام باتیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی ہیں، پھر تمام اعزہ اسکے منتظر رہتے ہیں، خاص کر تمہاری طرف سے بہت کچھ امیدیں ہیں مجھے خواہش ہے کہ تم علم مغرب والوں سے مرتبہ میں زیادہ نکلو کہ علوم دین کی طرف اعتراض کا موقع نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا ہے کہ تمہیں وہ خوبیاں حاصل ہوں کہ تمام وہ خوبیاں جن پر سب کو فخر ہے، ہیچ ہو جائیں اور علوم دین کے سب شائق ہوں، اللہ تعالیٰ میری آرزو پوری کرے، آمین۔

تم خط جلد جلد لکھتے رہو، ورنہ مجھے بے حد تکلیف ہوگی، عبدو تمہارے طرز عمل سے بے حد خوش ہوئے، مجھے لکھا تھا، یہ پہلا خط تھا جس سے یہ مبارک الفاظ ظاہر ہوئے، مجھے بے حد تمنا تھی کہ عبدو کی زبان سے سنوں، خدا کا شکر ہے کہ یہ خواہش پوری ہوئی، یہ تمنا ہے کہ ہر زبان پر تمہاری نیک نامی اور کامیابی ہو آمین۔ اللہ تعالیٰ تمہارے نیک ارادے پورے کرے اور تمہیں ثابت قدم رکھے، اور ان کے راستے پر چلا دے جن پر انعام کیا ہے اور تمہارے عمل کو قبول کرے آمین۔ تمہاری والدہ

مناجات

عزیزی علی سلمہ، دعاہا، تمہارا کارڈ پہنچا یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ تمہارے پرچے اچھے گزرے اور اس مرتبہ پرچوں میں خطرہ تھا، خدا سے ہر وقت دعاء کرتی ہوں، اس کی رحمت کا انتظار کرو، جب اس کی رحمت سے نتیجہ ظاہر ہو جائے تو ان شاء اللہ خوش ہو کر آنا اور جب تک نتیجہ نہ معلوم ہو، روز صبح کو سنت اور فرض کے درمیان خشوع و خضوع کے ساتھ سورۃ فاتحہ اکتالیس بار پڑھتے رہو اور اول و آخر گیارہ بار درود شریف یہ بہت مجرب ہے اور پھر فرض پڑھ کر فاتحہ ایک بار اور الم نشرح تین بار انا انزلناہ گیارہ مرتبہ پڑھ لیا کرو، اول و آخر درود، جس قدر ممکن ہو تو دونوں پڑھ لیا کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو، یہ مناجات تمہارے لئے میں نے خدا سے کی ہے، خدا کرے مقبول ہو، آمین۔

سدا سے تیرے مجھ پر انعام ہیں ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں
جو مانگا دیا، اور دیا بے طلب پھری میں ترے در سے محروم کب
تھی جو کچھ مجھے فکر سب دور کی میں لائی جو حاجت وہ منظور کی
ترے فضل کی کچھ نہیں انتہا جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا
تری شان رحمت سے ہے یہ بعید پھرے در سے تیرے کوئی ناامید
کرم کر میرے حال پر بھی کریم کہ ہے نام تیرا غفور و رحیم
مری سعی و کوشش نہ برباد کر ترے در پہ آئی ہوں امداد کر
دعاء جلد میری یہ ہو مستجاب علی ہو تیرے فضل سے کامیاب
وہ ہو کامیابی جو ہو باسند ہو ایسی سند جو کہ ہو مستند
نہ ہو فکر کوئی نہ رنج و تعب تمنائیں بر آئیں میری یہ سب
خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر
جہاں میں سدا دونوں پھولیں پھلیں سدا یہ شریعت پہ قائم رہیں
یہ سب بہن بھائی رہیں شاد کام جہاں میں ہو اقبال ان کا غلام
خزاں میں جو ہے آج فصل بہار یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار
یہ فضل بہاری رہے تاحیات ہو بہتر کی بہتر حیات اور ممات

دنیا فنا ہونے والی ہے

عزیزی علی سلمہ

دعاہا۔ تمہارا خط آیا۔ میں بالکل انتظار کر کے تھک کر بیٹھ گئی تھی، جیسے ہی تمہارا خط ملا، بے حد خوشی ہوئی، علی، مجھے خدا کی رحمت سے یہ امید قوی ہے کہ تم کسی کے کوئی مرتبے اور کامیابی کا اثر نہ لو گے، کیونکہ یہ دنیا عام ہے اور فنا ہونے والی، قابل رشک وہ ہے جو ہزاروں میں سے ایک کو ملے اور پھر خدا کی طرف سے ہو۔

قسمت کیا ہر شخص کو قسام ازل نے　　　جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

تمہیں اس پر فخر کرنا چاہئے، نہایت ہمت اور قوت سے کرنا چاہئے خدا سے دُعاء کرتی ہوں کہ تمہیں اس سے دلچسپی پیدا کرتا رہے کہ تمام خوبیوں پر ترجیح دیتے رہو، اگر تمہیں ججی یا اور کوئی مرتبہ حاصل ہوتا جو عام ہے تو مجھے اس کے ساتھ ہزار خطرے پیش نظر رہتے اس نے مجھے تمام برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسی بہتر صورت پسند کی، وہ خود حافظ ونگہبان ہوگا، میری فکر کی کوئی ضرورت نہ تھی، بجائے فکر کے میرے دل کو ہر وقت وہ خوشی حاصل ہوتی ہے، جو کسی ذی مرتبہ کو حاصل نہیں، جس قدر فخر کرو کم ہے۔ تمہاری والدہ

تبلیغ میں ترقی کرتے رہو

عزیزی علی سلمہ دعاہا۔ تمہارا خط ملا، اطمینان اور خوشی ہوئی کہ تمہیں ناشتہ وغیرہ سے آرام ہے، ندوہ میں زیادہ رہنے کے عبدو خلاف تو نہیں، اگر وہ اس کے مخالف نہیں تو بہتر ہے، تم خود سمجھ سکتے ہو، تبلیغ میں کوشش کرتے رہو کہ ترقی ہو۔

ابتداء میں جو جوش اور شوق تھا تمہیں اور عبدو کو بھی اس میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے، یہ ضرور ہے کہ ابتدائی حالت نہیں رہ سکتی، مگر سلسلہ جاری رہے۔ شوق بھی بڑھتا رہے گا، اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ تم سے وہ کام کروائے، جو اپنے نیک اور مقبول بندوں سے کروائے ہیں اور تکبر وغرور اور ریا سے بچائے اور تمہاری ترقی وکامیابی قابل رشک ہو، آمین۔ (خواتین اور دین کی خدمت)

اللہ تعالیٰ میری سب دعائیں قبول کرے۔ آمین۔ تمہاری والدہ ۱۳۷۶ھ

تہجد میں قرآن پڑھنے والی خاتون

حضرت جویریہؒ۔ یہ ایک بادشاہ کی لونڈی تھیں اس بادشاہ نے آزاد کردیا تھا اس کے بعد ابوعبداللہ تراہی ایک بزرگ ہیں ان کی عبادت دیکھ کر ان سے نکاح کرلیا تھا اور عبادت کیا کرتی تھیں ایک دفعہ خواب میں بڑے اچھے خیمے لگے ہوئے دیکھے پوچھا یہ کس کیلئے ہیں معلوم ہوا جو لوگ تہجد میں قرآن پڑھتے ہیں اس کے بعد رات کا سونا چھوڑ دیا اور خاوند کو جگا کر کہتیں کہ قافلے چل دیئے۔

فائدہ: بیبیو خود بھی عبادت کرو اور خاوند کو بھی سمجھایا کرو۔ (بہشتی زیور)

حضرت حاتم اصم کی ایک چھوٹی سی لڑکیؒ

یہ ایک بزرگ ہیں کوئی امیر چلا جارہا تھا اس کو پیاس لگی ان کا گھر راستے میں تھا پانی مانگا اور جب پانی پی لیا تو کچھ نقد پھینک کر چلا گیا سب کا توکل پر گذر تھا سب خوش تھے اور گھر میں ان کے ایک چھوٹی سی لڑکی تھی وہ رونے لگی گھر والوں نے پوچھا کہنے لگی کہ ایک ناچیز بندے نے ہمارا حال دیکھ لیا تو ہم غنی ہوگئے اور خدائے تعالیٰ تو ہر وقت ہم کو دیکھتے ہیں افسوس ہم اپنا دل غنی نہیں رکھتے۔

فائدہ: کیسی سمجھ کی بچی تھیں افسوس ہے کہ ان بوڑھیوں کو بھی اتنی عقل نہیں کہ خدا پر نظر نہیں رکھتیں خلقت پر نگاہ کرتی ہیں کہ فلانی سے نفع ہوجاوے گا فلانا مدد کرے گا، خدا کے واسطے دل کو ٹھیک کرو۔ (بہشتی زیور)

صاحب کرامت بی بی حضرت ست الملوکؒ

یہ ملک عرب کی رہنے والی ہیں ان کے زمانہ میں تمام ولی اور عالم ان کی تعظیم کرتے تھے ایک بار بیت المقدس کی زیارت کو آئیں تھیں اس زمانہ میں وہاں ایک بزرگ تھے علی بن علبس یمانی ان کا بیان ہے کہ میں اسی مسجد میں تھا میں نے دیکھا کہ آسمان سے مسجد کے گنبد تک ایک نور کا تار بندھ رہا ہے میں نے جا کر دیکھا تو اس گنبد کے نیچے یہ بی بی نماز پڑھ رہی ہیں اور وہ تار ان سے ملا ہے۔

فائدہ: یہ نور پرہیز گاری کا تھا دل میں تو سب پرہیز گاروں کے پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کبھی ظاہر میں بھی دکھلا دیتے ہیں لیکن اصل جگہ اس نور کی دل ہے بیبیو پرہیز گاری اختیار کرو نیک کاموں کی پابندی کرو جو چیزیں منع ہیں ان سے بچو۔

امام یزید بن ہارون کی لونڈیؒ

یہ حدیث کے بڑے امام ہیں اخیر عمر میں نگاہ بہت کمزور ہوگئی تھی کتاب نہ دیکھ سکتے تھے ان کی یہ لونڈی ان کی مدد کرتی تھی خود کتابیں دیکھ کر حدیثیں یاد کر کے ان کو بتلا دیا کرتی۔

فائدہ: سبحان اللہ اس زمانہ میں لونڈیاں باندیاں عالم ہوتی تھیں اب بیبیاں بھی اکثر جاہل ہیں خدا کے واسطے اس دھبہ کو مٹا دو۔

ابن سماک کوفی کی لونڈیؒ

یہ بزرگ اپنے زمانے کے بڑے عالم ہیں انہوں نے ایک دفعہ اپنی لونڈی سے پوچھا کہ میری تقریر کیسی ہے اس نے کہا تقریر تو اچھی ہے مگر عیب اتنا ہے کہ ایک بات کو بار بار کہتے ہو، انہوں نے کہا کہ میں بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ کم سمجھ لوگ بھی سمجھ لیں کہنے لگی جب تک کم سمجھ سمجھیں گے سمجھدار گھبرا چکیں گے۔

فائدہ: کسی عالم کی تقریر میں ایسی گہری بات سمجھنا عالم ہی سے ہو سکتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لونڈی عالمہ تھی بیبیو لونڈیوں سے تو کم مت رہو، خوب کوشش کر کے علم حاصل کرو، گھر میں کوئی مرد عالم ہو تو ہمت کر کے عربی بھی پڑھ لو پورا مزہ علم کا اسی میں ہے تم کو تو لڑکوں سے زیادہ آسان ہے کیونکہ کمانا دھمانا نہیں اطمینان سے اسی میں لگی رہو، رہا سینا پرونا وہ ہفتوں میں سیکھ سکتی ہو ساری عمر کیوں برباد کرتی ہو۔

باب چہارم

طالبات کیلئے زہد و عبادات کے تربیتی و اصلاحی واقعات

حضرت رابعہ بصری رحمہا اللہ

(۱) رابعہ بصری کا بیشتر وقت نماز پڑھنے میں گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ کوئی پریشان حال آدمی دعاء کروانے کے لئے حاضر ہوا دیکھا تو ظہر کی نماز پڑھنے میں مشغول تھیں۔ جب فارغ ہوئیں تو نوافل کی نیت باندھ لی۔ اسی طرح عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ عصر کی نماز پڑھ کر تسبیح پڑھنے میں مشغول ہو گئیں حتیٰ کہ مغرب ہو گئی۔ نماز مغرب ادا کر کے اوابین کی نیت باندھ لی۔ اسی حال میں عشا کی اذان ہو گئی۔ نماز عشاء کے بعد نفل کی نیت کر لی۔ رکوع اور سجدہ میں مشغول رہیں حتیٰ کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تو مناجات میں محو ہو گئیں۔ بالآخر فجر کی نماز ادا کی تو تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہو گئیں۔ فراغت پر اشراق کے نوافل ادا کئے تو بیٹھے بیٹھے تھوڑی دیر اونگھ آ گئی۔ جب بیدار ہوئیں تو رو رو کر دعا مانگنے لگیں۔ اللھم انی

اللھم انی اعوذبک من عین لاتشبع من النوم۔ (اے اللہ! میں ایسی آنکھ سے تیری پناہ چاہتی ہوں جو نیند سے بھرتی ہی نہیں ہے)

(۲) رابعہ بصریؒ بہت کم گفتگو کیا کرتی تھیں۔ اکثر اوقات کوئی گفتگو کرنی ہوتی تو آیات قرآنیہ کا سہارا لے کر اپنا مطلب بیان کرتیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں۔ جواب میں فرمایا، انسان جو کچھ بولتا ہے فرشتے اسے لکھتے رہتے ہیں۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ قرآن مجید کی آیات کے سوا کچھ نہ بولوں۔ یہ احتیاط اس لئے ہے کہ کہیں میرے منہ سے غلط لفظ نکل جائے اور فرشتے اسے تحریر کرلیں۔ پھر مجھے محبوب حقیقی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ایک شخص نے رابعہ بصریؒ کے سامنے دنیا کی بہت مذمت کی۔ آپ تھوڑی دیر سنتی رہیں پھر فرمایا، اٹھ چلا جا یہاں سے۔ تو نے اتنا وقت دنیا کی مذمت بیان کرنے میں لگا دیا۔ تجھے دنیا سے بہت محبت ہے۔ اگر کسی سے نفرت ہو تو اس کا تذکرہ بھی اچھا نہیں لگتا۔

(۳) ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ سے لوگوں نے پوچھا، کہ ہم نے آپ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ کیا وجہ ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہنسنے سے منع تو نہیں کیا۔ رابعہ نے جواب دیا، بے شک اس نے منع تو نہیں فرمایا، مگر مجھے اس کام کے لئے فرصت نہیں ہے۔ لوگوں نے تعجب سے کہا، کیا ہنسنے کے لئے بھی فرصت درکار ہوتی ہے؟ رابعہ بصریؒ نے کہا، ''ہاں دنیا میں وہی شخص ہنستا ہے جسے اطمینان قلب حاصل ہو اور میں ابھی اس نعمت سے محروم ہوں''۔ حاضرین مجلس نے درخواست کی کہ اپنی بات کی وضاحت فرمادیں۔ رابعہ بصری نے فرمایا، میں نے محبت کے لیے صرف ایک ہی ہستی کا انتخاب کیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔ میں اس خوف سے روتی رہتی ہوں کہ کہیں میری زندگی بھر کی محنت اکارت نہ ہو جائے اور مرتے وقت مجھ سے یہ نہ کہہ دیا جائے کہ تو ہمارے لائق نہیں ہے۔

(۴) رابعہ بصریہؒ نے ساری زندگی تجرد کے عالم میں گزاردی۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ لوگوں میں عارفہ کے نام سے مشہور ہیں مگر آپ نبی علیہ السلام کی نکاح والی سنت پر عمل نہیں کرتیں۔ رابعہ بصریؒ نے جواب میں فرمایا، مجھے تین باتوں کا اندیشہ ہے اگر تم مجھے ان اندیشوں سے نجات دلادو تو میں آج ہی نکاح کرلوں گی۔ میرا پہلا اندیشہ یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان سلامت لے جاؤں گی یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا

جائے گا یا نہیں؟ تیسرا قیامت کے دن کچھ لوگ جنت میں جائیں گے کچھ جہنم میں، تم لوگ بتاؤ کہ میں کس طرف جاؤں گی؟ لوگوں نے کہا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کا کیا حشر ہوگا؟ رابعہ بصری نے انتہائی پرسوز لہجے میں فرمایا، تم خود ہی بتاؤ کہ جس عورت کو اس قدر غم ہوں وہ شوہر کی خدمت کا بوجھ کیسے اٹھا سکتی ہے؟ ایک بار کسی شخص نے آپ کی گوشہ نشینی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا "ذرا باہر نکل کر دیکھئے کہ کیسی بہار آئی ہوئی ہے۔"

رابعہ بصری نے بے ساختہ جواب دیا "میرا کام صانع کو دیکھنا ہے اس کی صنعت کو نہیں"۔

(۵) ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ نے رات دن متواتر پانی سے روزہ رکھا اور پانی سے ہی افطار کیا۔ گھر میں کھانے کے لئے روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں تھا۔ جب افطار کا وقت قریب ہوا تو آپ پر بھوک کا غلبہ ہوا۔ نفس نے آپ سے فریاد کی "رابعہ آخر تو کب تک مجھے بھوکا رکھے گی" ابھی آپ کے دل میں یہ خیال ہی گزرا تھا کہ کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائیں تو ایک نیازمند کھانا لئے کھڑا تھا۔ رابعہ بصریؒ نے کھانا قبول فرمالیا اور نفس سے مخاطب ہو کر کہا "اللہ تعالیٰ نے کھانے کا انتظام کر دیا ہے ابھی تیری خواہش پوری ہو جائے گی" یہ کہہ کر آپ نے کھانا رکھ دیا اور چراغ جلانے کے لئے اندر چلی گئیں۔ واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک بلی نے کھانے کے برتن الٹ دیئے ہیں اور زمین پر گرا ہوا کھانا کھا رہی ہے۔ رابعہ بصری بلی کو دیکھ کر مسکرائیں اور فرمایا "شاید یہ کھانا تیرے لئے بھیجا گیا ہو اطمینان سے کھالو"

افطار کا وقت قریب ہو چکا تھا۔ رابعہ بصریؒ نے چاہا کہ پانی ہی سے روزہ افطار کر لیں۔ اتنے میں تیز ہوا کا جھونکا آیا اور چراغ بجھ گیا۔ رابعہ بصریؒ اندھیرے میں آگے بڑھیں۔ اتفاق سے پانی کا برتن گرا اور ٹوٹ گیا۔ سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ عجیب صورتحال تھی۔ بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "الٰہی یہ کیا راز ہے میں گنہگار نہیں جانتی کہ تیری رضا کیا ہے؟ جواب میں ہاتف غیبی نے کہا "اے میری محبت کا دم بھرنے والی اگر تو چاہتی ہے کہ تیرے لئے دنیا کی نعمتیں وقف کر دوں تو پھر میں تیرے دل سے اپنا غم واپس لے لوں گا۔ کیونکہ میرا غم اور دنیا کی نعمتیں ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اے رابعہ! ایک تیری مراد ہے اور ایک میری مراد ہے تم ہی بتا دونوں مرادیں ایک جگہ کیسے رہ سکتی ہیں" رابعہ بصری نے جب یہ آواز سنی تو اپنی رضا کو ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا میں گم کر دیا اور کشتگان خنجر تسلیم میں شامل ہو گئیں۔

(۶) رابعہ بصریؒ عشق الٰہی میں اس قدر مستغرق رہتی تھیں کہ خوشی اور غم اپنی حیثیت کھو بیٹھتے تھے۔ آپ خوف اور طمع سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو پسند کرتی تھیں۔ ایک بار آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی تو اہل بصرہ نے دیکھا کہ آپ ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے ہاتھ میں پانی لئے چلی جارہی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا، یہ کیا ہے اور آپ کہاں جارہی ہیں۔ رابعہ بصریہ نے کہا:

"میں اس پانی سے دوزخ کو بجھانا چاہتی ہوں اور اس آگ سے جنت کو جلانا چاہتی ہوں تاکہ لوگ جنت و جہنم کے لالچ اور خوف سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں"

یہ رابعہ بصریؒ کے جذب و مستی کی بات ہے ورنہ عام مومنین کو تو قرآن مجید میں خوف و طمع دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ مناجات میں کہا۔

"اے اللہ! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں ہی ڈال دینا اور اگر میری ریاضت حصول جنت کے لئے ہے تو اسے مجھ پر جنت حرام کردینا اور اگر میری عبادت فقط تیری رضا کے لئے ہے تو مجھے اپنے دیدار سے ہرگز محروم نہ رکھنا۔"

ایک مرتبہ آپ نے تہجد کے وقت مناجات کرتے ہوئے فریاد کی

"اے اللہ! رات آگئی دن چلا گیا، ستارے چھٹکنے لگے، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کرلئے ایک تیرا دروازہ کھلا ہے میں تجھ سے تجھی کو مانگتی ہوں۔"

ایک مرتبہ آپ نے مناجات میں یہ دعا مانگی۔ "اے اللہ! جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے، شیطان کو مجھ پر مسلط ہونے سے روک دے"۔

(۷) ایک مرتبہ ایک نوجوان آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اس نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ سر میں درد ہے۔ اور پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ آپ نے عمر پوچھی تو اس نے کہا، تیس سال۔ آپ نے فرمایا کہ تیس سال تیرے سر میں درد نہ ہوا، تو نے شکریئے کی پٹی تو کبھی نہ باندھی۔ پہلی مرتبہ درد ہوا تو شکوے کی پٹی فوراً باندھ لی۔ وہ نوجوان یہ سن کر شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے اندر صبر پیدا کرنے کی نیت کرلی۔

(۸) ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے "اللہ تعالیٰ نے مرد کو فضیلت بخشی ہے، ہمیشہ مرد ہی کو نبوت و رسالت کا منصب عطا ہوا ہے۔ کسی عورت کو نبی

نہیں بنایا گیا"۔ رابعہ بصریؒ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ کا یہی نظام ہے مگر ایک بات غور سے سن لو کہ مردوں نے ہی خدا ہونے کا دعویٰ کیا ہے کسی عورت نے آج تک خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۹) ایک مرتبہ آپ اپنے عبادت خانے میں سوئی ہوئیں تھیں کہ ایک چور اندر داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ فقط ایک چادر کے سوا کچھ موجود نہیں۔ اس نے چادر اٹھائی اور جانے لگا۔ اچانک اس کی بینائی زائل ہو گئی۔ اور اسے دروازہ نظر آنا بند ہو گیا۔ وہ گھبرا گیا چادر اس کے ہاتھ سے نیچے گر گئی۔ اسے دروازہ دوبارہ نظر آنے لگا۔ اس نے سوچا یہاں سے نکل جاؤں کہیں بینائی ہمیشہ کے لئے زائل نہ ہو جائے۔ جب دروازے سے نکلا تو ایک آواز آئی "اگر ایک دوست سویا ہوا ہے تو دوسرا دوست جاگتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے ہمیشہ کے لئے چوری سے توبہ کر لی۔

(۱۰) ایک مرتبہ رابعہ بصریؒ کے ہاں پانچ درویش حاضر ہوئے۔ کھانے کا وقت قریب تھا چنانچہ رابعہ بصری نے خادمہ کو بلا کر پوچھا، مہمانوں کو پیش کرنے کے لئے گھر میں کچھ موجود ہے؟ اس نے کہا، صرف ایک روٹی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا، ایک روٹی پانچ مہمانوں کے لئے ناکافی ہے۔ اتنے میں ایک سوالی نے دروازے پر صدا لگائی۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے خادمہ سے کہا کہ وہ روٹی ضرورت مند کو دے دو۔ خادمہ نے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ دیر بعد خادمہ نے بتایا کہ ایک شخص کھانا لے کر آیا ہے۔ رابعہ بصریؒ نے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا، دو روٹیاں ہیں۔ رابعہ بصریؒ نے کہا کہ اسے واپس بھیج دو وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ خادمہ نے روٹیاں واپس کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد خادم نے اطلاع دی کہ ایک اور شخص کھانا لایا ہے۔ رابعہ بصریؒ نے پوچھا کتنی روٹیاں ہیں؟ اس نے کہا، پانچ۔ رابعہ بصریؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ کھانا لانے والے کو واپس بھیج دو وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ خادمہ نے اسے بھی بھیج دیا۔ تھوڑی دیر بعد خادمہ نے بتایا کہ ایک شخص کھانا لایا ہے اور اس میں گیارہ روٹیاں ہیں۔ رابعہ بصریؒ نے کہا کہ ہاں قبول کر لو یہ ہمارا رزق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ مہمان حضرات یہ سب کچھ دیکھ کر مجسمہ حیرت بن گئے۔

اتنے میں خادمہ نے دسترخوان پر کھانا چن دیا۔ جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو مہمانوں نے سوال پوچھا کہ آپ نے دو مرتبہ کھانا واپس بھیج دیا تیسری مرتبہ قبول کیا اس میں کیا راز ہے؟

رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا کہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ دنیا میں ایک کے بدلے میں دس اور آخرت میں ستر دوں گا۔ میں نے ایک روٹی خلوص نیت کے ساتھ سائل کو دی۔ مجھے پکا یقین تھا کہ ایک کے بدلے میں دس ملیں گی۔ پہلا شخص دو روٹیاں لایا۔ دوسرا پانچ لایا، میں سمجھ گئی کہ یہ ہمارا رزق نہیں ہے۔ تیسرا گیارہ روٹیاں لایا۔ ایک کے بدلے دس اور گیارہویں روٹی جو سائل کو دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بھی واپس کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی دیکھئے کہ اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کی شان توکل کو دیکھ کر تمام درویش حیران ہو گئے۔

(۱۱) رابعہ بصریؒ کی موت کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے لوگ عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ رابعہ بصریؒ نے کہا ''فرشتوں کے لئے راستہ چھوڑ دو'' لوگ باہر چلے گئے کچھ دیر اندر گفتگو کی آوازیں آتی رہیں۔ جب خاموشی چھا گئی لوگوں نے دروازہ کھول کر دیکھا کہ رابعہ بصریؒ دنیا سے اس طرح رخصت ہو چکی تھیں جس طرح باد نسیم کا کوئی جھونکا تیزی سے گذر جاتا ہے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم فشانی کرے ۔۔۔ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بی بی شعوانہؒ کا محبت الٰہی

دوسری صدی ہجری میں نہایت پاکباز اور خدا رسیدہ خاتون گزری ہیں۔ ایران کی رہنے والی تھیں۔ ان کا مستقل قیام شہر ابلہ میں تھا۔ نہایت عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے خوش الحانی کی نعمت بدرجہ وافر عطا کی تھی۔ قرآن حکیم کی تلاوت ایسی پرسوز آواز میں کرتی تھیں کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ ان کے مواعظ و خطبات بھی نہایت موثر ہوتے تھے اور ان کی مجالس وعظ میں بڑے بڑے زہاد اور عباد حاضر ہوا کرتے تھے۔

نہایت رقیق القلب تھیں اور یاد خدا میں اکثر رویا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ لوگوں نے کہا۔ آپ اس قدر نہ رویا کریں مبادا آنکھوں کو نقصان پہنچ جائے۔

فرمایا: ''دنیا میں رو رو کر اندھا ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ دوزخ کا عذاب اندھا کر دے''

پھر فرمایا: جو آنکھ اپنے محبوب کے دیدار سے محروم ہے اور پھر اس کے دیدار کی مشتاق بھی ہے بغیر گریہ وزاری کے ایسی آنکھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لوگ انہیں رونے سے منع کرتے تو کہتیں۔

"کاش خوف خدا سے روتے روتے میں اندھی ہو جاؤں، اتنا روؤں کہ آنسو خشک ہو جائیں پھر خون روؤں یہاں تک کہ میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ تک نہ رہے"

ایک مرتبہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ اس وقت بی بی شعوانہؒ بہت ضعیف العمر ہو چکی تھیں۔ انہوں نے حضرت فضیلؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیوں بھائی تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ایسا واسطہ ہے کہ اگر میں دعا کروں تو قبول ہو جائے۔ کوئی ایسی بات ہو تو بتا دو جو قبولیت کا سبب بن جائے۔ یہ سن کر حضرت فضیلؒ خوف خدا سے کانپنے لگے اور پھر چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

حضرت شعوانہؒ کے یہ تین اقوال بہت مشہور ہیں۔

1۔ خدا کی محبت کا پیاسا کبھی سیراب نہیں ہو سکتا۔

2۔ جو آنکھ اپنے محبوب و مطلوب کے دیدار سے محروم ہو اس کو روتے رہنا ہی بہتر ہے۔

3۔ جو خود نہ رو سکتا ہو اس کو رونے والوں پر رحم کھانا چاہئے۔ وہ اپنی بدنصیبی اور گناہوں پر روتے ہیں۔

بی بی ام محمد رحمہا اللہ

شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن حنیف کی والدہ ماجدہ تھیں۔ زہد و عبادت میں یگانہ روزگار تھیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے۔

ان کا وطن مالوف شیراز تھا وہاں سے اپنے فرزند حضرت ابو عبداللہؒ کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا۔ تذکرہ نگاروں نے ان کے بہت سے مجاہدات اور مکاشفات کا ذکر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو عبداللہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شب بیداری کیا کرتے تھے کہ شاید ان کو لیلۃ القدر نصیب ہو جائے۔ ایک رات وہ اسی طرح بالا خانے میں جاگ کر ذکر الٰہی کر رہے تھے کہ ان کی والدہ (ام محمد) نے جو گھر کے اندرونی حصے میں قبلہ رو بیٹھ کر عبادت الٰہی میں مشغول تھیں، آواز دی۔

اے محمد، اے فرزند، آنچہ   تو آنجا مے طلبی اینجاست

(اے محمد، اے بیٹے، جس چیز کا تو وہاں طلب گار ہے وہ یہاں ہے)

شیخ ابو عبداللہؒ یہ سن کر بالا خانے سے نیچے اترے تو دیکھا کہ انوار لیلۃ القدر سے ان کی والدہ کا حجرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ اسی وقت والدہ کے قدموں میں گر پڑے۔ خود فرماتے ہیں کہ اس دن سے مجھے اپنی والدہ کی حقیقی قدر معلوم ہوئی۔ بی بی ام محمد نے 312 ہجری میں وفات پائی۔

بی بی ریحانہ مجنونہ رحمۃ اللہ علیہا

ابو الربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور محمد بن منکدر اور ثابت بنانی رحمہم اللہ ایک رات ریحانہ مجنونہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس رہے۔ شروع رات میں انہیں دیکھا کہ کھڑے ہو کر انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

قام المحب الی المومل قومه　　　كاد الفواد من السرور يطير

(یعنی عاشق اپنی امیدگاہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہے کہ دل خوشی کے مارے اڑا جا رہا ہے)

اور جب آدھی رات ہوئی تو یہ شعر پڑھے

لاتانس بمن توحشک نظرته　　　فتمنع من التذكار فى الظلم

حضرت حفصہ رحمہا اللہ

عبدالکریم بن معاویہؒ کہتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ حفصہؒ ہر رات نصف قرآن پڑھتی ہیں اور سوائے عیدین اور ایام تشریق کے ہمیشہ روزہ رکھتی ہے (عیدین، یوم الفطر یوم الاضحیٰ اور ایام تشریق ان میں روزے رکھنے شرعاً ممنوع ہونے کی وجہ سے)۔ صفحات نیرات من حیاۃ السابقات

حضرت حفصہؒ بنت سرینؒ کی عبادت کے بارے میں

حضرت حفصہ اپنی جائے نماز میں (تیس ۳۰) سال رہیں صرف اپنی ضروری حاجت اور قیلولہ کیلئے نکلتیں (قیلولہ مختصر دوپہر میں آرام کرنے کو کہتے ہیں) صفحات نیرات من حیاۃ السابقات۔

ام محمد زینب بنت احمد رحمہا اللہ

ام محمد زینب بنت احمد بن عمر بن ابوبکر مقدسی المعرۃ الراحلۃ ہیں، یعنی طویل عمر پائی، اور حدیث کے لیے بہت زیادہ طول طویل اسفار کیے انہوں نے شیخ ابن اللتی اور شیخ ہمدانی

سے روایت کی ثقفیات مسند عبد بن حمیدؒ اور مسند دارمی کی روایت میں منفرد تھیں، اس لیے طلبہ حدیث نے ان سے روایت کے لیے دور دور سے سفر کیا، مدینہ منورہ اور مصر میں بھی انہوں نے حدیث کا درس دیا، ۹۴ سال کی عمر میں ذوالحجہ ۷۲۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عائشہ باعونیہ رحمہا اللہ

حضرت عائشہؒ بنت یوسف باعونیہ شیخ نیک عالمہ تھیں۔ یہ عبدالوہاب دمشقی کی والدہ تھیں اپنے زمانہ کے اندر یہ ممتاز علماء میں سے تھیں۔ یہ قاہرہ میں مسند افتاء پر مقرر ہوئیں۔ کئی کتابیں لکھیں ان میں سے فتح حنفی، الملامح الشریفہ در الغائص فی بحر المعجزات والخصائص۔ اور الاشارات الخفیہ فی منازل العلیہ۔ القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع کو مختصر کیا اور بدیعیہ کی شرح وغیرہ اور متعدد کتابیں لکھی۔ صفحات نیرات من حیاۃ السابقات

اللہ سے ڈرنے والی عورت کی عجیب باتیں

حضرت سفیان ثوریؒ نے ایک دن ایک عورت کا ذکر کیا جو بہت عبادت گزار تھی پھر اس کی شان کا ذکر کیا پھر میں نے کہا آپ کو ان کے کلام سے کوئی بات یاد ہے فرمایا۔ ہاں وہ کہتی ہے اگر آسمان سے ندا آ جائے کہ سب سے بڑا مجرم مر جائے تو وہ مرنے والی میں ہی ہوں گی۔ اور فرماتی تھی لمبی امیدیں رکھنا نجات کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔

ملتزم پر ایک نیک عورت کی عجیب دعا

حضرت سعید ارزق باہلیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات طواف کر رہا تھا ایک عورت ملتزم (اس مقام کا نام جو بیت اللہ کے ملحق ہی دیوار ہے حدیث میں ہے کہ اس مقام پر کھڑے ہو کر اللہ سے جو دعا کی جائے اللہ قبول فرماتے ہیں) پر آئی اور پھر رونے لگی روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی میں جب اس کے قریب ہوا اور سنا تو وہ کہہ رہی تھی۔

اے وہ ذات جس کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ وہم اس کے خلط ہونے کا نہیں ہے (اس پر معاملہ خلط نہیں ہوتے) اور اس کو حوادثات تبدیلی نہیں لا سکے اور کوئی تعریف کرنے والا اس کی کما حقہ تعریف نہیں کر سکتا۔ یعنی (جس تعریف کے آپ قابل ہیں ویسے کوئی آپ کی تعریف نہیں کر سکتا اے وہ ذات جو سمندر کے ذروں کو جانتے ہیں اے وہ ذات جو بارش کے قطروں کی تعداد کو جانتے ہیں درختوں کے پتوں کو جانتے ہیں جتنے دن آئے اور جتنی

راتیں آئیں ان کی تعداد بھی جانتے ہیں اس سے آسمان کی بلندی چھپی ہوئی نہیں اور نہ ہی زمین کی پستی اس سے چھپی ہوئی ہے اور نہ پہاڑوں کے اندر کی چیزیں اور نہ ہی سمندروں کی تہوں میں پڑی ہوئی چیزیں، اس سے چھپی ہوئی ہیں۔ پھر اس نے دعا شروع کر دی۔

آپ میری آخری عمر بہترین بنا دیجئے اور جس دن آپکی ملاقات ہو (موت آئے) ان دونوں کو بہترین بنا دیجئے جس گھڑی میں اس دار الفناء کو (دنیا) چھوڑوں اور دار البقاء (آخرت) کی طرف آؤں تو اس گھڑی کو بہترین بنا دیجئے آخرت میں آپکے اولیاء کی عزت ہوگی اور آپکے دشمنوں باغیوں کی توہین ہوگی۔

حضرت معاذہ نصیحت کرتے ہوئے رو پڑیں

بنی عدی کی ایک عورت جس کو معاذۃ بنت عبداللہ نے دودھ پلایا کہتی ہیں کہ مجھے معاذہؒ نے کہا اے بیٹی! اللہ کی ملاقات خوف اور امید کے درمیان ہوگی اور جس دن ملاقات ہوگی امید والے کو اچھا بدلہ ملے گا اور ڈرنے والے کو اللہ امان دیدیں گے جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر وہ رونے لگیں حتی کہ بہت زیادہ روئیں۔

حضرت عاتکہؒ کی ضرار طفاویؒ کو نصیحت

حضرت عبداللہ بن محمد تیمی فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک ہم مجلس نے جس کو ضرار طفاوی کہا جاتا تھا انہوں نے کہا کہ مجھے ایک عابدہ عورت ملی جس کو عاتکہ کہا جاتا تھا اس نے کہا کہ اے ضرار جتنا تجھ سے ہو سکے اللہ سے تعلق پیدا کرنے میں جلدی کر کیوں کہ یہ تعلق بڑے امور کے آنے کے وقت تجھے فائدہ دے گا۔ اور اپنی ضرورتوں کو اس کی طرف سے منقطع کر دے۔ جان لے کہ نہیں پاتے فرماں بردار اللہ کی اطاعت کی مٹھاس کے علاوہ کوئی زیادہ مٹھاس۔ اور ایک گھڑی اطاعت کی فرمانبرداروں کے دلوں میں تمام دنیا سے زیادہ مزے دار معلوم ہوتی ہے اور کسی چیز کا گم ہونا اس میں بھی ثواب کی امید رکھتا ہے اے بھائی! قبل اس کے کہ تیری کوشش ناکام ہو جائے مرنے سے اعمال میں جلدی کر لے اس لئے کہ دنیا عارف کو اچھی نہیں لگتی دنیا کو مقصود وہی لوگ بناتے ہیں جو دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ صفحات نیرات من حیاۃ السابقات

زینب بنت کمال الدین رحمہا اللہ

مسندۃ الشام ام عبداللہ زینب بنت کمال الدین احمد بن عبدالرحیم مقدسیہ نے محمد بن عبدالہادی خطیب مراد، یلدانی، سبط ابن جوزی اور دوسرے محدثین سے درس حدیث لیا، اور عجیبہ

باقداریہ، ابن الخیر، ابن العلیق اور عدد کثیرؒ سے حدیث کی روایت کی اجازت پائی، ان کے درس حدیث میں کثرت سے طلبہ شریک ہوتے تھے، متعدد کتب حدیث کی روایت میں منفرد تھیں اور بڑی بڑی کتابوں کی روایت کی، ۹۴ سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاولیٰ ۷۴۰ھ میں انتقال کیا۔

عائشہ بنت محمد مقدسیہ رحمہما اللہ

عائشہ بنت محمد بن عبدالہادی مقدسیہؒ اپنے زمانے میں دمشق کی سیدۃ المحدثین تھیں۔ امام حافظ حجار سے صحیح بخاری پڑھی تھی۔ آخری عمر میں حدیث کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان کی جلالت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے اور کئی کتابیں پڑھی ہیں، تعلیم میں ان کا اسلوب تعلیم و تدریس نہایت آسان اور سہل تھا، بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مسندہ تھیں۔ ۸۲۶ھ میں انتقال کیا۔

ایک زاہد کی باندی کا عجیب واقعہ

محمد بن عبید زاہد کہتے ہیں کہ میری پاس ایک باندی تھی میں نے پہلے تو اس کو بیچ دیا پھر میرا دل اس کے غم میں دوچار ہو گیا تو میں اس کے نئے مولی کے پاس گیا اس کے کچھ دوستوں بھائیوں کی جماعت کے ساتھ تاکہ وہ مجھے میری باندی واپس کر دے پھر ہم نے اس کو جا کر کہا باندی واپس کر دو اس کے بدلے میں منہ مانگا نفع مزید لے لو لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر میں اس کے پاس بڑا رنجیدہ و غمگین ہو کر نکلا رات ساری جاگ کر بسر کی پتہ نہیں چلتا تھا کہ اب کروں کیا؟ تو میں نے باندی کا نام اپنی ہتھیلی پر لکھ کر رکھ لیا جب بھی اس کی کوئی بات کوئی ادا یاد آتی اپنی ہتھیلی آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا اے میرے آقا (الہ) یہ میرا قصہ ہے رحم فرمائیے پھر جب دو راتیں گزر گئیں تو صبح کو دروازہ کھٹکھٹا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا باندی کا مالک پھر اس نے باندی واپس کر دی میں نے کہا یہ اپنا مال اور منافع لے لو کہا مجھے کچھ بھی نہیں چاہیئے۔ میں نے پوچھا کیوں؟ کہا رات کسی ایک نے خواب میں کہا باندی ابن عبیداللہ کو واپس کر دو تیرے لئے اس کے بدلے میں جنت ہے۔ (روضۃ المجلس)

باب پنجم

محدثات وعالمات کا

خدمت حدیث

عاتقؒ کا قلب سلیم کی عجیب تفسیر بیان کرنا

احمد بن حواریؒ کہتے ہیں کہ مجھے میری بیوی رابعہؒ نے بیان کیا کہ میں اپنی بہن عاتق کے پاس موصلی گئی اس نے مجھ سے کہا تجھے علم ہے اللہ کے اس فرمان الامن اتی اللہ بقلبٍ سلیمٍ کا۔ میں نے کہا کہ نہیں، اس نے کہا کہ قلب سلیم وہ ہے کہ جس میں اللہ کے علاوہ اور کوئی دوسرا نہ ہو احمدؒ کہتے ہیں میں نے یہ بات سلیمانؒ سے کہی سلیمان نے کہا یہ راہبہ کا کلام نہیں یہ انبیاء کا کلام ہے۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابات)

میمونہؒ کا قرآن سے عجیب استدلال کرنا

ابراہیم خواصؒ اپنی بہن میمونہؒ کے پاس آئے اور یہ اس کی والدہ کی طرف سے بہن تھیں ان سے کہا کہ بہن آج میرا دل تنگ ہو رہا ہے میمونہؒ نے کہا کہ جس کا دل تنگ ہو جائے اس پر دنیا اور اس کی نعمتیں تنگ ہو جاتی ہیں اللہ فرماتے ہیں حتی اذا ضاقت علیھم الارض الخ کہ زمین باوجود وسعتوں کے ان پر تنگ ہوگئی زمین میں وسعت تھی لیکن ان پر انکے دلوں نے تنگ کر دیا اور پھر جو کچھ زمین میں تھا سب ان پر تنگ ہو گیا۔ (صفحات نیرات من حیاۃ السابقات)

بی بی آمنہؒ رملیہؒ کا حصول علم

حضرت آمنہ رملیہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار دوسری یا تیسری صدی ہجری کی جلیل القدر عالمات و عارفات میں ہوتا ہے۔ تقریباً 163ھ میں بغداد کے ایک نواحی شہر رملہ میں پیدا ہوئیں۔ بچپن ہی سے بہت ذہین اور علم حاصل کرنے کی شائق تھیں۔ لیکن والدین بہت غریب تھے وہ ان کی تعلیم کا کوئی خاص اہتمام نہ کر سکے البتہ گھر پر جو معمولی تعلیم دے سکتے تھے دے دی۔ جب ذرا بڑی ہوئیں تو اپنی والدہ کے ساتھ حج کیلئے مکہ معظمہ گئیں، اس زمانے میں ایک بزرگ عالم دین مسجد حرام میں درس دیا کرتے تھے۔ حضرت آمنہؒ ان کے حلقہ درس میں داخل ہو گئیں اور ایک عرصہ تک ان سے قرآن و حدیث کا علم حاصل کرتی رہیں۔ جب وہ وفات پا گئے تو حضرت آمنہ مدینہ منورہ چلی گئیں جہاں امام مالکؒ نے مسند درس بچھا رکھی تھی۔ حضرت آمنہ ایک مدت تک ان سے علم حدیث حاصل کرتی رہیں اور بہت سی احادیث زبانی یاد کرلیں۔ حافظ عبدالبرؒ کے اندازے کے مطابق ان سے مروی حدیث کی تعداد 100 کے لگ بھگ ہے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ مکہ معظمہ چلی گئیں اور امام شافعیؒ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً 36 سال کی ہو چکی تھی۔ امام شافعیؒ مصر تشریف لے گئے تو وہ کوفہ پہنچ گئیں جہاں بہت سے علماء و فضلاء موجود تھے۔ حضرت آمنہؒ نے ان سے بھی بڑے ذوق و شوق سے کسب فیض کیا اور تمام علوم دینی میں یکتائے روزگار ہو گئیں۔ جب کوفہ سے وطن واپس گئیں تو ان کے علم و فضل کا چرچا دور دور تک پھیل چکا تھا۔ انہوں نے مخلوق خدا کو فیض پہنچانے کی خاطر اپنا حلقہ درس قائم کیا تو لوگ تحصیل علم کیلئے جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے بڑے بڑے علماء بھی سماعت حدیث کے لئے ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔

209ھ میں انہیں بغداد جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک درویش کامل کی توجہ سے ان کی زندگی میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اپنا تمام مال و اسباب راہ خدا میں دے دیا اور درویشانہ زندگی اختیار کرلی۔ اب ہر وقت عبادت الٰہی اور گریہ وزاری میں مشغول رہتی تھیں، اسی حالت میں سات حج پیادہ پا کیے۔ ان کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کی بناء پر لوگ ان

کو خاصان خدا میں شمار کرتے تھے اور ان کا حد سے زیادہ احترام کرتے تھے۔ ان کی جلالت شان کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اس دور کے ایک عظیم المرتبت ولی اللہ حضرت بشر حافیؒ کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت کے چوتھے امام حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی ان کی عظمت وجلالت کے معترف تھے۔

عیادت

ایک دفعہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو حضرت آمنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئیں اتفاق سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے آئے انہوں نے حضرت بشر حافیؒ سے پوچھا یہ کون خاتون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ آمنہ رملیہ ہیں، میری عیادت کو آئی ہیں۔ امام صاحبؒ نے ان کی شہرت سن رکھی تھی۔ چنانچہ ان کو قریب پا کر بہت خوش ہوئے اور حضرت بشر حافی رحمہ اللہ سے فرمایا۔ ان سے کہئے میرے لئے دعا کریں۔ حضرت بشر حافیؒ نے حضرت آمنہ رملیہؒ سے عرض کیا کہ یہ احمد بن حنبلؒ آپ سے دعاء کیلئے درخواست کر رہے ہیں۔

حضرت آمنہؒ نے ہاتھ اٹھا کر نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی

”اے اللہ! احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور بشر حافی رحمۃ اللہ علیہم دونوں جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے ہیں، تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے، ان کو اس آگ سے محفوظ رکھ“

بعض تذکرہ نگاروں نے اس واقعہ کو حضرت آمنہ رملیہؒ کی کرامت کے طور پر بیان کیا ہے وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بیان منسوب کرتے ہیں کہ اسی رات کو آسمان سے ایک پرچہ میری گود میں آ کر گرا میں نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا ہوا تھا کہ ہم نے کر دیا اور ہم زیادہ بھی کر سکتے ہیں۔

ایک دفعہ کسی رئیس نے دس ہزار اشرفیاں ان کی نذر کرنا چاہیں۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ جب اس نے بہت اصرار کیا تو رکھ لیں لیکن ان کو ہاتھ نہ لگایا اور شہر میں منادی کرادی کہ جن کو روپیہ کی ضرورت ہو وہ آ کر مجھ سے لے جائیں۔ چنانچہ حاجت مند لوگ آتے تھے اور بقدر ضرورت ان سے رقم لے جاتے تھے۔ شام ہوتے ہوتے انہوں نے تمام اشرفیاں تقسیم کر دیں حالانکہ اس دن ان کے گھر میں کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آمنہؒ کا معمول تھا کہ نصف شب کو بیدار ہو جاتیں اور صبح تک نہایت خشوع و خضوع سے عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں۔ ایک دفعہ میں نے انہیں یہ دعا مانگتے سنا۔

''اے خالق ارض و سماء تیری نعمتیں بے حد و بے حساب ہیں لیکن کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کی قدر نہیں کرتے۔ تو ارحم الرحمین ہے مگر دنیا تجھ کو بھولی ہوئی ہے۔ اے میرے پیارے آقا! میری عزت تیرے ہی ہاتھ میں ہے قیامت کے دن سب کے سامنے مجھے رسوا نہ کرنا اگر ایسا کیا تو لوگ کہیں گے کہ اللہ نے اپنی بندی کو رسوا کیا جو اس سے محبت کرتی تھی۔ اے میرے پیارے آقا! تجھ کو یہ بات یقیناً گوارا نہ ہوگی۔ اگر تو نے اس کو گوارا کیا تو میں ہرگز ہرگز اسے گوارا نہ کروں گی کہ لوگ تجھے الزام دیں''

جمال النساء بی بی ام الخیر

بغداد میں پیدا ہوئیں اور علم و فضل کے اعتبار سے آسمان شہرت پر آفتاب بن کر چمکیں ان کے تبحر علمی کی وجہ سے لوگ ان کو ''جمال النساء'' کے لقب سے یاد کرتے تھے انہوں نے ابن البطی، ابوالمظفر کاغذی اور شجاع الحربی جیسے بلند پایہ علماء سے علم حدیث حاصل کیا پھر خود مسند درس بچھائی اور سینکڑوں لوگوں کو حدیث کی تعلیم دی۔

ان سے کسب فیض کرنے والوں میں فاطمہؒ بنت سلیمان، ابن شحنہؒ ابن سعدؒ اسمٰعیل بن عساکرؒ اور قاضی تقی الدین سلیمانؒ جیسے نامور محدثین کے نام شامل ہیں۔

فضل و کمال کے علاوہ بی بی ام الخیرؒ زہد و اتقا میں بھی بڑی شہرت رکھتی تھیں انہوں نے حج کے لئے بارہا مکہ معظمہ کا سفر کیا۔ ۶۴۰ھ میں وفات پائی۔ تذکرۃ الخواتین

نویں ہجری کی نامور عالمہ بی بی خدیجہ بنت احمد

نویں صدی ہجری میں حدیث کی یگانہ روزگار عالمہ ہوئی ہیں، شیخ شہاب الدین احمدؒ بن خلف بن عبدالعزیز بدران الحسنی کی صاحبزادی تھیں، ۷۹۸ھ میں پیدا ہوئیں۔

علامہ جوہری اور علامہ منصفی کی خدمت میں

ابھی دو برس کی بچی تھیں کہ والدین ان کو علامہ جوہریؒ اور علامہ منصفیؒ کے درس میں لے گئے یہ دونوں اپنے دور کے بلند پایہ محدث تھے، اس زمانے میں لوگ بچوں کو اس طرح کے عالموں کی خدمت میں بھیجنا فخر وسعادت کا باعث سمجھتے تھے ان دونوں نے بچی کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اس کیلئے دعائے خیر و برکت کی۔

علمی عظمت

بی بی خدیجہؒ نے ذرا ہوش سنبھالا تو وہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول ہوگئیں جلد ہی انہوں نے جملہ علوم دینی بالخصوص علم حدیث میں درجہ تبحر حاصل کرلیا پھر اپنی درس گاہ قائم کی اور سالہا سال تک اپنے چشمہ علم سے تشنگان علم کو سیراب کرتی رہیں ان کی جلالت قدر کا اندازہ اس بات سے کیا جاتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی جیسے نابغہ روزگار نے بھی ان سے حدیث کا درس لیا۔ مشاہیر نسواں

نویں صدی کی عظیم محدثہ بی بی رجبؒ

بی بی رجب رحمۃ اللہ علیہا نویں صدی ہجری میں بہت بڑی محدثہ گزری ہیں، والد کا نام شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر قلیجی تھا۔ ۸۰۰ھ میں پیدا ہوئیں والد نے ان کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا یہاں تک کہ جملہ علوم وفنون میں یگانہ روزگار ہوگئیں بالخصوص علم حدیث میں بہت اونچا مقام حاصل کیا کہا جاتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان سے حدیث کا سبق لیا، بی بی رجبؒ نے ۸۶۹ھ میں وفائی پائی۔ (تذکرۃ الخواتین)

بی بی مریمؒ بنت علیؒ

ان کی کنیت ام ہانی تھی اوائل عمر ہی میں علم وفضل کے آثار ان کی پیشانی سے ہویدا تھے بچپن ہی میں انہوں نے قرآن حکیم اور نحو کی مشہور کتاب ملحہ اور فقہ شافعی کی مشہور کتاب مختصر ابی شجاع کو حفظ کرلیا اور رفتہ رفتہ نحو فقہ اور حدیث میں یگانہ روزگار ہوگئیں، پھر انہوں نے اپنی درسگاہ قائم کی اور مدت العمر علوم دین کی اشاعت میں مشغول رہیں۔

ان کے تلامذہ میں علامہ جلال الدین سیوطی جیسے نابغہ روزگار عالم کا نام بھی شامل ہے۔

بی بی زینبؒ بنت عبدالرحمٰن

بیت المقدس کی رہنے والی تھیں، نسب نامہ یہ ہے، زینبؒ بنت عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالملک بن عثمان بن عبداللہ بن سعد بن مصلح بن ہبۃ اللہ بن نمیر۔

اپنے دور کی نامور محدثہ تھیں، انہوں نے علامہ ابراہیم بن خلیلؒ اور بعض دوسرے محدثین سے حدیث کی اجازت لی اور پھر طویل مدت تک خود درس و تدریس میں مشغول رہیں، ان کے شاگردوں میں علامہ صلاح الدین الصفادی کا نام بھی لیا جاتا ہے، بی بی زینبؒ نے ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔

بی بی شیریں بنت عبداللہ ہندیہ

چھٹی، ساتویں ہجری کی ایک نامور محدث امام ابن بند یحیؒ کی مولاۃ تھیں وطن مالوف ہند تھا وہ اپنے محدثانہ اور عالمانہ جاہ و جلال کی وجہ سے موالی و ممالک علماء میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتی ہیں ایک زبردست محدث کی مولاۃ ہونے کی بناء پر علم و فضل سے خاص نسبت رکھتی تھیں انہوں نے بڑی محنت سے علم حدیث کی تحصیل کی اور عبدالمنعم بن کلیب سے حدیث کی سماعت کی پھر خود مسند درس بچھائی اور بے شمار لوگوں کو اپنے فیضان علمی سے بہرہ یاب کیا۔

ان کے ارشد تلامذہ میں علامہ ابرقوہیؒ اور ابوالفتح مر بن حاجب کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں علامہ ابرقوہیؒ ان کے خاص الخاص شاگرد تھے اس لئے وہ شیخۃ الابرقوہیؒ کے لقب سے مشہور ہوئیں بی بی شیریں نے ۶۴۰ھ میں وفات پائی۔ (خلافت عباسیہ اور ہندوستان از قاضی اطہر مبارکپوری (بحوالہ حاشیہ الاکمال)

سینکڑوں احادیث کی حافظہ بی بی حبیبہ محدثہؒ

حبیبہؒ بنت عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل بن منصور مقدسی آٹھویں صدی ہجری میں یگانہ روزگار محدثہ گزری ہیں علم حدیث انہوں نے شیخ تقی الدینؒ بن ابی الفہم البلدانی اور خطیب مروان سے حاصل کیا اور دوسرے علوم متداولہ ابراہیم بن خلیل سے حاصل کیے مذکورہ اساتذہ کے علاوہ انہوں نے اسکندریہ کے محدث سبط حافظ سلفیؒ بغداد کے محدث ابراہیم بن ابی بکر الزعبی اور فضل اللہ بن عبدالرزاقؒ سے بھی اجازہ حاصل کیا، تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد

انہوں نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور زندگی کا بیشتر حصہ اسی مقدس کام میں گزارا ان کا حافظہ غضب کا تھا سینکڑوں حدیثیں زبانی یاد تھیں ان سے بڑے بڑے علماء نے حدیث کا علم حاصل کیا ان میں علامہ صلاح الدین الصفدیؒ جیسے شہرہ آفاق عالم بھی شامل تھے، انہوں نے ۷۴۱ھ میں بی بی حبیبہ سے حدیث کا اجازہ حاصل کیا تھا اس کا ذکر انہوں نے اپنی تصنیف ''اعیان العصر واعوان النصر'' میں بھی کیا ہے، بی بی حبیبہؒ نے شعبان ۷۴۳ھ میں وفات پائی۔ (مشاہیر نسواں)

مشہور محدثہ بی بی زینبؒ بنت عبداللہ الازہری

علم حدیث میں درجہ تبحر رکھتی تھیں اور ان کے علم وفضل کی تمام عالم اسلام میں شہرت تھی، وہ ان خواتین میں سے ایک ہیں جن سے امام سیوطیؒ نے کسب فیض کیا۔

۸۷۰ھ میں پیدا ہوئیں، سال وفات معلوم نہیں۔ (مشاہیر النساء)

دس ہزار احادیث کی حافظہ بی بی عائشہؒ اندلسیہ

جس زمانہ میں اندلس پر مسلمانوں کا پرچم اقبال پوری شان وشوکت سے لہرا رہا تھا بی بی عائشہؒ مدینہ منورہ سے اندلس پہنچیں اور وہیں مستقل اقامت اختیار کر لی ان کو دس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں ان سب کے سلسلہ روایت کو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتی تھیں۔ (نفح الطیب)

نامور عابدہ محدثہ بی بی ست الفقہاء

آٹھویں صدی ہجری میں نامور محدثہ گزری ہیں زہد وعبادت اور اعمال حسنہ میں بھی اپنی نظیر آپ تھیں، انہوں نے جعفر ہمدانیؒ احمد حرانیؒ عبدالرحمٰن بن سلیمان اور عبداللطیف ابن قبطیؒ جیسے علماء عصر سے علم حدیث حاصل کیا اسکے علاوہ علم فقہ میں بھی دسترس حاصل کی سند فراغت لینے کے بعد انہوں نے خود اپنی درسگاہ قائم کی اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا لوگ ان سے بطور خاص پہلے سنن ابن ماجہ کا اور پھر حدیث کی دوسری کتابوں کا درس لیا کرتے تھے۔ (مشاہیر النساء)

امام جلال الدین سیوطیؒ کی استاذہ بی بی حنیفہؒ

شیخ عبدالرحمٰن بن احمد بن عمر بن القمنی کی صاحبزادی تھیں، ان کا شمار نویں صدی ہجری کی شہرہ آفاق عالمات اور محدثات میں ہوتا ہے اپنے دور کے یگانہ روزگار محدث علامہ کمال

ابن خیرؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود اپنی درسگاہ قائم کی اس درسگاہ میں اس زمانے کے بڑے بڑے علماء نے بی بی حنیفہؒ سے کسب فیض کیا امام جلال الدین سیوطی نے انہیں بھی اپنے شیوخ کے زمرہ میں شمار کیا ہے۔ (تذکرۃ الخواتین)

امام ابن حجر عسقلانیؒ کی استاذہ بی بی ملکہ

شرف الدین بن عبداللہ مقدسیؒ کی صاحبزادی تھیں، آٹھویں صدی ہجری میں نامور محدثہ گزری ہیں مدت العمر درس وتدریس میں مشغول رہیں اور بے شمار لوگوں نے ان سے علم حدیث کیا کہا جاتا ہے امام ابن حجر عسقلانی نے ان سے حدیث کی اجازت لی، بی بی ملکہ نے ۸۰۲ھ میں وفات پائی۔ (مشاہیر النساء)

حافظ الدینؒ کی صاحبزادی بی بی ام عمرؒ

حافظ تقی الدین محمد رافع السلامیؒ کی صاحبزادی تھیں، مشہور محدثہ ہوئی ہیں انہوں نے علامہ عبدالرحیم بن ابی الیسر اور کئی دوسرے علماء سے علم حدیث حاصل کیا اور بعد میں خود اپنی درسگاہ قائم کی حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے فاضل زمانہ بزرگوں نے ان سے اجازت حدیث حاصل کی ۸۰۵ھ میں وفات پائی۔ (مشاہیر النساء)

امام اسمٰعیل بن عُلیہ کی والدہ بی بی علیہؒ بنت حسان

دوسری صدی ہجری کے سرآمد روزگار محدث امام اسمٰعیل بن عُلیہ کی والدہ، بصرہ میں بنوشیبان کی باندی تھیں، امام اسمٰعیل کے والد ابراہیم بن مقسم کوفہ میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور کاروبار کے سلسلے میں آمد ورفت بصرہ میں رہتی تھی وہیں انہوں نے بی بی علیہ کو بنوشیبان سے لے کر ان سے نکاح کر لیا۔

اعلیٰ اوصاف اور علمی مقام

امام اسمٰعیلؒ ان کے بطن سے ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت نہایت عمدگی سے کی اور ان کو بصرہ کے ائمہ حدیث کے پاس بھیج کر اعلیٰ تعلیم دلوائی

علامہ عبدالوارث جوادی جو اس دور کے مشہور محدث تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عُلیہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لے کر میرے پاس آئیں اور کہا:

''یہ میرا فرزند ہے اس کو اپنے ساتھ رکھا کیجئے تاکہ یہ آپ کی سی خوبیاں پیدا کرے۔''

امام اسمٰعیل اپنے والد ابراہیم کی بجائے اپنی والدہ کے نام کی نسبت سے ابن عُلیہ مشہور ہوئے، اس کا ایک سبب تو ان کی والدہ کا غیر معمولی علم وفضل تھا اور دوسرا یہ کہ ان کی والدہ نے ان کو تعلیم دلانے کیلئے بڑی تگ ودو کی تھی بی بی علیہ شادی کے بعد بھی بالاستقلال بصرہ ہی میں مقیم رہیں ان کے ایک بیٹے ربعی بن ابراہیم تھے جو امام اسمٰعیل کے بعد پیدا ہوئے وہ بھی بہت بڑے عالم اور محدث تھے اور ماں کی نسبت سے انہیں بھی ربعی بن عُلیہ کہا جاتا تھا اس خاندان میں صدیوں تک فقاء ومحدثین پیدا ہوتے رہے۔ (غلامانِ اسلام، خلافت عباسیہ اور ہندوستان)

بی بی فاطمہ بنت ابراہیم

ساتویں صدی ہجری کی سرآمد روزگار فاضلہ ہوئی ہیں ۶۴۵ھ میں پیدا ہوئیں ان کے والد ابراہیم بن محمود بن جوہر نہایت دانا اور فاضل آدمی تھے انہوں نے اپنی بیٹی کو نہایت اعلیٰ تعلیم دلائی اور ان کو اس دور کے بڑے بڑے علماء سے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا تعلیم سے فارغ ہوکر بی بی فاطمہ نے خود درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا چند ہی سالوں میں مشرق سے مغرب تک ان کے کمالات علمی کی شہرت ہوگئی بیان کیا جاتا ہے کہ علامہ شیخ تقی الدین سبکی ابن ابی الحسن ابن الکویک اور شیخ ذہبیؒ جیسے فضلائے زمانہ ان کی درسگاہ میں حاضر ہوئے اور ان سے احادیث سنیں۔

بی بی فاطمہؒ بن ابراہیم نے ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔ (مشاہیر النساء)

امام جلال الدین سیوطیؒ کی استاذہ بی بی امۃ الخالقؒ

عبداللطیف بن صدقہ بن عوص المنادی العقبی کی صاحبزادی تھیں، ۸۱۴ھ میں پیدا ہوئیں، زمانہ تعلیم میں مسند احمد، معجم طبرانی، سیرۃ ابن ہشام، الفیہ، منہاج وغیرہ کتابیں پڑھیں اور بعض کو حفظ کرلیا، علامہ جمال الدین حنبلیؒ کی مجلس درس میں شریک ہوئیں بعد میں خود طویل مدت تک درس وتدریس میں مشغول رہیں ان سے کئی بڑے بڑے محدثین نے

روایتیں لی ہیں۔امام جلال الدین سیوطیؒ نے بھی ان سے کسب فیض کیا ہے۔
شعروشاعری میں بھی درک رکھتی تھیں۔ذیل کے اشعار انہی کے ہیں۔

هي المقادير قد دعى اوتذر — ان كنت اخطات فما اخطا القدر
اذا اراد الله امرا بامرء — وكان ذا عقل وسمع وبصر
اصم اذنيه واعما قلبه — وسله من عقله سل الشعر
حتى اذا انفدفيه حكم — رد الله عقله ليعتبر

مقدر ہے کبھی بلاتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے،اگرچہ میں خطا کروں لیکن مقدر خطانہیں کرتا، اللہ جب بندے سے کوئی کام کرانا چاہتا ہے، بحالیکہ وہ عقل وسماعت وبصر رکھتا ہے،تو اس کو بہرا اور اس کے دل کو اندھا کردیتا ہے،اور(دودھ میں سے)بال کی طرح عقل نکال لیتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص کام کرلیتا ہے،تو اس کی عقل واپس کی جاتی ہے تاکہ عبرت پکڑے۔
وفات: بی بی امۃ الخالقؒ نے ۹۲۰ھ میں وفات پائی۔(تذکرۃ الخواتین)

فقہ وحدیث کی ماہرہ بی بی عائشہ بنت مسلم حرانی

حران کے رہنے والی تھیں، ۶۴۷ھ میں پیدا ہوئیں بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا اللہ نے ذہن رسا سے بھی نوازا تھا والد نے حوصلہ افزائی کی اور ان کو اپنے دور کے بڑے بڑے علماء سے تعلیم دلائی انہوں نے اپنے ذہن رسا کی بدولت فقہ اور حدیث میں کامل دستگاہ پیدا کی اور پھر سالہا سال تک درس وتدریس میں مشغول رہ کر خلق خدا کو فائدہ پہنچایا خود ان کے ایک بھائی محاسن بن مسلم نے ان سے علم حدیث سیکھا اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔اللہ تعالیٰ نے بی بی عائشہؒ کو بہت اچھی صحت سے نوازا تھا انہوں نے نوے سال کی عمر پائی اور ۷۳۶ھ میں فوت ہوئیں۔(مشاہیر النساء)

آٹھویں صدی کی نامور محدثہ بی بی فاطمہ بنت ابراہیم

بی بی فاطمہؒ بنت ابراہیم آٹھویں صدی ہجری میں نامور محدثہ گزری ہیں، علم وفضل اور زہد وعبادت میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں۔۷۴۱ھ میں وفات پائی۔(مشاہیر النساء)

خوش بیان وخوش لحان بی بی قدفہ

والد کا نام غفار بن نصیر تھا۔ خلیفہ حکم ثانی (المستعصر) کے عہد (۳۵۰ھ تا ۳۶۶ھ) میں اندلس کی ایک نامور فاضلہ ہوئی ہیں، مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھنے اور جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ انہوں نے ادبیات اور مختلف علوم وفنون کی بیش بہا کتابوں کا ایک ذخیرہ اپنے لئے جمع کیا تھا وہ نہایت خوش بیان اور خوش لحان تھیں۔ اپنی فصیح وبلیغ تقریر سے سامعین کو مسحور کر دیتی تھیں۔

دمشق کی مستند عالمہ بی بی زینب بنت سلیمان

سلیمان بن ابراہیم بن رحمۃ الاشعریہ کی صاحبزادی تھیں فن حدیث میں یکتائے روزگار تھیں، پہلے شام میں درس دیتی رہیں پھر مصر چلی گئیں اور وہیں درس وتدریس میں زندگی گزار دی ان کی غیر معمولی قابلیت کی وجہ سے لوگ انہیں "مستند الدمشقیہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (مشاہیر النساء)

صلاح الدین ایوبی کی بہن زمرد خاتون

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی بہن تھیں عام طور پر ست الشام (شام کی ملکہ) کے لقب سے مشہور ہے نہایت نیک، علم دوست اور فیاض خاتون تھیں، اس نے دمشق میں ایک عظیم الشان دارالعلوم بنوایا اور اس دور کے ایک نامور فقیہ شیخ عثمان بن عبدالرحمٰن بن صلاح شہرزوری کو بلا کر اس کا پرنسپل (صدر اساتذہ) مقرر کیا۔ یہ دارالعلوم شہر کی تمام درس گاہوں میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ (دائرۃ المعارف)

مولانا بہاء الدین مقدسی کی شاگردہ بی بی ست الاہل

علوان بن سعید بن علوان بن کامل کی صاحبزادی تھیں، ان کا شمار ساتویں صدی ہجری کی نامور عالمات وعارفات میں ہوتا ہے، بعلبک کی رہنے والی تھیں حنبلی مسلک رکھتی تھیں انہوں نے مولانا بہاء الدین مقدسی سے حدیثیں روایت کی ہیں ۷۰۳ھ میں وفات پائی۔ (مشاہیر النساء)

چوتھی صدی کی عظیم واعظہ بی بی حمدہؒ

چوتھی صدی ہجری کے آخر میں ایک زبردست واعظہ ہوئی ہیں باپ کا نام واثق تھا، بغداد کی رہنے والی تھیں، انہوں نے شیخ احمد بن علی بن بدرران الحلوائی سے علم حدیث حاصل کیا تھا۔ بی بی حمدہؒ نے بغداد کے باب المراتب میں اپنی درس گاہ قائم کی تھی وہاں وہ مجلس وعظ بھی منعقد کیا کرتی تھیں اور لوگوں کو حدیث وفقہ کا درس بھی دیا کرتی تھیں کہا جاتا ہے کہ اس دور کے ایک نامور عالم دین اور خطیب ابن سمعانی نے فن خطابت اور علم حدیث دونوں بی بی حمدہ رحمۃ اللہ علیہا سے سیکھے تھے۔ (تذکرۃ الخواتین)

مکہ مکرمہ کی محدثہ بی بی کریمہ بنت احمد مروزیؒ

ان کا شمار پانچویں صدی ہجری کی شہرہ آفاق عالمات میں ہوتا ہے احمد بن محمد بن ابی حاتم کی صاحبزادی تھیں، ایران کے شہر مرو (MERV) میں پیدا ہوئیں، سالہا سال تک دینی علوم کی تحصیل کرتی رہیں، کئی یگانہ روزگار علماء سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے اجازت حاصل کی پھر مکہ معظمہ چلی گئیں اور وہیں حدیث کا درس دیا کرتی تھیں اندلس کے مشہور محدث ابوبکر محمد بن سابق صقلیؒ، بی بی کریمہ مروزیؒ ہی کے شاگرد تھے وہ صقلیہ (سسلی) میں دولت اسلامی کے زوال کے بعد مشرق روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں بی بی کریمہؒ سے حدیث کی تحصیل کی پھر وہاں سے اندلس پہنچے اور اہل غرناطہ کو اپنی ان احادیث سے فیض یاب کیا جن کی تحصیل مشرق میں کی تھی۔ ابن بشکوال لکھتا ہے۔ روی عن کریمہ بنت احمد المروزی وغیرھا و قدم الاندلسا خذعنہ اھل غرناطہ

یعنی (ابوبکر محمدؒ نے) کریمہ بنت احمد مروزی وغیرہا سے روایت کی وہ اندلس آئے اور ان سے اہل غرناطہ نے تحصیل کی۔

علامہ خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ میں نے ۴۶۳ھ کے ایام حج میں کریمہؒ سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔

محدثہ کریمہؒ کی مجالس درس میں سینکڑوں لوگ شریک ہوتے تھے اور مقدور بھر فیض اٹھاتے

تھے ان سے کسب فیض کرنے والوں میں محدث ابوبکر محمد بن سابق صقلیؒ علامہ خطیب بغدادیؒ اور علامہ ابوطالب زینبیؒ کے علاوہ متعدد دوسرے بلند پایہ ارباب فضل وکمال شامل ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ بی بی کریمہؒ حدیث اور دوسرے علوم مروجہ میں کمال رکھنے کے علاوہ رموز معرفت سے بھی خوب آشنا تھیں، انہوں نے باختلاف روایت ۴۶۴ھ میں وفات پائی۔ (خزینۃ الاصفیاء، تاریخ صقلیہ)

بی بی عمایمؒ

مولانا حسام الدین بن محمد بن ایوب الحسینی کی صاحبزادی تھیں، ان کا شمار نویں صدی ہجری کی نامور عالمات حدیث میں ہوتا ہے۔ بہت سے اونچے درجے کے علماء نے ان سے حدیث کا درس لیا۔ (ایضاً)

محدثہ وکاتبہ فخر النساء شہدہؒ

چھٹی صدی ہجری میں شہرہ آفاق محدثہ کاتبہ ہوئی ہیں والد کا نام ابونصر احمد بن عمر الابری تھا، وہ اپنے دور کے ایک ممتاز عالم دین تھے۔

شہدہؒ ۴۸۴ھ میں ایران کے شہر دینور میں پیدا ہوئیں، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، فن خوشنویسی (کتابت) بھی انہی سے سیکھا اور اس میں ایسی مہارت حاصل کی کہ اس دور کے بڑے بڑے خوشنویس ان کے کمال فن کا اعتراف کرتے تھے، والد نے حدیث اور دوسرے علوم کی اعلیٰ تعلیم انہیں اس دور کے کئی نامور علماء ابوعبداللہ حسن بن احمد نعمانی، ابوبکر محمد بن احمد الشاشی، احمد بن عبدالقادر بن یوسف اور ابوالحسینی وغیرہ سے دلوائی اس طرح جملہ علوم میں انہیں درجہ تبحر حاصل ہوگیا۔

شہدہؒ کو علم حدیث میں اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ تشنگان علم دور دور سے جوق در جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کے خوان علم سے ریزہ چینی کرنا اپنے لئے سعادت اور فخر کا باعث سمجھتے تھے کہا جاتا ہے کہ ان کے درس میں بڑے بڑے شیوخ وائمہ حاضر ہوتے تھے اور ان سے سند عالی حاصل کرتے تھے شہدہؒ حدیث کے علاوہ تاریخ اور زبان وادب پر بھی ایسی عمدہ تقریریں کرتی تھیں کہ سننے والوں کے دلوں پر نقش ہوجاتی تھیں اپنے علم وفضل، خوشنویسی

اور خطیبانہ صلاحیتوں کی بناء پر وہ لوگوں میں "فخر النساء" کے معزز لقب سے مشہور ہو گئی تھیں۔

شادی کے پینتالیس برس بعد ان کے شوہر نے وفات پائی، انہوں نے یہ صدمہ بڑے صبر اور حوصلے سے برداشت کیا اور اپنے آپ کو ہمہ تن درس و تدریس کیلئے وقف کر دیا، خلیفہ مستضی بن مستنجد عباسی (۵۶۶ھ تا ۵۷۵ھ) نے ان کے فضل و کمال کی شہرت سنی تو ان کو ایک بہت بڑی جاگیر عطا کی تا کہ وہ یکسوئی کے ساتھ اشاعت تعلیم میں مشغول رہ سکیں شہدہؒ نے اس کی آمدنی سے دریائے دجلہ کے کنارے ایک عظیم الشان درس گاہ بنوائی جس میں سینکڑوں طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کے تمام اخراجات شہدہ خود برداشت کرتی تھیں۔

شہدہ رحمۃ اللہ علیہا آخر دم تک درس و تدریس میں مشغول رہیں اور ۵۷۴ھ میں نوے سال سے زیادہ عمر پا کر بغداد میں اس عالم ناپائیدار سے رحلت کی نماز جنازہ "جامع القصر" بغداد میں ادا کی گئی جنازہ میں لوگوں کے علاوہ بڑے بڑے علماء اور عمائد سلطنت بھی جنازے میں شریک ہوئے، محدث ابن جوزیؒ کہتے ہیں "شہدہ" بڑی صالح اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ (ابن خلکان، سید امیر علی وغیرہ)

چھٹی صدی کی نامور محدثہ بی بی سفریؒ

چھٹی صدی ہجری میں نادرہ روزگار محدثہ ہوئی ہیں قاضی یعقوب بن سلیمانؒ کی صاحبزادی تھیں اپنے دادا اور اپنے بھائی سے علم حدیث حاصل کیا اور پھر طویل مدت تک لوگوں کو حدیث کا درس دیتی رہیں۔ (مشاہیر نسواں)

امام طحاویؒ کی صاحبزادی

امام طحاویؒ کی صاحبزادی وہ تعلیم رکھتی تھیں کہ امام ممدوح حدیث وفقہ کا املا بھی ان سے کراتے تھے خود بولتے اور صاحبزادی قلمبند کرتی تھیں۔

بلکہ امام طحاویؒ کی وفات کا سبب ہی اس صاحبزادی کا حجاب وانفعال سے ہوا آپ صاحبزادی سے مسائل فقیہ کا املا کرا رہے تھے اس میں بعض نسوانی مسائل کا ذکر آیا جس میں بعض مسائل جماع و مباشرت سے متعلق تھے جن میں یہ لفظ بھی املا میں آیا ہے کہ ہذا

لجامعهن یکون کذا جب ہم عورتوں سے جماع کرتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے مثلاً غسل واجب ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، صاحبزادی نے یہ مسئلہ لکھا اور غیر اختیاری طور پر کچھ ہلکا سا شرم آمیز تبسم کیا، اس پر امام طحاویؒ کی نظر پڑ گئی بے حد شرمندہ ہوئے اور اس انفعال اور شرمندگی سے مغلوب ہو کر وفات پا گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون

ظاہر ہے کہ حیادار سے حیا کی جاتی ہے اس سے جہاں امام موصوفؒ کی محجوبیت اور پردہ داری نمایاں ہوتی ہے وہیں صاحبزادی کی حیاء وعفت اور پردہ داری کا بھی کافی ثبوت فراہم ہوا کرتا ہے کہ وہ پردہ کی کس حد پر پہنچی ہوئی تھیں، جس نے باپ پر شرمندگی اور انفعال کا یہ غیر معمولی اثر ڈالا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے۔

پردہ اور دور حاضر

اس سے اوپر کے طبقات میں ازواج مطہراتؓ عام صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین پھر زمانہ اسلاف کی عام خواتین پرہیز گاران پر نظر ڈالو اور غور کرو کہ آیا ان کے علوم کی گہرائیں زیادہ تھیں جبکہ پردہ حجاب اعلیٰ پیمانہ پر پہنچا ہوا تھا یا آج کی مسلم خواتین علوم و کمالات میں بڑھی ہوئی ہیں جب کہ ہر نہج کی بے حجابی اور آزادی دل و دماغ میں سرایت کر چکی ہے اگر تعلیم میں پردہ حائل تھا تو حضرت عائشہؓ پردہ میں بیٹھ کر اور بلا کسی اسکول اور مدرسہ میں گئی ہوئی اتنی زبردست عالمہ کیسی ہو گئیں کہ بڑے بڑے علماء اور صحابہؓ پس پردہ ان سے مسائل حل کرتے تھے اور علوم نبوت کا نصف حصہ ان کے حصہ میں آ گیا حضرت خدیجۃ الکبریٰ عارف منصب نبوت تھیں جنہوں نے اول وحی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھبرا جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی اور اطمینان دیں اور علاج بتایا کہ یہ معرفت کی بات ہے تو کسی عارف ہی سے اس کا علاج کرایا جائے تو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں پھر دوسری صحابیات جن میں ایک اعلیٰ اور ارفع علم رکھتی تھیں اور بعد کے قرون میں جیسے حضرت رابعہ بصریہؒ اور رابعہ عدویہ وغیرہ کے علماء و عرفاء میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی تھیں جو پردوں میں عفت کے ساتھ خانہ نشین تھیں۔

محدثات کا علم فقہ

امام ابن قیم نے بائیس صحابیات کی جو فقہ وفتویٰ میں مشہور تھیں تصریح کی ہے شیخ علاء الدین حنفی فقیہ سمرقندی ۵۳۹ھ مصنف تحفۃ الفقہاء کی صاحبزادی فاطمہ فقیہہ جلیلہ تھیں ان کے شوہر شیخ علاء الدین کاسانی ۵۸۷ھ نے تحفۃ الفقہاء کی شرح البدائع والصنائع لکھی ہے شرح کے لکھنے کے دوران شوہر سے کوئی غلطی ہو جاتی تو وہ اس کی تصحیح کرادیتیں فتاوے پر فاطمہ ان کے والد اور شوہر تینوں کے دستخط ہوا کرتے تھے۔

ام الواحد ستینہ بنت قاضی حسین بن اسماعیل محاملی نے قرآن وفقہ کو زبانی یاد کیا تھا فقہ شافعی میں کمال حاصل کیا شیخ علی بن ابی ہریرہ کے ساتھ فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ امۃ الرحمٰن بنت شیخ تقی الدین بن ابراہیم بن علی واسطی فقہ وفتویٰ میں شہرت رکھتی تھیں، ست الفقہاء کے سب سے یاد کی جاتی تھیں ام زینب فاطمہ بنت عباس بغدادیہ، شیخہ، عالمہ، فقیہ، زاہدہ، قلمۂ اور خواتین زمانہ کی سیدہ تھیں۔

حفظ وقرأت اور علم تفسیر میں ماہر محدث خواتین

حفصہ بنت سیرین

حفصہ بنت سیرین نے بارہ برس کی عمر میں قرآن کریم کو مع اس کے معانی کے حفظ کرلیا تھا تجوید وقرأت میں بھی مہارت رکھتی تھیں ہشام راوی کا بیان ہے جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قرأت کے بارے میں کوئی شبہ پڑ جاتا تو اپنے شاگردوں سے کہتے کہ جاؤ حفصہ سے پوچھو کہ وہ اسے کیسے پڑھتی ہیں، حفصہ ہر رات میں نصف قرآن پڑھتی تھیں فاطمہ نیشاپوریہ مشہور مفسرہ فہم قرآن میں کلام کرتی تھیں ابن ملوک نے حضرت ذوالنون مصری سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولیہ ہے۔

میمونہ بنت ابی جعفر

میمونہ بنت ابی جعفر مدنیہ کی مشہور قاریہ مجودہ تھیں یہ فن اپنے والد سے سیکھا تھا، امام القراء ابن جزری نے اپنی صاحبزادی سلمٰی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے قرأت سبعہ میں قرآن مجید حفظ کیا ہے، قرأت عشرہ کی تعلیم بھی اصول کے مطابق حاصل کی ہے اس زمانہ میں کوئی مرد بھی ان کی ہمسری نہیں کرسکتا تھا۔

ابن جوزی کی علم دوست پھوپھیؒ

یہ بزرگ بڑے عالم ہیں ان کی پھوپھی ان کو بچپن میں عالموں کے پڑھنے پڑھانے کی جگہ لے جایا کرتیں بچپن ہی سے جو علم کی باتیں کان میں پڑتی رہیں ماشاءاللہ دس برس کی عمر میں ایسے ہوگئے کہ عالموں کی طرح وعظ کہنے لگے۔

فائدہ: دیکھو اپنی اولاد کے واسطے علم دین سیکھانے کا کتنا بڑا خیال تھا وہ بڑی بوڑھی ہوں گی خود لے گئیں تم اتنا تو کر سکتی ہو کہ جب تک وہ دین کا علم نہ پڑھ لیں انگریزی میں مت پھنساؤ بری صحت سے روکو اس پر تنبیہ کرو مکتب میں مدرسے میں جانے کی تاکید کرو اب تو یہ حال ہے کہ اوّل تو پڑھانے کا شوق نہیں اور اگر ہے تو انگریزی کا کہ میرا بیٹا تحصیلدار ہوگا ڈپٹی ہوگا چاہے قیامت میں دوزخ میں جاوے اور ماں باپ کو بھی ساتھ لے جاوے یاد رکھو کہ سب سے مقدم دین کا علم ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

ایک بوڑھی عورت کی عجیب ذہانت

ابو جعفر محمد بن فضل ضمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ایک نیک بوڑھی عورت رہتی تھی۔ وہ کثرت سے نماز روزہ رکھنے والی تھی اور اسکا ایک بیٹا سنار تھا جو لہو ولعب میں مشغول رہتا اور دن کا اکثر حصہ اپنی دکان میں گذارتا۔ شام کو اپنے گھر کی طرف لوٹ جاتا اور اپنی تھیلی والدہ کے حوالے کر دیتا تو ایک مرتبہ چور گھر میں داخل ہو گئے اور لڑکے نے تھیلی والدہ کے حوالے کر دی اور گھر سے نکل گیا اور یہ چور اور والدہ گھر میں اکیلے رہ گئے اور گھر میں ایک محفوظ کمرہ تھا جس پر ساگوان لکڑی کا دروازہ تھا۔ بوڑھی والدہ اسی میں یہ تھیلیاں اور دوسرا قیمتی سامان رکھتی تھی۔ اور بوڑھی نے وہ تھیلی بھی وہیں ڈال دی اور کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئی چور نے سوچا، کچھ دیر میں یہ کمرے کو تالا لگائے گی اور اور سو جائے گی اور میں سیڑھیوں سے اتروں گا اور دروازہ اکھیڑ کر تھیلی لے لوں گا۔ جب اس نے کھانا کھا لیا تو نماز کے لئے کھڑی ہو گئی اور نماز کو لمبا کر دیا اور نصف رات تک نماز میں کھڑی رہی۔ چور بھی پریشان ہو گیا۔ اور ڈرنے لگا کہ کہیں صبح نہ ہو جائے تو وہ (دوسری کسی جگہ) گھر میں داخل ہوا تو وہاں صرف لنگی اور چراغ تھا تو اس نے لنگی باندھ لی اور چراغ کو روشن کر لیا پھر وہ چور سیڑھیوں پر سے اترنے لگا۔ کھنکھار نے لگا، اونچی آواز کے ساتھ تاکہ وہ بوڑھی عورت کو گھبراہٹ میں ڈال دے مگر وہ بوڑھی عورت دلیر، سمجھ گئی تھی کہ وہ چور ہے تو بڑی کپکپائی آواز میں بولی تم کون ہو؟ تو کہا کہ میں جبرئیل ہوں اللہ کا فرشتہ۔ اللہ نے مجھ کو تیرے اس گناہگار بیٹے کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں اس کو نصیحت کروں۔ اور برے کاموں سے روکوں۔ بڑھیا نے جان کر اپنے اوپر خوف طاری کر لیا اور

کہنے لگی۔ اے جبرئیل آپ اس سے نرمی کیجئے گا۔ وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے چور نے کہا کہ میں اس کے قتل کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ پوچھا پھر کس لئے بھیجے گئے ہو؟ کہا کہ اس لئے کہ میں اسکی تھیلی لے لوں اور اس طرح اس کے دل کو تکلیف پہنچاؤں۔ جب وہ توبہ کر لے تو لوٹا دوں گا۔ تو بڑھیا نے کہا اے جبرئیل جو آپ کی مرضی اور جو آپ حکم کریں تو چور نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا تا کہ تھیلی اور دوسرا قیمتی سامان اٹھا لے۔ عورت بھی آہستہ آہستہ چلی دروازہ کھینچا اور کنڈی لگا دی اور تالا لگا کر بیٹھ گئی پھر تو چور کو موت نظر آنے لگی اور کوئی حیلہ سوچنے لگا۔ کوئی نقب لگائے یا کوئی نکلنے کا سوراخ وغیرہ۔ مگر کچھ نہ ہو سکا۔ پھر کہا کہ دروازہ کھول تا کہ میں نکلوں۔ اسلئے کہ تیرا بیٹا نیک ہو گیا ہے۔ بڑھیا نے کہا اے جبرئیل میں خوف کھاتی ہوں کہ تو نکلے تو تیرے نور سے کہیں میری آنکھوں کا نور نہ چلا جائے۔ چور نے کہا میں اپنے نور کو بجھا لیتا ہوں تا کہ تیری نگاہ خراب نہ ہو۔ بوڑھی نے کہا اے جبرئیل تجھے کیا مشکل ہے کہ تو دیوار چھت سے نکل جائے اور مجھے تکلیف نہ دے۔ کہیں میری آنکھیں نہ خراب ہو جائیں۔ چور نے محسوس کر لیا کہ بوڑھی بڑی سخت ہے۔ پھر نرمی سے معافی مانگنے لگا اور آئندہ کے لئے توبہ کرنے لگا۔ بڑھیا نے کہا چھوڑ اب دن نکلنے دے پھر کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی اور وہ (جبرئیل) معافی مانگتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ صبح بیٹا آ گیا بوڑھی ماں نے تمام باتیں بیٹے کو بتا دیں اس نے سپاہی کو بلایا اور دروازہ کھول کر (جبرئیل) کو سپاہی کے حوالے کر دیا۔ (کتاب المصعۃ والمغفلین)

حضرت ام احمد بنت عائشہؒ کو ان کی والدہ کی نصیحتیں

حضرت ام احمد بنت عائشہؒ بنت ابی عثمان نیشا پوری کہتی ہیں کہ میری ماں نے مجھ سے کہا اس فانی دنیا میں خوش نہ رہ، اور جانے والے پر مت رو، اللہ پر خوش رہ، اور اپنے اوپر اللہ کی طرف سے دور ہونے پر رو، اور کہتی ہیں کہ میری ماں نے کہا ظاہر اور پوشیدہ ادب کو لازم پکڑو جو ظاہر میں بے ادب ہے اس کو ظاہر میں سزا ملتی ہے جو باطن میں بے ادب ہے اس کو باطن میں سزا ملتی ہے اور عائشہؒ کہتی ہیں کہ جو بندہ وحشت سے گھبراتا ہے یہ اس کے رب سے انس کم ہونے کی دلیل ہے جس نے اپنے غلام کی بے عزتی کی یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کو اپنے سردار کی معرفت مکمل نہیں۔ چیز کو بنانے والے کو اپنی چیز سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے۔

حضرت فاطمہؒ نیشا پوری کی حکیمانہ نصیحتیں

ابن مسلوکؒ نے ذوالنونؒ سے سوال کیا جب کہ وہ بوڑھے تھے۔اس وقت کون بزرگ ہے جو تم نے دیکھا؟ ذوالنونؒ نے کہا کہ ایک عورت ہے جو مکہ میں رہتی ہے اس کا نام فاطمہؒ نیشا پوری ہے فہم قرآن کے عنوان پر گفتگو کرتی ہے مجھے اس پر تعجب ہوا اور ذوالنونؒ سے اس بارے میں سوال کیا اس نے مجھے کہا کہ وہ اللہ کی پسندیدہ خاتون ہے ولیہ ہے اور میری استاذ ہے میں نے اس سے سنا کہہ رہی تھی جس کے دل میں اللہ کی طرف سے کھٹکا نہیں ہے وہ ہر میدان میں چلا جاتا ہے اور ہر جگہ بول سکتا ہے اور جس کے دل میں اللہ کا خوف ہے تو وہ خوف اس کو گونگا کر دیتا ہے پھر وہ صرف سچ ہی بولتا ہے پھر خوف الٰہی اس کو حیا اور اخلاص لازم کر دیتے ہیں۔

باب ششم

تحریر و کتاب

اور

مطالعہ کی اہمیت

تحریر کی اہمیت قرآن شریف کی روشنی میں

اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا الذی علم بالقلم تخلیق انسانی کے بعد اس کی تعلیم کا بیان ہے کیونکہ تعلیم ہی وہ چیز ہے جو انسان کو دوسرے حیوانات سے ممتاز اور تمام مخلوقات سے اشرف واعلیٰ بناتی ہے پھر تعلیم کی عام صورتیں دو ہیں ایک زبانی تعلیم دوسرے بذریعہ قلم تحریر و خط سے ابتداء سورت میں، لفظ اقراء میں اگرچہ زبانی تعلیم ہی کی ابتداء میں مگر اس آیت میں جہاں تعلیم دینے کا بیان آیا ہے اس میں قلمی تعلیم کو مقدم کر کے بیان فرمایا ہے۔

تعلیم کا سب سے پہلا اور اہم ذریعہ قلم و کتابت ہے

ایک صحیح حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لما خلق اللہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش ان رحمتی غلبت غضبی یعنی اللہ نے ازل میں جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی

کتاب میں جو عرش پر اللہ کے پاس ہے یہ کلمہ لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی (حدیث سے کتابت ثابت ہے) اور حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اول ما خلق اللہ القلم فقال لہ اکتب فکتب ما یکون الی یوم القیامۃ فھو عندہ فی الذکر فوق عرشہ یعنی سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھ اس نے تمام چیزیں جو قیامت تک ہونے والی تھی لکھ دیں یہ کتاب اللہ پاک کے پاس عرش پر ہے۔ (قرطبی)

قلم کی تین قسمیں

علماء نے فرمایا کہ عالم میں قلم تین ہیں، ایک سب سے پہلا قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا حکم دیا دوسرے فرشتوں کے قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور ان کی مقادیر کو نیز انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں تیسرے عام انسانوں کے قلم جس سے وہ اپنے کلام لکھتے اور اپنے مقاصد میں کام لاتے ہیں اور کتابت درحقیقت بیان کی ایک قسم ہے اور بیان انسان کی مخصوص صفت ہے۔ (قرطبی)

تفسیر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعمر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزیں اپنے دست قدرت سے خود بنائیں اور انکے سوا باقی مخلوقات کیلئے حکم دیا کن یعنی ہوجا وہ موجود ہوگئیں۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں (۱) قلم (۲) عرش (۳) جنت عدن (۴) حضرت آدم علیہ السلام

علم کتابت دنیا میں سب سے پہلے کس کو دیا گیا

بعض حضرات نے فرمایا کہ سب پہلے یہ فن کتابت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا اور سب سے پہلے انہوں نے لکھنا شروع کیا (کعب احبار رضی اللہ عنہ) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فن حضرت ادریس علیہ السلام کو ملا ہے اور سب سے پہلے کاتب دنیا میں وہی ہیں، (ضحاک رضی اللہ عنہ) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر شخص جو کتابت کرتا ہے وہ تعلیم من جانب اللہ ہی ہے۔ (قرطبی)

خط و کتابت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر یہ نہ

ہوتا نہ کوئی دین قائم رہتا نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہیں جانتے تھے اور ان کو جہل کے اندھیرے سے نور علم کی طرف نکالا اور علم کتابت کی ترغیب دی کیونکہ اس میں بیشمار اور بڑے منافع ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا تمام علوم وحکم کی تدوین اور اولین وآخرین کی تاریخ انکے حالات ومقالات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں سب قلم ہی کے ذریعے لکھی گئیں اور رہتی دنیا تک باقی رہیں گی اگر قلم نہ ہوتا دنیا و دین کے سارے ہی کام مختل ہو جاتے۔

خط وکتابت میں اسلاف کا اہتمام

علمائے سلف وخلف نے ہمیشہ تحریر وکتابت کا بڑا اہتمام کیا ہے، جس پر ان کی تصانیف کے عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں افسوس یہ ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء وطلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظر انداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریر وکتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں (معارف القرآن)

تحریر کی اہمیت

طالبات کو چاہئے کہ زمانہ طالب علمی ہی میں تحریر، خوش خط لکھنے کی مشق کریں اس لئے کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسباق کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی ہے ورنہ کچھ کا کچھ سمجھ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ سیکھنے اور مشق کرنے ہی سے یہ بات حاصل ہوگی مگر آج کل طلبہ کی توجہ اس کی طرف برائے نام ہے بلکہ بعض طلباء کو تو کتابوں کا نام اپنا نام شہروں کا نام اور مؤلفین کا نام تک لکھنا نہیں آتا اسی حال میں فارغ ہو جاتے ہیں اور علماء کی جماعت میں داخل ہونے کے بعد بھی خط لکھتے ہیں تو یہ وہم وگمان میں بھی نہیں آتا کہ یہ عالم کا لکھا ہوا خط ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتابوں کے شروح وحواشی جو مل جاتے ان کو بھی لازمی طور سے خود اپنے ہاتھ سے روزانہ لکھتے پروگرام یہ تھا کہ رات کا اکثر حصہ اور دن کا تھوڑا وقت

مطالعہ میں گزارتے تھے اور دن کا اکثر حصہ اور رات کا تھوڑا وقت لکھنے میں صرف کرتے تھے حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ منطق اور نحو کے چند رسائل کا مطالعہ کر رہے تھے اتفاقاً ایک بڑے عالم اس وقت آپ کے پاس آگئے ان عالم نے ان کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھا کتابوں پر خود حضرت مرحوم کے حواشی لکھے ہوئے تھے بچپن کے زمانہ کی اس ذکاوت، تیزی طبع، جودت فہم اور طبیعت کی دور رسی کا اندازہ کر کے بے اختیار انہوں نے کہا کہ یہ بچہ اپنے وقت کا رازی اور اپنے زمانہ کا غزالی ہوگا، علامہ نے خود فرمایا میں بارہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے لگا تھا۔

مضمون نگاری میں احتیاط

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو اپنی تصنیف پر نام لکھنے سے کیا مقصود ہوتا ہے، اگر ایک مفید مضمون دوسری عورتوں کے کان تک پہنچانا ہے تو اس کے لئے نام کی کیا ضرورت ہے، مضمون تو بغیر نام کے بھی پہنچ سکتا ہے پھر نام کیوں لکھا جاتا ہے۔

ایک آفت نازل ہوئی ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں اخباروں میں مضامین دیتی ہیں اور اس میں اپنا نام اور گلی اور مکان کا نمبر بھی ہوتا ہے، شاید اس لئے کہ لوگوں میں ان سے خط و کتابت میں میل وملاقات میں دقت نہ ہو۔ نہ معلوم ان کی غیرت کہاں اڑ گئی اور نہ جانے ان کے مردوں کی غیرت کہاں گئی، انہوں نے اس کو کیوں کر گوارہ کر لیا یا یوں کہئے کہ طبیعتیں ہی مسخ ہوگئیں۔

عورت کے لئے تو کسی طرح نام (و پتہ) لکھنا مناسب نہیں، عورتوں کو تو کوئی تعلق سوائے خاوند کے کسی سے بھی نہ رکھنا چاہئے۔

عورتیں بھی مصنف بن سکتی ہیں

ایک لڑکی کی تصنیف کردہ کتاب میرے پاس آئی جس کو میں نے پڑھا تو وہ بہت نافع معلوم ہوئی، اس میں کوئی نقصان کی بات نہ تھی، مگر اخیر میں مصنف کا پورا نام اور پتہ لکھا ہوا تھا کہ فلاں محلے کی رہنے والی، میں حیران ہوا کہ اگر تصدیق کرتا ہوں تو پورا پتہ لکھنے کے واسطے بھی سند ہو جائے گی، کیونکہ نام اور پتہ وغیرہ سب لکھا ہوا تھا اور تصدیق نہ کی، اسی تردد میں تھا کہ ایک ترکیب سمجھ میں آگئی وہ یہ کہ میں نے مصنفہ کا نام کاٹ دیا اور

اس کے بجائے لکھ دیا، راقمہ امۃ اللہ، (اللہ کی ایک بندی) اور تقریظ میں لکھ دیا کہ یہ کتاب نہایت عمدہ ہے، اور سب سے زیادہ خوبی اس میں یہ ہے کہ یہ ایسی بی بی کی تصنیف کردہ ہے جو بڑی حیادار ہے کہ انہوں نے اپنا نام بھی اس پر نہیں لکھا، یہ ترکیب نہایت اچھی رہی اس واسطے کہ اگر وہ میری تصدیق اپنی کتاب پر چھاپیں گی تو اپنا نام نہیں لکھ سکتیں اور اگر اپنا نام لکھیں گی تو میری تصدیق نہیں چھاپ سکتیں، چلو میرا پیچھا چھوٹا۔

کتاب کا نام کیسا ہونا چاہئے؟

میں نے اپنی کتابوں کے نام نرم رکھے ہیں، چھیڑ چھاڑ کا نام اچھا نہیں، کتاب کا نام نرم رکھنا چاہئے، شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے، جس کتاب کو دیکھنا چاہو تو پہلے دیکھو کہ نام کیسا ہے اگر نام مناسب نہیں ہے تو کتاب مت دیکھو پھر تمہید دیکھو اگر تمہید اچھی نہ ہو تو پھر بھی اس کو چھوڑ دو۔

سخت نام رکھنے میں شریعت پر خشونت کا حرف آتا ہے، حالانکہ شریعت بڑی شفقت و رحمت کی چیز ہے، بعض کتابوں کے نام ہیں ''شریعت کا لٹھ'' ''شریعت کا آرہ'' حسن العزیز:

فرمایا کتابوں کے نام بعض لوگ تو بالکل ہی مہمل رکھ دیتے ہیں، ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی اس میں کلمات کفریہ جمع کئے ہیں اور نام رکھا ہے ''توپ گالی الٰہی'' یعنی خدا تعالیٰ کو برا کہنے اور کفر بکنے کی وعید۔ (الفصل للوصل وغیرہ)

بعض مصنفین کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں اس شخص نے تکلیف اٹھائی اور وقت بے کار کھویا نام تک رکھنے کا سلیقہ نہیں، آج کل تو ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے۔ (الافاضات)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہیں وصایا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کتاب دیکھنا ہو تو پہلے اسکا نام دیکھو مناسب ہے یا نہیں، اگر نام مناسب نہ ہو تو وقت ضائع نہ کرو۔ (الفصل للوصل)

اہم ملفوظات، فتاویٰ یا کسی مضمون کا نام رکھنا

میں ملفوظات کے بھی نام رکھ دیتا ہوں، چاہے چھوٹا ہی ذخیرہ ہو اور فتویٰ ہو یا کچھ، غرض جو مضمون اہم ہوتا ہے اس کا نام رکھ دیتا ہوں اس طرح کرنے سے اس کا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے، مثلاً اگر چھپ گیا تو منگانا سہل حوالہ دینے میں آسانی ہوتی ہے، اگر کسی اور مضمون میں اس کے حوالہ کی ضرورت ہو تو سہولت ہوتی ہے۔ (الفصل للوصول)

خطاطی اور کتابت وانشاء

عہد گزشتہ کی خواتین میں بہت سی کاتبات ومنشیات بھی ہیں جنہوں نے فن انشاء اور حسن کتابت وخطاطی میں نام پیدا کیا ہے اور امراء وسلاطین نے سرکاری مراسلات و مکاتبات میں ان سے کام لیا ہے۔

ام الفضل فاطمہ بنت حسن بن علی الاقرع بغدادیہ کاتبہ، بنت الاقرع کی کنیت سے مشہور ہیں۔ فن خطاطی وخوشنویسی میں استاد زمانہ تھیں۔ مشہور خطاط ابن البواب کے خط کی پوری نقل کرتی تھیں۔ اور اہل علم ان سے خطاطی سیکھتے تھے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے۔

الکاتبة التی جودو اعلی خطها و کانت تنقل طریقة ابن البواب. (العبر)

فاطمہ کاتبہ کے طرز خط پر لوگوں نے اپنے خط درست کئے وہ ابن البواب کاتب کے خط کی نقل کرتی تھیں۔ امام ابن جوزی کا بیان ہے:

و کان خطها مستحسنا فی الغایة۔ ان کا خط انتہائی درجہ پاکیزہ اور حسین تھا۔

بنت الاقرع کو ان کے حسن خط کی وجہ سے وزیر ابونصر عبدالملک کندری نے بلا دجبل بلایا اور دیوان عزیزی اور عیسائی شاہ روم کے مابین صلح نامہ کی کتابت کرائی، یہ صلح نامہ صرف ایک ورق میں لکھا گیا تھا، جس پر بنت الاقرع کو ایک ہزار دینار دیئے گئے تھے۔ (المنتظم)

امة العزیز خدیجہ بنت یوسف عالمہ، فاضلہ اور محدثہ تھیں، ساتھ ہی مشہور خوشنویس تھیں اور اس فن کے مشاہیر سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی تھی امام ذہبیؒ کا بیان ہے کہ:

وجودت الخط علی جماعة (العبر)

انہوں نے خطاطوں کی ایک جماعت سے خوشنویسی سیکھی تھی۔

فخر النساء شہدہ بنت احمد کاتبہ کے لقب سے مشہور تھیں، ان کا خط نہایت پاکیزہ اور حسین تھا۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ:

و کان لها خط حسن (المنتظم) ان کا خط حسین وجمیل تھا۔

ابن خلکان نے ان کے حسن خط کے بارے میں لکھا ہے:

کانت من العلماء و کتبت الخط المجید (ابن خلکان)

وہ علماء میں سے تھیں اور ان کا خط نہایت عمدہ تھا۔

اندلس کی مشہور کاتبہ وادبیہ مرنہ امیر الناصر الدین اللہ کی خاص کاتبہ ومنشیہ تھیں اوران کا خط نہایت حسین وجمیل تھا۔ ۳۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔ (بغیۃ الملتمس)

معیہ کاتبہ خلیفہ معتمد علی عباسی کی باندی تھیں۔ فن کتابت وانشاء میں خاص شہرت رکھتی تھیں اور الکاتبہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ انہوں نے حدیث کی تعلیم ابوالطیب محمد بن اسحاق بن یحییٰ الوشاء سے پائی تھی، اوران سے عبیداللہ بن حسین بن عبداللہ بزاز انباری نے روایت کی تھی۔ (تاریخ بغداد)

اندلس کی عالمات وفاضلات میں صفیہ بنت عبداللہ حسن خط میں شہرت کی مالک تھیں۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ان کے خط میں عیب نکالا، تو اسکے جواب میں یہ اشعار کہے۔

وعائبة خطی فقلت لها اقصری ونادیت کلی کی تجود بخطها

فخطت بابیات ثلاث نظمتها

فسوف اریک الدرفی نظم مسطری وقربت اقلامی وردفی

ومحبری لیبد ولها خطی وقلت لها: انظری، بغیة الملتمس

عالمات اندلس میں لبنیٰ نامی ایک کاتبہ ومنشیہ خلیفہ حکم بن عبدالرحمان اموی کی خاص کاتبہ تھیں اور سرکاری خط وکتابت کی ذمہ داری سنبھالتی تھیں، ان کوفن کتابت میں خداقت و مہارت حاصل تھی، خط نہایت پاکیزہ تھا، علم الحساب میں بھی باہر تھی، ساتھ ہی ساتھ شاعری، نحو، عروض اور دیگر علوم وفنون سے حصہ وافر رکھتی تھیں۔ ایضاً ص ۵۳۰،

عائشہ بنت عمارہ بن یحییٰ شریف بجاویہ افریقیہ، ادیبہ وشاعرہ تھیں، ان کا خط نہایت پاکیزہ وپختہ تھا، ایک کتاب اٹھارہ حصوں میں اپنے خط سے نقل کی تھی۔ عنوان الدرایہ ص ۴۷

ابن فیاض نے اخبار قرطبہ میں لکھا ہے کہ قرطبہ کے مشرقی علاقہ میں ایک سوستر عالمات وفاضلات ایسی تھیں جو خط کوفی میں قرآن شریف لکھتی تھیں۔

کتاب....دانشوروں کی نظر میں

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ مخلص دوست اور تنہائی سے زیادہ بے

ضرر ساتھی کوئی نہیں دیکھا۔" ۲۔حضرت ابوالعباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔
"کتابیں وہ ہیں جن سے کسی فتنے اور کسی بدمزگی کا اندیشہ نہیں، اور نہ ان کی زبان اور ہاتھ سے کوئی خطرہ ہے۔" ۳۔ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ کہ مصاحب بود گاہ و بے گاہ۔
ترجمہ: "کتاب سے بہتر کوئی ہم نشین تلاش کرنا فضول ہے یہ ہر موقع پر ہی ساتھی اور رفیق ہے۔"
۴۔ایک صاحب ذوق کا قول مخزن اخلاق کے صفحہ نمبر ۴۹۱ پر اس طرح موجود ہے۔
"مجھے ایک بستر اور اچھی کتاب دیجئے، میں اس سے ہر طرح خوش ہوں۔"
۵۔ایک فارسی شاعر نے کہا: من سرمہ رازی از دیدہ فروشستم اسرار جہاں دیدم پنہاں بہ کتاب اندر۔ ۶۔سکندر نے اپنے کتب خانہ کا نام معالجہ روحانی رکھا تھا۔
۷۔انسان کے لئے کوئی یادگار کتاب سے زیادہ دیرپا نہیں ہوسکتی، دوسری چیزیں ایک میعاد پر فنا ہوجاتی ہیں اور ایک ہی جگہ مقید ہوتی ہیں، لیکن کتاب ہر جگہ پہنچ سکتی ہے اور اس کے فیض سے سب بہرہ ور ہوسکتے ہیں۔
۸۔کتابوں کی قیمت رتنوں (موتیوں) سے بھی زیادہ ہے۔(مہاتما گاندھی)
۹۔وہ گھر جس میں کتابیں نہ ہوں، اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔(سقراط)
۱۰۔وقت کا ہاتھ بڑی عمارتوں کو خاک میں ملادیتا ہے، لیکن کوئی طاقت ایک اچھی کتاب کا وجود ناپید نہیں کرسکتی۔(زوٹوہیا)
۱۱۔کتابیں جوانی میں رہنما، بڑھاپے میں تفریح اور تنہائی میں رفیق اور مونس وغمگسار ہیں۔(سرجان لیک)
۱۲۔کتاب دماغ کیلئے ایسی ہی ضروری ہے، جیسے جسم کیلئے غذا ضروری ہے۔(کاروائل)
۱۳۔کسی گھر میں کتب خانے کا قائم کرنا اس اینٹوں اور پتھروں کے بے جان گھر میں جان ڈالنا ہے۔(سمرد)
۱۴۔کتابیں وقت کے بے پایاں سمندر میں روشنی کے مینار کا درجہ رکھتی ہیں۔(ای پی وہیپل)
۱۵۔ایک اچھی کتاب انسان کے لئے زندگی کا بہترین سرمایہ ہے۔(ملٹن)
۱۶۔اگر دنیا کی تمام سلطنتوں کے تاج میری کتابوں اور میرے شوق مطالعہ کے عوض میرے قدموں پر رکھ دیئے جائیں تو میں ان کو ٹھکرادوں گا۔(بائل)
۱۷۔جو شخص اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق نہیں رکھتا وہ معراج انسان سے گرا ہوا ہے۔(برناڈ شا)

۱۸۔میں پیسے ملتے ہی سب سے پہلے کتابیں خریدتا ہوں، اگرچہ کچھ بچ جائے تو کھانا، کپڑا۔(اراسس)

۱۹۔اپنے اردگرد اچھی کتابوں کا حصار قائم کرلو، یہ تمہیں تنہائی کے شدائد سے محفوظ و مامون کردے گا۔(مارکوس اوریلیس) ۲۰۔کتاب علمی ہونا چاہئے، نہ کہ ضخیم۔(جمیس وڈ)

۲۱۔اچھی اور اہم کتابوں کے لئے اہم چیز یہ نہیں ہے کہ آپ تھوڑے وقت میں کتنا زیادہ پڑھ سکتے ہیں، بلکہ اہم تر یہ ہے کہ کس قدر مطالب کتاب پر کافی عبور حاصل کرکے آپ انہیں دماغ میں محفوظ رکھ سکتے ہیں۔(جان لیکمان)

۲۲۔کپڑے چاہے پرانے پہنو، لیکن نئی کتابیں ضرور خریدو۔(آسٹن فلپس)

۲۳۔اپنے بٹوے کو پیسوں سے بھرنے کی بجائے اپنی الماری کو اچھی اچھی کتابوں سے بھرلو۔(جان سیلی) ۲۴۔لارڈ میکالے کی دعا تھی کہ میں مروں تو کتب خانہ میں مروں۔

۲۵۔کتابیں مشکلات میں اچھی مشیر ہیں۔(لارڈ ایبری)

۲۶۔جب میں تمام دوستوں اور عزیزوں کی ہمدردیوں سے محروم ہوگیا تو کتابیں ہی میری دوامی ساتھی بنیں۔(گوئٹے) ۲۷۔کتابیں انسان کو حیات فانی میں عزت اور حیات دوامی میں ابدی سکون بخشتی ہیں۔(امام رازی رحمۃ اللہ علیہ)

کتاب سے محبت اور حصول علم کی اہمیت

یارب التجا ہے کرم تو کردے وہ بات دے قلم کو جو دل پر اثر کردے

مطالعہ تو کتاب ہی سے ہوا کرتا ہے، تو کتاب سے محبت کیجئے، کتاب ہر دور میں تعلیم و تربیت کا اہم ذریعہ رہی ہے، اس کی ہیئت خواہ کچھ بھی رہی ہو، ایک عہد سے دوسرے عہد تک، ایک دماغ سے دوسرے دماغ تک، علم کو منتقل کرنے کے لئے انسان نے تحریر کا سہارا لیا، کبھی پتھروں پر نشان بنائے، پیڑوں کی چھال استعمال کی، کبھی چمڑے کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا اور کبھی کپڑے نے انسان کی مدد کی، انسانی ذہن کی ترقی کے ساتھ ساتھ طریقے بھی بدلتے رہے، تاآنکہ کاغذ ایجاد ہوا اور تحریر نے علامتوں نشانوں کے منازل طے کرکے الفاظ کی شکل اختیار کی۔

حصول علم قوموں کی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، اور ہمارے مذہب اسلام نے اس

کو جو اہمیت دی ہے کسی مذہب نے نہیں دی کہ نزول قرآن کریم کی ابتداہی لفظ ''اقرأ'' یعنی ''پڑھ'' سے ہوتی ہے، حصول علم کی وکالت میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہے کہ خود اللہ تعالیٰ انسان کو حکم فرماتے ہیں کہ وہ علم حاصل کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کا ہر عمل فرمان خدا کے تابع ہے، تو فرمان محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ

''علم حاصل کرو، خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔''

اور کتاب ہی ایک واحد ذریعہ ہے جو حصول علم میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، کتاب کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے اور اس ضمن میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

حضرت شیخ ابن مصعب محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند نوجوان طالبان علم حاضر ہوئے اور شیخ کے انتظار میں دروازہ پر بیٹھ گئے، جب شیخ تشریف لائے تو ان طالبوں کو یہ شعر سنایا:

العلمه فیه حیاة القلوب کما تحییٔ البلاد اذا مامستها المطر

یہ علم ایسی نورانیت رکھتا ہے کہ قلوب کی حیات کا ذریعہ ہو جاتا ہے، اور جہل کی تاریکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے، جس طرح چاند رات کی تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر دیتا ہے اور ایسی زندگی بخشتا ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو بارش سبزہ زار بنا دیتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر یہ شعر پڑھتے۔

یری مستکیناً وهو للهو مافت به عن حدیث القوم ماهو شاغله

خاکسار ہے، اور دنیا کے ہر لہو و لعب سے بیزار، اور اس علم کی مشغولیت نے لوگوں کی باتوں سے بیزار کر دیا ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ علم دوست انسان کبھی ماسوئی علم کے وہ اور گفتگو کرنا پسند نہیں کرے گا، وہ تو ان پیاری کتابوں کو اپنی نظر کے سامنے رکھے گا اور ان کتابوں کو اپنا انیس بنائے گا، کیونکہ ہمارے اسلاف رحمۃ اللہ علیہم ان کتابوں میں علم و حکمت کے خزانے بند کر گئے ہیں۔

ابقوا لنا حکماً تبقی منافعها اخری اللیالی علی الایام وانشعبوا

اور ان خزائن کو شب و روز کی مسلسل کتب بینی کے ذریعہ حاصل کرنا اور ان کے فوائد سے بہرہ ور ہونا لازم ہے۔

ان اسلاف کے علوم چونکہ کتابوں میں محفوظ ہیں اور زندہ جاوید ہیں تو ان کی یہ شان ہے۔

ع وان قلت احیاء فلست مفنداً

ترجمہ: ''اور اگر تو یہ کہہ ڈالے کہ وہ زندہ ہیں، تو تو غلطی پر نہیں ہے۔''

فی الحقیقت یہ کتاب اپنے لکھنے والوں کو زندہ رکھتی ہے اور زبان سے برابر کلام کرتی اور اپنے پڑھنے والوں کو مستفیض کرتی ہے۔

کتاب کی قدر و قیمت

کسی باذوق اور صاحب علم کا قول ہے کہ ''عمدہ کتاب حیات ہی نہیں بلکہ ایک لافانی چیز ہے، اور یہ خود ہی لافانی نہیں بلکہ اپنے لکھنے والوں کو، ان کو جن کا اس میں ذکر ہوتا ہے اور بعض اوقات پڑھنے والوں کو بھی لافانی بنادیتی ہے، کیونکہ عمدہ کتابوں نے انسان کے اخلاق اور طبائع پر اپنے گہرے نقوش چھوڑے ہیں، خیالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے، ملکوں کی کایا پلٹ دی ہے، قوموں کے سوئے ہوئے جذبات میں حیرت انگیز طور پر ہلچل مچادی ہے، مردہ دلوں کو زندہ جاوید بنادیا، قوموں کے انسانیت کے کھوکھلے ڈھانچوں میں روح پھونک دی ہے۔

بہت کم وقت میں بعید ترین قوموں کے حالات، اخلاق، عادات اور ان کی تمام معاشرت معلوم کرادیتی ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے میں پورا حق ادا کرتی اور خیالات کی اصلاح کردیتی ہے، غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر پوری رہنمائی کرتی ہے۔

حضرت ابن الاعرابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خوب ہی فرمایا

لنا جلساء مانمل حدیثهم الباء مامونون غیباً ومشهداً

یقیناً یہ کتاب ہی ایسا ہم نشین ہے کہ جس کی گفتگو ملول خاطر نہیں ہوتی، بڑی رغبت اور دھیان سے اس کی بات کو سنا جاتا ہے اور فہم و شعور کی گرہوں کو کھولا جاتا ہے، علم و دانش کو پاتا ہے۔

ع۔ علم و فہم و عقل و دانائی کا دفتر ہے کتاب

کتاب ایک دنیا ہے، یا ایک شہر، جس میں بہت سی قومیں آباد ہیں، جن کا وہ اس کتابی دنیا میں مطالعہ کرتا ہے، بہت سی زبانیں تو یہ کہتی سنائی دیتی ہیں کہ فلاں شخص یا فلاں عالم دنیا میں باقی نہیں، لیکن کتابی دنیا، ان کو زندہ رکھتی اور زندہ کرتی ہے، جب ان کے حالات اور تذکرہ کا مطالعہ کرتا ہے تو درحقیقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔

علامہ مسعودی کی کتاب کے بارے میں فصیح و بلیغ تعریف

علامہ مسعودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب کی قدر و قیمت پر فصیح و بلیغ اور جامع تعریف کی ہے، اور فرماتے ہیں کہ:۔

''اے میری کتابو! تم میری جلیس و انیس ہو، تمہارے ظریفانہ کلام سے نشاط اور تمہاری ناصحانہ باتوں سے تفکر پیدا ہوتا ہے، تم پچھلوں اور اگلوں کو ایک عالم میں جمع کر دیتی ہو، تمہارے منہ میں زبان نہیں، لیکن تم زندوں اور مردوں کے افسانے سناتی ہو، تم ہمسایہ ہو، لیکن ظلم نہیں کرتیں، عزیز ہو، لیکن غیبت نہیں کرتیں، دوست ہو لیکن مصیبت میں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔''

علم کے موتی، اور علم کے گوہر نایاب دریافت کرنے کے لئے کتاب کا عاشق، علم کا طالب، تحقیق و تلاش کا دیوانہ، ماسوئ علم سے بیگانہ، ان تمام اغراض پرست، مطلب پرست برائے نام دوست یا دوست نما انسانوں سے بچنے کے لئے زبان حال سے یہ کہتا ہوا، اپنے گھر کے گوشہ سے چمٹ جاتا ہے کہ ہم تو علم کی جستجو اور تحقیق میں مشغول ہیں اور حقائق و معارف اور انوار علم سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔

کاش میرے پاس کتابیں رہ گئیں ہوتیں

حضرت ہشام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں:

میرے والد حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئی تھیں، بعد میں حضرت ہشام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد برابر فرمایا کرتے تھے۔

''کاش اہل وعیال، مال و دولت کی جگہ میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''ہمارے پاس کتابیں ہیں، جنہیں ہم برابر دیکھا کرتے ہیں۔''

ایک شاعر نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ ع فمحبوبی من الدنیا کتابی

ترجمہ: ''دنیا میں میری محبوب ترین چیز بس میری کتاب ہے۔''

مست ہو کر دیکھتے ہیں طالبان معرفت　　　بادۂ اسرار کا لبریز ساغر ہے کتاب

حضرت ابوالعباس احمد بن یحییٰ (م ۲۹۱ھ) بن ثعلب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا گیا آپ کو تو لوگوں سے بالکل نفرت ہوگئی، حالانکہ اگر کبھی کبھی خلوت سے باہر نکلتے اور لوگوں سے ملتے جلتے تو وہ آپ سے فائدہ اٹھاتے اور خدا آپ کو بھی ان سے فائدہ پہنچاتا؟

حضرت ابوالعباس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ دیر سر جھکائے چپ رہے، پھر یہ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:۔

''ہم بادشاہوں کے پاس صحبت اختیار کریں تو وہ ہمارے ساتھ غرور تکبر سے پیش آئیں گے، اگر تاجروں کے پاس بیٹھیں تو دل کے غریب ہو جائیں گے اور مال کے چکر میں پڑ جائیں گے، پس ہم نے تو یہی مناسب جانا کہ گھر کے گوشہ کو اپنا لیں اور کتب بینی اختیار کرلیں۔'' بحوالہ العلم العلماء

کتاب دوست بنیں

میں کتاب دوست ہوں اور الحمدللہ اس پر خوش ہوتا ہوں، شاید یہی وجہ ہے کہ کتابوں سے مجھے جنون کی حد تک عشق ہے۔

چھوٹی بڑی مختلف جسامت کی، رنگ برنگے سرورق کی کتابیں مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، انہیں میں اپنے اطراف پھیلائے رکھتا ہوں، پڑھنے کی میز پر کتابیں تو رہتی ہی ہیں، انہیں میں کام کرنے کی میز پر بھی رکھتا ہوں، میرے بستر پر بھی کتابیں۔

مطالعہ اور کتب بینی

طالبات کے لئے مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے جیسے کھیتی کیلئے پانی کھیتی بغیر پانی کے اگتی نہیں، اسی طرح مطالعہ کے بغیر علمی استعداد اور صلاحیت پیدا نہیں ہوسکتی، طالبات کو چاہئے کہ گھنٹوں کے علاوہ دوپہر میں اور رات میں کتب بینی میں مشغول رہیں کوئی بھی اسکے بغیر ترقی نہیں کرسکتا۔

سمندر میں جس طرح غوطہ لگانے والا اس کی گہرائیوں میں پہنچ کر قیمتی موتی حاصل کرتا ہے اسی طرح دریائے علم میں غوطہ لگانے والا یعنی مطالعہ اور کتب بینی کرنے والا علم و حکمت کے بیش قیمت گوہر اپنے دل و دماغ میں بھر لیتا ہے، مطالعہ اور کتب بینی سے علم میں

وسعت پیدا ہو جاتی ہے، استعداد ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے طالب علم کی قوت فکریہ تیز ہوتی ہے اور علم کے دروازے کھلتے ہیں بہت سی نامعلوم چیزیں معلوم ہوتی رہتی ہیں، مطالعہ کر کے سبق پڑھنے پڑھانے میں سبق خوب اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے اور اس کی یاد دیر تک باقی رہتی ہے، مطالعہ کرنے سے تحقیق کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور لاعلمی دور ہوتی ہے۔

مطالعہ کرنے سے مطالعہ کرنے والوں کو ایسی مسرت حالت ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی دولت اور بادشاہت کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں مطالعہ کرنے سے طالب علم عقلمند ہوتا ہے، مطالعہ کے شوق سے کتابوں کے سربستہ راز کھلتے ہیں اور مشکل مقامات حل ہوتے ہیں، کتابوں کے معانی و مطالب پر عبور حاصل ہوتا ہے، ذہن کو جلا اور ترقی حاصل ہوتی ہے اور طالب علم درجہ کمال تک پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ طالب علم علم کا آفتاب اور ماہتاب بن جاتا ہے اور انسانی معاشرہ میں اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے۔

اس کے برخلاف جو طلبہ مطالعہ نہیں کرتے ان میں استعداد پیدا نہیں ہوتی ان کا علم ناقص رہتا ہے، تحقیق کا مادہ ان میں نہیں ہوتا سطحی باتیں ان کے نزدیک بہت ہی مشکل ہوتی ہیں، علمی نکات اور رموز سے محروم رہتے ہیں ان کے دماغ میں پھیلاؤ نہیں ہوتا ان کے دماغ میں تعطل اور جمود رہتا ہے، معلومات محدود رہتی ہیں اپنی اندرونی صلاحیتیں اور علم و حکمت کے نوادرات اجاگر نہیں کر سکتے، علم و فہم اور فکر و نظر سے خالی ہوتے ہیں علمی سوسائٹی میں انہیں کوئی امتیازی مقام حاصل نہیں ہوتا اور انسانی ترقی کے راز سے محروم رہتے ہیں۔

مصر کے کتب خانہ کا تعارف

قاہرہ مصر کا دارالخلافہ ہے، اس میں ایک کتب خانہ بنام ”خزائن المنصور“ تھا، جس میں چالیس کمرے تھے اور سولہ لاکھ کتابیں تھیں اور ایک کتب خانہ دارالعلم بھی تھا، جس میں ایک لاکھ کتابیں موجود تھیں، ان کے علاوہ بھی چند کتب خانے تھے، جن میں لاکھوں کی تعداد میں کتابیں کی موجود تھی۔

ہندوستان میں کتب خانے

ہندوستان! اسلامی ممالک میں ہندوستان کی حیثیت بڑی تھی، جس میں اسلامی درسگاہوں، خانقاہوں اور دوسرے اسلامی مراکز کی تعداد بے شمار تھی، صرف علاقہ دہلی میں ایک

ہزار مدارس تھے، اور ہر ایک مدرسہ سے متعلق ایک کتب خانہ ہوتا تھا، لہٰذا ان تعلیمی کتب خانوں کی تعداد صرف اس ایک علاقہ میں ایک ہزار تھی، شاہی کتب خانے اس کے علاوہ تھے، اور شاہی کتب خانوں کے علاوہ اور دوسرے کتب خانے جو کہ شخصی تھے وہ بھی بڑی تعداد میں تھے، تاریخی اوراق میں ہندوستان کے جن علاقوں کے کتب خانوں کا تذکرہ موجود ہے ان کی تعداد تقریباً ایک سو سے زائد ہو جاتی ہے۔ اور ہر علاقے میں کتب خانوں کی تعداد مختلف ہے، صرف بنگال میں ایک لاکھ مدارس تھے اور ہر مدرسے کا مستقل کتب خانہ تھا۔ لہٰذا ایک لاکھ کتب خانے ہوئے۔

طرابلس کا ایک کتب خانہ

طرابلس میں ایک کتب خانہ تھا جس کے اندر تین لاکھ کتابیں ہر وقت رہتی تھیں اور بیس ہزار جلدیں تفاسیر کی اس میں موجود تھیں۔

اندلس کے کتب خانوں کا تعارف

اندلس! کے صرف شہر قرطبہ میں آٹھ سو (۸۰۰) اور غرناطہ میں ۱۳۷ مدرسے تھے اور کتب خانوں کی تو کوئی انتہا نہ تھی، عام کتب خانوں کی تعداد شہر غرناطہ میں ۷۰ تھی۔

اسکاٹ نے لکھا ہے:۔ ”کوئی بڑا شہر ایسا نہ ہوتا تھا جہاں تشنگان علوم کو سیراب کرنے کے لئے کم از کم ایک چشمہ (کتب خانہ) نہ ہو، ان کتب خانوں کی الماریاں ہر شخص کے لئے جو ان سے سیراب ہونا چاہتا تھا، کھلی رہتی تھیں۔ فن وار فہرستیں ہر کتب خانہ میں مہیا رکھی تھیں، تاکہ ہر شخص کو تمام کتب خانوں کے نام اور ان کے مضامین بہ آسانی معلوم ہو سکیں، بہت سی کتابیں مجلد و مہذب ہوتی تھیں۔ قیمتی کتابوں کی جلدیں خوشبودار لکڑی اور گلی دار چمڑے سے باندھی جاتی تھیں اور بعض پر سونا چڑھا ہوتا تھا، اکثر کتب خانوں میں کتابیں خوشبودار اور قیمتی لکڑیوں مثلاً سرعود آبنوس اور صندل کے بکسوں میں رکھ کر الماریوں میں رکھی جاتی تھیں۔

جب اندلس کو برباد کیا گیا تو غارت گیر قوم نے دس لاکھ کتابیں صرف غرناطہ شہر کی عوام کے گھروں سے نکالیں اور ان کو دس روز تک جلایا گیا۔ صرف اسی ملک اندلس کے کتب خانوں کی تعداد اور ان کے کتب خانوں کے ذخیروں کی تعداد بھی کروڑوں کی تعداد میں پہنچے گی۔

کتابوں کے جمع کرنے اور حاصل کرنے کی مختلف شکلیں تھیں اور تاجران کتب محققین نے استفادہ کیا ہے، مولوی محمد شفیع صاحب کہ جنہیں علم وادب سے نہایت گہرا شغف تھا، وہ بھی اس لائبریری سے گاہے بگاہے استفادہ کرتے رہے، مولوی محمد شفیع صاحب نے اس لائبریری کی نادر ونایاب اور نہایت اہم کتابوں اور یہاں فراہم کی جانے والی سہولتوں کے پیش نظر کہا تھا کہ خانقاہ سراجیہ کی یہ لائبریری محققین کیلئے جنت الفردوس سے کم نہیں ہے۔

کتابوں کی ترتیب اور انتظام وانصرام کے لئے اسلام کے ہر شعبے کی کتابوں کو زبانوں کے اعتبار سے الگ الگ شیلفون میں رکھا ہوا ہے، ان میں اکثریت قدیم اور کلاسیکی عربی اور فارسی کتابوں کی ہے، جن میں اسلامی تعلیمات پر غالباً سب سے زیادہ کتب موجود ہیں۔

اس لائبریری کے بانی نے محققین کی آسانی کے لئے اپنے آباؤ اجداد کی جائیداد کو بھی وقف کر رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ محققین کو رہائش کی سہولتیں اور دوسری رہنمائی بھی مفت فراہم کی جاتی ہے، گو اس لائبریری کے چاروں اطراف میں ریت کے ٹیلے ہیں لیکن لائبریری کی کتابوں کو ریت کے ذروں سے بھی بالکل محفوظ رکھا گیا ہے۔

عظیم اور جامع کتب خانہ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمود یوسف بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار مخدوم زماں حضرت خواجہ ابوالخلیل خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی سے خانقاہ سراجیہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا: ''جی چاہتا ہے کہ علمی کام کے لئے آدمی خانقاہ شریف میں آجائے کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے کراچی جیسے مصروف شہر میں اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، پھر جب کہ اتنا عظیم اور جامع کتب خانہ بھی دسترس میں ہو۔

جناب حافظ لدھیانوی لکھتے ہیں: ''خانقاہ سراجیہ میں نایاب دینی کتب کا علمی خزانہ موجود ہے، یہ کتب خانہ زیادہ تر عربی کتب پر مشتمل ہے، جس سے آپ (حضرت مولانا خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی) کے علمی ذوق اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے، اہل علم حضرات خانقاہ سراجیہ میں قیام کے دوران اس بے بہا علم میں خزانے سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں، اہل علم حضرات سے سنا ہے کہ ایسی نادر کتب ہندو پاک کے شاید ہی کسی کتب خانے میں موجود ہوں، اس لئے خانقاہ سراجیہ علمی وروحانی فضا کا مرکز بن گئی ہے۔''

یکسوئی اور بے فکری

علم حاصل کرنے میں یا علمی نمایاں خدمات انجام دینے میں وہی لوگ کامیاب ساز ہوتے ہیں جو یکسوئی اور بے فکری کے ساتھ تحصیل علم اور مطالعہ وکتب بینی میں لگے رہتے ہیں اگر طالب علم ذہین وذکی اور ہوشیار ہو لیکن اس کو یکسوئی اور بے فکری حاصل نہ ہو بلکہ طرح طرح کے حوادث اور الجھنوں میں اور قسم قسم کے تفکرات اور مصائب میں گھرا ہوا ہو تو وہ علمی ترقی نہیں کرپاتا، تحصیل علم مطالعہ وکتب بینی یا تصنیف وتالیف یہ سب ہی امور غور وفکر کو چاہتے ہیں اور غور وفکر کے لئے سکون اطمینان ضروری ہے، علامہ اقبال فرماتے ہیں:

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے — روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے — ہوجاتے ہیں افکار پراگندہ وابتر
آغوش صدف جسکے نصیبوں میں نہیں ہے — وہ قطرۂ نسیاں کبھی بنتا نہیں، گوہر
خلوت میں خودی ہوتی ہے خودگیر ولیکن — خلوت نہیں اب دیر وحرم میں بھی میسر!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

مطالعہ کے بابت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مطالعہ کی برکت سے استعداد اور فہم پیدا ہوتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کپڑا رنگنے کے لئے پہلے اس کو دھولیا جاتا ہے پھر رنگ کے مٹکے میں ڈالا جاتا ہے اور اگر پہلے دھویا نہ جائے تو کپڑے پر داغ پڑ جاتے ہیں، اسی طرح مطالعہ نہ کیا جائے تو مضمون اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا اور اس سے استاذ کو تکلیف ہوتی ہے، یہ بھی ایذا میں داخل ہے۔ (دعوات عبدیت)

قاعدہ یہی ہے کہ مقاصد سے زیادہ مقدمات کا اہتمام کیا جاتا ہے، تب مقاصد حاصل ہوتے ہیں، چنانچہ نحو صرف میں اس قدر محنت کی جاتی ہے کہ علوم مقصودہ میں اس کی آدمی محنت بھی نہیں کی جاتی، بعض دفعہ مطالعہ کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہے کہ سبق کا بھی اہتمام نہیں کیا جاتا کیوں کہ وہ مفتاح استعداد ہے (قابلیت کی کنجی ہے) اگر مطالعہ کی استعداد پیدا ہوگئی تو سبق کو بدون استاذ کے بھی سمجھ لے گا۔ (التبلیغ)

رہا جی نہ لگنا سو میں کہتا ہوں کہ یہ صرف حیلہ ہے اور لا پروائی کی دلیل ہے ورنہ جناب اگر کسی پر مقدمہ فوج داری کا قائم ہو جائے اور سن لے کہ قانون میں کوئی نظیر میرے لئے مفید ہے تو اگرچہ قانون کے دیکھنے میں جی نہ لگے بلکہ سمجھ میں بھی نہ آئے مگر جان مارے گا اور دیکھے گا اس وقت یہ نہ ہوگا کہ بجائے قانون کے دلچسپ کتاب مثلاً "الف لیلیٰ" (کوئی ناول) لے کے بیٹھے ہم لوگوں کو دین کی طرف سے بہت بے فکری ہے یہ اس کی خرابی ہے ذرا ذرا سے عذر ترک دین کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ (حسن العزیز)

جو کام ضروری ہو ان کو کرنا چاہئے خواہ جی لگے یا نہ لگے یہ تو بری حالت ہے کہ جی لگنے کا انتظار کیا جائے کیا اپنے جی کی پرستش کرنا چاہئے؟ جی کے بندے ہو یا اللہ کے؟ (انفاس عیسیٰ)

درس میں یا مطالعہ میں اگر نیند کا غلبہ ہو تو میرا اجتہاد یہ ہے کہ جو شخص رات بھر خر خر کرے جس میں گویا اپنے خر ہونے کا اقرار ہے اور اس سے پہلے انا مقدر ہے یعنی انا خر انا خر اس کے واسطے میری تجویز یہ ہے کہ سیاہ مرچیں جیب میں رکھ لیا کرے جب نیند کا غلبہ ہو ایک سیاہ مرچ چبا لے یہ مقوی دماغ بھی ہے اور اس کے واسطے مضر بھی نہ ہوگی کیوں کہ جو شخص پوری نیند سو لے پھر اس کو نیند آئے تو اس نیند کا منشاء کسل ہے۔ (التبلیغ)

باب ہفتم

طالبات کیلئے اہم ہدایات اور نصائح

خوش نصیب بچیاں

علم حاصل کرنا، یہ ابتداء ہے۔ اگر سچی طلب ہوگی اور علم بھی حاصل ہو گیا تو پھر عمل بھی آئے گا اور اخلاص بھی نصیب ہوگا۔ لہٰذا وہ تمام بچیاں جو گھروں سے اپنے اوقات فارغ کر کے آئیں اور ان کا مقصد علم کو حاصل کرنا ہے تو وہ تمام کی تمام بچیاں خوش نصیب ہیں۔ وہ زندگی کے بہترین وقت کو گزار رہی ہیں یہی وقت ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ آخرت بنے گا۔

علم دین پر اعتراض کیوں؟

آج روزانہ بچیاں گھروں سے اپنے اسکول اور کالجوں میں جاتی ہیں مگر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ صبح صبح ایک فوج ہوتی ہے اس امت کی، جو اسکولوں اور کالجوں کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ کوئی اپنی گاڑی پر جا رہی ہوتی ہے کوئی ویگن اور بسوں پر اتنی مشکلات سے جا رہی ہوتی ہے مگر کوئی اعتراض نہیں۔ کہ یہ کیوں اس طرح جا رہی ہیں۔ ہر کوئی کہے گا کہ جی پڑھنا تو ضروری ہے۔ اگر دنیا کی تعلیم اتنی ضروری ہے کہ جس سے دنیا کی زندگی اچھی گزرے گی تو پھر دین کا علم حاصل کرنا کتنا ضروری کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی اور انسان کی آخرت بنے گی۔ اس لئے اصل علم تو علم قرآن اور علم حدیث ہی ہے اور یہی دین کا علم ہے۔

علم اور معلومات میں کیا فرق ہے؟

جو علم اسکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جاتا ہے وہ ضروری ہے مگر وہ صرف ضرورت زندگی ہے اور دین کا علم مقصد زندگی ہے۔ مقصد اور ضرورت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مقصد کو انسان نہیں چھوڑ سکتا مگر ضرورت کو انسان کم وبیش کر لیا کرتا ہے۔ اس لئے جتنی بچیاں یہاں آئی ہیں یا آئیں گی وہ مقصد زندگی کو پورا کرنے والی ہونگی ان شاء اللہ پروردگار عالم ان کو علم عطا فرمائیں گے۔ کچھ علم ہوتا ہے اور کچھ معلومات ہوتی ہے علم اور معلومات میں بڑا فرق ہے کہ معلومات یہ ہوتی ہیں کہ کوئی کہے کہ مجھے اس کا پتہ ہے اس کا بھی پتہ ہے مگر اس کا عمل کسی پر بھی نہ ہو۔ یہ ایسا انسان ہے کہ اس کے پاس معلومات ہیں علم نہیں ہے۔ علم کی دلیل ہی یہی ہے کہ جب انسان کے سینے میں آتا ہے تو انسان کو عمل کئے بغیر چین نہیں آتا۔ علم ہمیشہ عمل کے رنگ میں ڈھل جاتا ہے۔

مدارس کے ماحول میں برکات

العلم بلا عمل کشجرة بلا ثمر

علم عمل کے بغیر ایسا ہے کہ جیسے کوئی درخت پھل کے بغیر ہو۔

علم بھی اس طرح عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا جس طرح چراغ بغیر جلے روشنی نہیں دیتا مدارس کے ماحول میں رہ کر علم حاصل کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ بڑی سعادت یہ ہے کہ وہ تمام بچیاں جو حصول علم کیلئے آئی ہوئی ہیں وہ اپنے آپ کو سمجھیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہیں۔ مثلاً جیسے کہ معتکف کو اجر مل رہا ہوتا ہے چاہے وہ کوئی ظاہراً عبادت کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو مگر اجر پھر بھی مل رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ اعتکاف کی نیت سے جو ہے، جیسے اعتکاف والے کو ہر وقت اعتکاف کی نیت کی وجہ سے اجر ملتا ہے اسی طرح جو اپنے گھروں سے چل کر علم حاصل کرنے کے لئے اداروں میں آئیں ان کو بھی اگر وہ کسی وقت فارغ بھی بیٹھی ہوں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ انہیں اجر عطا فرماتے ہیں مگر نیت خالص ہونا ضروری ہے۔

شیطان سے بچاؤ کا طریقہ

طالب علمی کا وقت گویا آپ کا قیمتی وقت ہے اس میں آپ پروردگار کے دین کا علم حاصل کرنے کیلئے آئی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے ارشادات کو پڑھنے سمجھنے اور ان پر عمل

کرنے کیلئے آئی ہیں۔لیکن یاد رکھیں، شیطان ناامید نہیں ہوتا، یہ نہ سمجھنا کہ آپ گھروں سے پڑھنے کے لئے یہاں آ گئی ہیں تو شیطان ناامید ہو گیا ہوگا کہ فلاں تو جامعہ میں چلی گئی ہے اب تو میں اس کا پیچھا چھوڑ کر کسی اور کام میں لگتا ہوں۔شیطان ہر ایک کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اس کا کام اسے بہکانا ہے۔وہ کہیں بھی انسان کو نہیں چھوڑتا۔آپ یہاں آئیں تو وہ شیطان بھی آپ کے پیچھے یہاں آ پہنچا۔اب اس سے پیچھا کیسے چھڑانا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، توبہ کریں اور اپنے آپ کو ہر وقت علم میں مشغول رکھیں۔اللہ کی یاد سے غفلت اگر آپ کے دلوں میں آئی تو یہاں پہنچ کر بھی شیطان آپ کو نقصان پہنچائے گا۔

شیطان کا سب سے بڑا داؤ کیا ہے؟

شیطان کا سب سے بڑا داؤ گمراہ کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب علم کو حصول علم سے ہٹا دے۔

(واقعہ) کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطان کو خیال آیا کہ ہم بھی اپنی کانفرنس کریں ویسے بھی آج کل کانفرسوں کا زور ہے۔اس نے بھی سوچا ہوگا کہ چلو ہم بھی عوامی کانفرس کرتے ہیں۔چنانچہ اس نے اپنی تمام شیطانی فوج کو دعوت دی اور اس طرح دعوت دی ہوگی۔

سب قدم سب راستے   کانفرس کے واسطے

چنانچہ سب کے سب شیطان اور شطونگڑے کانفرس میں پہنچ گئے۔شیطان نے پوچھا کہ تم لوگ بتاؤ۔تم لوگوں نے انسانوں کو گمراہ کرنے کا کیا کیا کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔اب وہ اپنی اپنی کارگزاری سنانے لگے۔ایک نے کہا فلاں دو بھائی تھے۔ان کا کاروبار اکٹھا تھا ان میں غلط فہمیاں ڈال کر انہیں آپس میں لڑوا دیا۔ایک شیطان نے اپنا کارنامہ بتایا کہ میں نے دو پڑوسیوں کو لڑوا دیا اور ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔کسی نے کہا میں نے فلاں کو چوری پر اکسایا، کسی نے کہا میں نے فلاں عورت کو کہا کہ تو اپنے خاوند کی ذرا بھی بات نہ سننا۔خاوند کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بیوی تو تیری بات سنتی نہیں ہے حتیٰ کہ دونوں میں خوب جھگڑا ہوا اور بالآخر طلاق ہو گئی۔شیطان سب کی کارگزاری سنتا رہا۔مگر ایک چھوٹا شیطان پیچھے ایک طرف کو بیٹھا ہوا تھا۔شیطان نے کہا تو ایک طرف کو کیوں بیٹھا ہوا ہے؟ اس نے کہا میں تو چھوٹا ہوں اور میں نے چھوٹا سا کام کیا ہے۔اس نے کہا کہ وہ کیا؟ اس چھوٹے

شیطان نے کہا ایک طالب علم جا رہا تھا میں نے اس کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ چھوڑ کیا پڑھنا ہے، جو مزہ کھیلنے میں ہے وہ کسی چیز میں نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے اسے مدرسے سے ناغہ کروایا اور اسے کھیل کود میں لگا دیا۔ شیطان نے کہا جو کام تو نے کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا۔ واہ واہ۔ چنانچہ اس چھوٹے شیطان کو بڑے شیطان نے مین آف دی میچ قرار دیا۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ آج اگر یہ طالب علم دین کا علم پڑھنے سے محروم رہا تو ساری زندگی علم سے محروم رہے گا۔ دوسروں نے تو ایک ایک گناہ کروایا تھا اس نے علم سے محروم رکھ کر اسے جہالت میں رکھنے کی کوشش کی اور گناہوں کا دروازہ ہی کھول دیا تھا اس لئے اسے انعام ملا وہ فسٹ آیا۔ شیطان کی یہ حالت ہوگی کہ وہ طبیعت میں عجیب بے چینی پیدا کرے گا۔ کبھی گھر یاد دلائے گا کبھی ماں باپ، بہن بھائی یاد دلائے گا اور علم سے توجہ ہٹائے گا۔

شیطان کے گمراہ کرنے کی خاص نشانی

شیطان کی انسان کو علم سے محروم رکھنے کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ جب پڑھنے کا وقت ہوگا اس وقت نیند طاری کرے گا اور جو سونے کا وقت ہوگا تو ہشاش بشاش باتوں میں لگا دے گا۔ یہ شیطان کے گمراہ کرنے کی خاص نشانی ہے جلدی فارغ ہو گئے تو جلدی سو جاؤ تا کہ تہجد میں جلدی اٹھ سکو۔ لیکن وہ ایسا نہیں ہونے دے گا۔ نیند کی ضرورت ہی نہیں۔ لہٰذا کیا ہوگا؟ باتیں ہوں گی۔ کبھی یہ بات ہو رہی ہے، کبھی وہ بات ہو رہی ہے، کبھی ادھر کروٹ لے رہی ہیں اور کبھی ادھر کروٹ لے رہی ہیں، کبھی یہ خیال کبھی وہ خیال۔ سونے میں دیر کر دیں گے۔ شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح سونے میں دیر کر دیں تا کہ تہجد بھی قضا کر دیں اور فجر کا بھی کھٹکا رہے گا اور اگر فجر پوری کر بھی دی تو جب پڑھنے کے لئے بیٹھیں گی تو اس وقت ان کو نیند کے جھونکوں میں مبتلا کروں گا۔

طالبات کا سب سے بڑا پرابلم کیا ہے؟

پڑھنے والی طالبات سے کبھی پوچھیں کہ انہیں سب سے بڑا پرابلم کیا ہے؟
کہیں گی نیند پوری نہیں ہوتی نیند پوری ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ انسان سونے کے وقت سوئے اور جاگنے کے وقت جاگے۔
اگر کوئی سونے کے وقت جاگ رہا ہوتا ہے تو UNDER STOOD ہے کہ وہ جاگنے کی وقت سوئے گا یہ پکی بات ہے۔
۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ نیند کو انسان کنٹرول کرلے۔ یہ نیند ایسی عادت ہے کہ انسان اسے اپنے اختیار سے گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ اس کی مثال لسی کی طرح ہے کی لسی کو ایک گلاس پتلا کر یں یا دو گلاس یا پانچ گلاس، لسی پتلی ہوتی جائے گی۔ اس طرح نیند بھی گھٹائی بڑھائی جاسکتی ہے۔
میڈیکل کا علم رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ جوان العمر انسان کو چوبیس گھنٹوں میں پانچ چھ گھنٹے نیند کافی ہے۔ اس کی صحت یا باقی ضروریات کے لئے اتنی نیند کافی ہے۔ اگر کوئی اس کو کم کرنا چاہے تو کرسکتا ہے مگر اس زیادہ سوئے گا تو خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرے گا پانچ گھنٹے نیند کافی ہے تو باقی وقت اپنے کاموں اور حصول علم میں لگا سکتا ہے۔

طالبات کو نیند کا وقت متعین کرنا چاہیے

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سردیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہے اور سو سو کر تھک جاتے ہیں۔ چاہیئے کہ ان دونوں میں نیند کو لمبا نہ کرے بلکہ جو پانچ چھ گھنٹے نیند کی عادت ہے وہی پوری کرے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ چونکہ نیند کے بارے میں کبھی سوچتے نہیں ہیں اس لئے غفلت میں بڑا وقت ضائع کرتے ہیں۔ چنانچہ سردیوں میں جم کر سونے کو معمول بنا لیتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ عشاء کے وقت سوئے اور فجر کے وقت یا فجر کے بعد سو کر اٹھے۔ اس طرح دس دس بارہ بارہ گھنٹے سوئے رہتے ہیں۔ اب بتایئے کہاں پانچ گھنٹے اور کہاں بارہ بارہ گھنٹے نیند کرتے ہیں۔ کتنا فرق ہے لوگ سمجھتے ہیں چونکہ رات ہے اور رات تو ہوتی ہے نیند کیلئے ہے اس لئے سوتے رہو۔ کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ نیند کو متعین کر لینا چاہیئے اور پوری زندگی اس معمول پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ پانچ یا چھ گھنٹے انسان کی نیند بہت زیادہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہمیں اس بارے میں ہدایات فرمادیں ہے۔ اگر گرمیوں کے دن ہوں اور رات کو نیند پوری نہ ہوسکتی ہو اور تہجد میں انسان اٹھنا چاہے تو پانچ گھنٹے ہی انسان سو سکتا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ ایک گھنٹہ انسان دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے لیٹ جائے تاکہ تہجد کے وقت اٹھنے میں آسانی ہوسکے۔

قیلولہ اور جدید سائنس

آج تو امریکہ اور یورپ میں جو دل کے مریض ہیں انہیں کہا جاتا ہے کہ دوپہر کو ایک گھنٹہ سویا کریں تو صحت پر بہت اچھا اثر ہوتا ہے۔ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چودہ سو سال پہلے کی سنت ہے کہ دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے آرام کرنا چاہیئے۔ اگر دوپہر کو ایک گھنٹہ بھی سنت کی نیت سے سوئے اور پھر رات کو سوئے تو بھی نیند پوری ہو جائیگی۔ اس لئے روایات میں آتا ہے کہ دوپہرہ میں قیلولہ کرنا انسان کو تہجد کے وقت اٹھنے میں قوت بخشتا ہے۔ مگر دوپہر کو کون سوئے طالبات کو تو دوپہر میں باتوں سے فرصت نہیں ہوتی۔ ہر سنت پر عمل کا فائدہ ہے۔ اسلئے قیلولہ کی سنت کا بھی فائدہ ہے۔

نیند لانے کا آسان طریقہ

اب یہاں جامعہ میں اپنا جو نظام الاوقات رکھیں تو سونے جاگنے کے اوقات متعین ہوں اور سونے کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ سونا ہے۔ نیند آئے تو بھی سونا ہے اور نیند نہ آئے تو بھی سونا ہے۔ اس کا طریقہ ہے کہ بستر پر لیٹ جائیں اور اللہ کا ذکر شروع کر دیں۔ پھر دیکھئے نیند کیسے آتی ہے۔ باتیں سوچتی رہیں گی تو ہوسکتا ہے کہ آپ ایک گھنٹہ بھی لیٹی رہیں اور نیند نہ آئے مگر نیند لانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب بستر پر لیٹیں تو ذکر شروع کر دیں اور پھر دیکھیں، آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ آپ کو نیند کب آئی۔ رات کو اپنے وقت پر سونا اور تہجد میں اپنے وقت پر جاگ جانا کہ جس سے نیند بھی پوری ہو جائے اور تعلیم پر بھی کوئی اثر نہ پڑے، طالبات کے لئے بہت ضروری ہے۔

طالبات کے لئے قیمتی مشورہ

طالبات کو ہم نہیں کہتے کہ وہ ایک گھنٹہ پہلے اٹھ کر تہجد پڑھیں۔ بلکہ عورتوں کیلئے فجر اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ وہ اذانوں سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ کر نماز پڑھ لیں اور پھر فجر بھی پڑھ لیں اور اپنے کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ اگر دوپہر میں تعلیم اور دوسرے کاموں سے جلدی فارغ ہو گئیں تو خواہ ایک کے بجائے دو گھنٹہ سونے کا معمول بنالیں تو یہ بہتر ہے۔ قیلولہ کی نیت سے جو ایک دو گھنٹہ سوئیں گی، اجر بھی ملے گا اور نیند بھی پوری ہو جائی گی۔

فجر کے بعد سونے کی نحوست

بہت ہی نقصان دہ چیز جو آج امت میں پیدا ہو رہی ہے وہ ہے فجر کے بعد سونا۔ اس لئے ایک روایت میں آتا ہے کہ جو فجر کے بعد سوتا ہے اس کی عقل ختم کر دی جاتی ہے، آپ دیکھیں گے کہ جو عورتیں فجر کے بعد سوتیں ہیں ان کی عقل میں وہ گہرائی نہیں رہتی ہے اور ان سے اچھے اچھے کام بھی آسانی سے ہو نہیں پاتے۔ لہٰذا اس عادت کو ہمیشہ ختم کرنا چاہیے۔ اور بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو فجر کے بعد متصل سوتا ہے تو اس کے رزق سے اللہ برکت نکال دیتے ہیں۔ رزق سے برکت نکلے یا انسان سے برکت نکلے، بات تو ایک ہی ہو گی کہ انسان کی زندگی میں پریشانیاں ہوں گی، لہٰذا اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

کبھی کبھار فجر کے بعد سونا کیسا ہے؟

ایک آدمی ساری رات جاگتا رہا، اس کو فجر کے بعد سونا پڑے گا تو کوئی بات نہیں۔ کبھی کبھار ایسا ہو جانا نقصان دہ نہیں ہے۔ عادت نہیں بنانا چاہئے۔ مثلاً ایک بچی ہے جو امتحان کی تیاری کرتی رہی۔ اس کو تیاری کے دن ملے ہوئے تھے۔ وہ پڑھ رہی تھی اور پڑھنے کا سلسلہ دیر تک رہا۔ اگر یہ بچی فجر کے بعد سو جاتی ہے تو ایک آدھ دفعہ سو جانا، یہ خلاف سنت نہیں۔ ہاں، اس کو فجر کے بعد سونے کی عادت نہیں بنا لینی چاہئے۔ مثلاً رمضان شریف میں عورتیں مردوں سے جلدی اٹھتی ہے کھانے بناتی ہیں اور پھر فجر کے بعد ان کو نیند آتی ہے تو وہ سو جاتی ہیں۔ یہ چیز خلاف سنت نہیں کہلائی مگر عادت نہیں بنانا چاہیے۔

پہلے کی عورتوں اور آج کی عورتوں میں کیا فرق ہے؟

یہ فقیر کہا کرتا ہے کہ پہلے کی عورتیں تہجد بین النومین پڑھا کرتی تھیں۔ رات کو عشاء کے بعد جلدی سو جایا کرتی تھیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھا کرتی تھیں اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اگر آپ طالبات ایسا نہیں کر سکتیں تو فجر کی اذان سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھ کر تہجد پڑھیں تو تہجد ہو جائی گی۔ پہلے وقت کی نیک عورتیں دو نیندوں کے درمیان تہجد کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور آج کی نیک عورتیں فجر کے نماز دو نیندوں کے درمیان پڑھتی ہیں، اب سوچئے کہ ہم کتنا پیچھے ہٹ گئے۔

طالبات کے لئے انتہائی اہم چیزیں

سب سے پہلی چیز طالبات کے لئے انتہائی اہم ہے وہ اپنی نیند کے اوقات کو متعین کرنا ہے۔ نیند کے متعین کرنے کے کچھ لوازمات ہیں۔

۱۔ وقت پر سونا۔ ۲۔ اگر انسان ضرورت سے زیادہ کھائے یا ضرورت سے زیادہ پانی پئے تو انسان کی نیند بڑھ جاتی ہے۔ اگر کھانے کی مقدار پر کنٹرول ہوگا تو نیند پر کنٹرول ہوگا۔ یہ چیزیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔

نظام الاوقات کی اہمیت

جس طالبہ نے اپنے سونے جاگنے کے نظام کو درست کرلیا تو وہ ایک ایسی گاڑی کی طرح ہے جس کے اندر آپ پیٹرول ڈالیں تو سیدھی اپنے مقصد کی طرف چلنے کے لئے تیار ہے۔ سب سے پہلی چیز جس پر کہ طالبات کو قابو پانا چاہیئے وہ سونے جاگنے کے نظام الاوقات ہیں۔ اگر نظام الاوقات کی عادت پختہ ہوگی تو کامیابی ہی کامیابی ہے۔

مثلاً کوئی معلمہ اگر پڑھا رہی ہے۔ ایک بچی بیٹھی ہوئی ہے، اسے نیند آرہی ہے، اس کا دماغ سورہا ہے، دوسروں کو دکھانے کے لئے بظاہر آنکھیں تو کھلی ہوتی ہیں مگر دماغ بالکل سویا ہوتا ہے۔ بلکہ خراٹے لے رہا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ جبکہ سب سے پہلی چیز طالب علم ہونے کے ناطے سے، جس کو آپ نے کنٹرول کرنا ہے وہ سونے جاگنے کا نظام الاوقات ہے۔ ایک طالبہ نے نہیں بلکہ سب نے مل کر نظام کو کنٹرل کرنا ہے۔ سونے کے موقع پر جلدی سوجائیں اور جاگنے کے موقع پر جلدی جاگا کریں۔ اس نصیحت کو بہت زیادہ اہمیت دیں۔

گپیں مارنے کا کونسا وقت ہوتا ہے؟

جاگنے کے وقت میں کچھ آپ کی ضروریات کا وقت ہوگا اس کا نظام الاوقات تمام مدارس میں بتادیا جاتا ہے۔ کوئی مدرسہ بھی ایسا نہیں ہے جس کے اندر یہ نظام الاوقات نہ بنا ہوا ہو۔ چنانچہ بتادیا جاتا ہے کہ فلاں وقت یہ پڑھنا ہے اور فلاں وقت یہ پڑھنا ہے۔

پڑھائی کے دوران جو تھوڑا سا وقت نماز کے لئے دیا جاتا ہے یا وضو کے لئے دیا جاتا ہے یہ ان کے لئے بہترین وقت ہوتا ہے گپیں مارنے کے لئے۔ استانی تو ساتھ ہوتی نہیں اور یہ ایک دوسرے سے سوال کرتی ہیں کہ فلاں کیسی ہے اور فلاں کو کیا ہوا۔ یہ موضوع ہوتا ہے ایک دوسرے سے باتیں کرنے کا اور گپیں لگانے کا۔ اگر آپس میں بات کریں بھی تو ہمیشہ نیکی کی باتیں کریں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ غیر ضروری بات نہ کریں۔ ایک زبردست اصول سمجھ لیں کہ کسی تیسرے آدمی کی بات کرنے سے ہمیشہ بچیں، جو کہ موجود نہیں ہے۔ ذرا سی بات آپ کی زبان سے کچی نکل گئی تو وہ غیبت بن جائے گی اور یہ حرام ہو جائے گی۔

فضول باتوں پر کنٹرول کیسے کریں؟

اصول یہی ہے کہ جو آپ کے سامنے حاضر ناظر ہے اس کی بات کریں، غائب لوگوں کی بات نہ کریں۔ جب کبھی تیسرے آدمی کی بات کریں گی تو شیطان غیبت کروادے گا۔ کبھی چغلی پر اکسائے گا، کبھی کیا اور کبھی کیا اور ایسے ہی گناہ کروادے گا۔ باتوں پر کنٹرول کرنا انتہائی ضروری ہے۔ جو اچھی اور جائز باتیں ہیں وہ ضرور کی جائیں۔ جو لایعنی گفتگو ہے اس سے پرہیز کریں۔ لایعنی گفتگو کا کیا مطلب ہے؟ لایعنی گفتگو سے کیا مراد ہے؟ یہ فضول باتیں ہوتی ہیں بے مقصد باتیں ہوتی ہیں۔

وحدت مطلب کیا ہے؟

طالب علم کے اندر وحدت مطلب ہونی چاہئے۔ وحدت مطلب کیا ہے؟ مطلب کہتے ہیں مقصد کو اور وحدت کہتے ہیں ایک کو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ طالب علم کا مقصد ایک ہونا چاہئیے۔ مثلاً طالب علم تو پڑھنے کیلئے آیا ہے تو اسے چاہئے کہ ہر وقت پڑھنے کی فکر میں لگا رہے۔ یہ اس کا وحدت مطلب ہوگا۔ یہ وحدت مطلب آپ کو حاصل ہونی چاہئیے۔ اگر یہ صفت طالب علم کے اندر رہے تو اس کا سبق کبھی قضا نہیں ہوسکتا اور وہ اپنے علم سے کبھی پیچھے نہیں رہ سکتا۔

طالبات کے لئے انتہائی ضروری باتیں

ایک انتہائی ضروری بات یہ ہے کہ نظام الاوقات کی پابندی ہو یعنی سونے جاگنے کے وقت کی پابندی ہو۔

دوسری بات دن کے پڑھائی کے اوقات کو ان کے ٹائم ٹیبل کے مطابق صحیح طریقے سے گزارنا ضروری ہے۔ تیسری بات، لایعنی گفتگو سے بچیں۔

پڑھائی میں کیا نیت ہونی چاہئے

پڑھائی میں یہ نیت رکھیں کہ ہم جو کچھ یہاں پڑھیں گے اس پر ساتھ ساتھ عمل کریں گے۔ جو طالبہ اپنی پڑھائی کے دوران پڑھتے ہوئے عمل کرتی چلی جاتی ہے وہ تو عمل میں آگے بڑھ جاتی ہے۔ کئی مرتبہ ذہن میں شیطان یہ خیال ڈالتا ہے کہ ابھی تو تم پڑھ رہی ہو جب سارا پڑھ لو گی تو اکٹھا عمل کرنا شروع کریں گے۔

طالبہ کا عمل سے محروم ہونا

میری یہ بات یاد رکھیں کہ جس طالبہ نے یہ سوچ لیا کہ جب پڑھ لیں گے تو اکٹھا عمل شروع کریں گے تو یہ طالبہ عمل سے محروم ہو جائے گی۔ اگر اللہ نے اس کو توفیق دینا ہوتی تو اس اس حال میں توفیق عطا فرد یتے۔ جو پڑھیں اس پر عمل کریں۔ آپ جو جامعہ میں آئی ہوئی ہیں، اپنے مقصد یعنی پڑھائی کیلئے آئی ہوئی ہیں۔ اس مقصد کو ہر وقت پورا کریں۔

استادوں کی صحبت غنیمت ہے

استادوں کی صحبت میں رہ کر پڑھائی کے انسان کی زندگی کے دو چار سال ہوا کرتے ہیں۔ اس کے بعد تو انسان کی زندگی کے اور مراحل شروع ہو جاتے ہیں۔ جو وقت بھی گزاریں اسے اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ گزاریں یہ تھوڑا سا طالب علمی کا وقت مشقتوں کا وقت ہوتا ہے۔

شیطان کی چالیں

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر طالبہ شادی شدہ ہے تو اس نے سوچا کہ میں پڑھ لوں گی تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر شیطان اس کو چھٹی منانے کی ترغیب دے گا۔ ذرا ذرا سی بات پر چھٹی منالے گی اور شیطان ذہن میں ڈالے گا کہ کوئی بات نہیں پھر پڑھ لوں گی۔ میں باجی جان سے پھر وقت لے کر پڑھ لوں گی۔ میں ان کے نوٹس لے کر سیکھ لوں گی، ان شیطانوں کی چالوں سے بچنا چاہیے اور حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہئے کہ سبق کا ناغہ نہ ہو۔

سبق کا ناغہ اور نقصان

ہمارے اکابرین کی زندگی کا مطالعہ کریں کہ انہوں نے ۲۷۔۲۷ برس پڑھا پڑھایا۔ لیکن ان کے درس میں کبھی ناغہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ اس طرح انہوں نے پابندی کے ساتھ علم کی خدمت کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں قبولیت بھی عطا فرمائی۔ اپنے سبق کو قضا کرنا ہمارے نزدیک ایسا مضر ہونا چاہیئے گویا کہ کسی کی نماز کا قضا ہو جانا۔ سبق کا قضا ہونا نماز قضاء ہو جانے کی طرح خطرناک سمجھیں تاکہ ہمیں اسباق کی پابندی نصیب ہو۔

سبق پڑھنے کے شوق کا واقعہ

حضرت امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور رو رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ بھئی! کیوں روتے ہو؟ کہنے لگا کہ ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ کیا ہے؟ اس شاگرد نے کہا پورا کرنے کا وعدہ کریں۔ بادشاہ نے دیکھا کہ چہرے پر نور ہے، نوجوان ہے، چہرے پر شرافت ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا نوجوان بتاؤ کیا بات ہے؟ میں تیری بات پوری کردوں گا۔ کہنے لگا، آپ مجھے جیل بھجوادیں۔ آپ نے میرے استاد کو کسی وجہ سے جیل میں ڈال دیا ہے۔ میرے اسباق قضا ہو رہے ہیں۔ میں درخواست لے کر آیا ہوں کہ مجھے بھی جیل بھیج دیں۔ اس لئے کہ میں جیل کی تنگی تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق بھی پڑھ لیا کروں گا۔ اب سوچئے کہ اتنے شوق سے ہمارے اکابرین نے سبق پڑھے ہیں۔

ہمارے لئے بہترین مثال

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ جب ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تو ان کے کئی شاگرد ان کے ساتھ ساتھ چلتے تھے اور اس سفر کے وقت بھی ان سے کتابیں پڑھا کرتے تھے۔ پڑھنے کا اتنا ذوق شوق تھا جو ہمارے لئے نصیحت ہے۔

طالب علمی کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ تھے بادشاہ نے انہیں سزا دی کہ انہیں کنویں کے اندر بند کردیا جائے۔ کنواں کھدوا کر انہیں نیچے ڈال دیا اور حکم دیا کہ تم باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ وہیں کنویں کے اندر

سے سبق پڑھاتے تھے اور شاگرد کنویں کے منڈیر کے پاس جمع ہو کر سبق کو پڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے شاگرد اتنا علم پانے والے بن گئے کہ جب شاگردوں نے ان بزرگ کی ساری باتوں کو کتابوں میں جمع کیا وہ ساری لکھی ہوئی کتابیں اتنی تھیں کہ ایک اونٹ سے ان کتابوں کا وزن اٹھایا نہیں جاتا تھا۔ اب بتایئے کہ کنویں کے اندر ان کی کتابیں بھی نہیں تھیں مگر ان کی یادداشت کے اندر جو کچھ تھا اس کو انہوں نے شاگردوں کو پڑھایا۔ شاگردوں نے اس کو کتابوں کے اندر جمع کیا اور علم اتنا زیادہ بنا کہ ان کتابوں کا بوجھ ایک اونٹ بھی نہ اٹھا سکا۔ علم کے طلب کرنے والوں نے اس طرح علم حاصل کیا ہے۔ سبحان اللہ۔

نماز کا اہتمام ضروری ہے

آپ علم کے وقت میں علم کی طرف خوب متوجہ رہیں اور عبادت کے وقت میں خوب ڈٹ کر عبادت کیا کریں۔ نمازوں کا وقت ہو تو نمازوں کو خوب سنوار کر پڑھیں۔ نماز کو بھی جلدی میں ایسے پڑھنا جیسے کوئی عبادت کو گھسیٹ رہا ہو، یہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ ہر نماز کو ایسے سنوار کر پڑھیں کہ گویا یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ ہر طالبہ کو چاہیے کہ وہ ہر نماز کو اہتمام سے پڑھیں۔

تعدیل ارکان اور نماز

نماز میں تعدیل ارکان کا بڑا خیال رکھنا چاہیے تعدیل ارکان کیا ہے؟ انسان نماز کے جن ارکان کو ادا کرتا ہے انہیں نہایت سکون کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنے کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ رکوع، قومہ سجدہ، جلسہ، وغیرہ سب ارکان کو آرام آرام سے ادا کرنے کو تعدیل ارکان کہتے ہیں۔

زندگی میں سکون لانے کا طریقہ

اس بات کو ذرا غور سے سنیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جس انسان میں تعدیل ارکان جتنی زیادہ ہوگی، اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں سکون عطا فرمائے گا۔ آج چونکہ نماز میں تعدیل ارکان نہیں اس لئے زندگیوں میں پریشانی نظر آتی ہے۔ جو آدمی یا عورت کہے کہ میں پریشان ہوں تو آپ اس کی نماز کو دیکھیں۔ آپ دیکھیں گی کہ وہ نماز ایسے پڑھ رہی

ہے کہ جیسے صرف اٹھک بیٹھک میں ورزش ہورہی ہے۔ ادھر رکوع کیا اور ادھر جلدی سے سجدہ ہوگیا۔ نہ رکوع کے بعد تسلی سے کھڑی ہوئی نہ سجدوں کے درمیان تسلی سے بیٹھی وہ تسلی سے تعدیل ارکان نہیں کرتی ہوگی۔ یقیناً بھاگ دوڑ والا کام کرتی ہوگی، اس لئے بے سکون رہتی ہوگی۔ انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ بے سکونی کی وجہ کیا ہے۔ جو نماز کو اس طرح گھسیٹے گا وہ پر سکون کیسے رہے گا۔ سوچیں جو نماز ہی نہ پڑھتا ہو وہ کتنا بے سکون ہوگا۔

نماز کی چوری کیا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز کے چور ہوتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ کچھ لوگ مال کے چور ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ نماز کے چور ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کی چوری کیا ہے؟ فرمایا جو جلدی جلدی نماز پڑھنے والا ہو اور نماز کے ارکان کو ٹھیک طرح ادا نہ کرتا ہو وہ نماز کا چور ہے۔

چھ اہم نصیحتیں

۱۔ اپنی پڑھائی کے وقت خوب اچھی طرح پڑھیں۔
۲۔ اعمال کے وقت میں خوب ڈٹ کر اعمال کریں۔
۳۔ نماز کی چور سے بچیں۔
۴۔ تسلی کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔
۵۔ تلاوت کرنی ہو، تسبیحات کرنی ہوں اور اپنے اپنے وقت پر سب کچھ کریں۔
۶۔ اللہ سے دعا مانگتی رہیں کہ اے اللہ ہمیں علم کا نور عطا فرما۔

دو مرض جو علم سے محروم رکھتے ہیں

فرض کریں اگر آپ ذہنی لحاظ سے کمزور بھی ہوں مگر محنت میں پکی ہوں تو آپ کے ذہن کی کمزوری آپ کو علم سے محروم نہیں رکھے گی۔ آپ کبھی نہ کبھی کامیاب ہو جائیں گی۔ یاد رکھیں! اگر آپ

ذہن کی جتنی مرضی تیز ہوں مگر آپ کو باتوں کا چسکا ہے اور دوستیاں لگانے کا مرض ہے تو آپ کبھی بھی اپنے علم میں کامیاب نہیں ہوسکیں گی۔ یہ چیزیں بہت اہم ہیں، ان کو اپنے پلے باندھ لیجئے۔

دو چیزیں حصول علم کو آسان کر دیتی ہیں

پڑھنے کے وقت پڑھا کریں، آرام کرنے کے وقت آرام کیا کریں اور کوشش کیا کریں کہ اگر کوئی فارغ وقت ہو تو استاد کی خدمت میں گزار دیں۔ استاد کی نصیحت سننے میں وہ وقت گزار دیں۔ استاد کی نصیحتیں اور ادب کرنا، شاگرد کیلئے علم حاصل کرنا آسان بنادیتا ہے۔ ہمارے بزرگ حضرات کتاب کا بھی ادب کرتے تھے، استاد کا بھی ادب کرتے تھے اور آج یہ چیز کم ہوتی جارہی ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ علم کے نور سے آپ کا سینہ روشن ہو تو استاد کا ادب کریں۔ بڑوں کا ادب کریں۔ چھوٹوں پر شفقت کریں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی۔ اس سے ان شاء اللہ نیکیوں کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ یہ دو چار سال کا وقت ہوتا ہے، کس نے فاضلات کا کورس کرنا ہوگا تو کسی نے حدیث کا پورا کورس کرنا ہوگا۔ یہ دو سال، پانچ سال اور سات سال کیا چیز ہوتی ہے؟ اگر یہ چھوٹی سی تنگی برداشت کرلیں گی تو اللہ تعالیٰ اہل علم میں شمار فرمادیں گے کسی نے کیا خوب فرمایا:

نور میں ہو یا نار میں رہنا — ہر جگہ یاد یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے بس سہہ لو — پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

بس یہ چند جھونکے مشکلات کے سہہ لو پھر علم کی روشنی، علم کا نور تمہاری زندگی میں بہار پیدا کر دے گا۔

بڑے لوگ دنیا میں کیسے بڑے بنے

جو سلف صالحین دنیا میں مشاہیر بنے اگر ان کی زندگیوں کو دیکھیں تو جو چیزیں خاص نظر آئیں گی وہ یہ ہیں: ۱۔ محبت الٰہی ۲۔ خشیت الٰہی

محبت الٰہی اور خشیت الٰہی، یہ اللہ کی دو بڑی نعمتیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دونوں مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی اسئلک حبک

اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کو مانگتا ہوں۔

ایک جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خشیت مانگی اور عرض کی۔

اے اللہ! اپنے خوف کو مجھ پر تمام چیزوں سے بڑا فرمادے۔

پس خشیت کی بھی دعا مانگئے اور محبت کی بھی دعا مانگئے۔ اگر زندگی میں خوف ہو تو وہ انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ محبت ہو تو وہ انسان کو اعمال میں لگادیتی ہے۔ یاد رکھیں! ان دو چیزوں کو اپنے اندر پیدا کیجئے ہر وقت یہ چیزیں دل کے اندر رہنی چاہئیں۔ ان دو چیزوں کے رہنے سے پھر انسان ریاکاری سے بچ جاتا ہے۔

ریاکاری سے کیسے بچا جائے؟

ریاکاری سے بچنا بڑا مشکل ہے، بڑی محنت کرنا پڑتی ہے۔ ریاکاری سے انسان کی جان تب چھوٹتی ہے جب انسان کے اندر محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ عمل کی کوشش کرتی رہیں۔ وہ اعمال جن سے محبت الٰہی بڑھے کرتی رہیں۔ کوئی وقت ایسا ہو جس میں اکابرین کی باتیں اور ان کے ملفوظات پڑھ کر سنائے جائیں۔

جامعہ کی روح

عبادت کے وقت عبادت کرنا اور علم کے وقت علم حاصل کرنا ان تمام اعمال کی ایک بنیاد ہے اور روح رواں ہے۔ روح ہوگی تو جامعہ زندہ ہوگا۔ روح نہ ہوگی تو سمجھیں جامعہ کی روح ختم ہوگئی۔ جامعہ کی روح کو زندہ رکھنے کا نام معصیت سے پاک ماحول پیدا کرنا ہے۔ جامعہ میں جتنا وقت بھی گزرے تو کسی کے جسم کے کسی بھی عضو سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ سے ادارے دین کے سرچشمے بنا کرتے ہیں اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے ادارے مٹ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ جن اداروں میں معصیت سے پاک ماحول نہیں ہے ان کا فیض بھی نہیں پھیلا۔ فیض انہی اداروں کا پھیلا کرتا ہے جہاں گناہوں سے بچا جاتا ہے۔ آج دارالعلوم دیوبند کا نام کیوں پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اس لئے کہ ایک وقت وہاں ایسا تھا کہ اساتذہ اور طلباء سے لے کر چوکیدار اور دربان تک، گویا سارے کے سارے ولی اللہ ہوتے تھے۔ جب ایسا پاک ماحول ہوگا تو پھر اس کا فیض بھی پوری دنیا میں پھیلے گا۔

مہتمم پرنسپل اور اساتذہ کو نصیحت

مہتمم پرنسپل اور اساتذہ کی اس پر نظر رہو کہ جو ماحول ہو وہ عبادت کا رہو۔ اللہ کی محبت، تقوی و پرہیزگاری کا ہو۔ کسی بھی طالب علم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہونا چاہئے۔ پس جب آپ معصیت سے پاک ماحول پیدا کریں گی تو بس سمجھ لیں کہ اللہ نے آپ کیلئے کامیابیوں کے راستے کھول دیئے۔ رب کریم آپکو محروم نہیں فرمائیں گے۔ یہ بات ایسی ہے کہ آپ اسکو پلے باندھ لیں۔

طالبات کو آخری نصیحت

معصیت سے پاک زندگی بسر ہو۔ جامعہ کے اندر جو وقت آپ کا گزر رہا ہو تو آپ سے کوئی بھی گناہ کا عمل سرزد نہ ہو۔ معصیت سے پاک آپ کی زندگی گزرے گی تو اللہ رب العزت آپ کو دعاؤں کو قبول فرمالیا کریں گے۔

مستجاب الدعوات لوگ کون ہوتے ہیں؟

مستجاب الدعوات لوگ کون ہوتے ہیں جو معصیت سے اپنی زندگیوں کو خالی کر چکے ہوتے ہیں وہ مستجاب الدعوات لوگ بن جاتے ہیں۔

عمل اور اخلاص کی دعا

یہ چند باتیں تھیں جن کا ذکر کر دینا اس محفل میں آپ لوگوں کے سامنے بہت ضروری تھا۔ چند جنرل باتیں جو سب کے لئے ضروری تھیں میں نے کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل اور اخلاص کی توفیق سے نوازے آمین۔

طالبات کے لئے دعاء

آپ بچیاں جو گھروں سے علم حاصل کرنے کے لئے یہاں آئیں آپ کے آنے کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، علم وعمل اور اخلاص دے کر اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت والے دن علماء کی صف میں شامل فرمادے۔ آمین۔

بحوالہ مجالس فقیر ص ۱۹۰ تا ۲۱۱ از پیر ذوالفقار نقشبندی مدظلہ

ہمسایوں کی آسودگی کے اسباب کے متعلق قیمتی نصائح

صرف دیندار عورت جو اپنے رب سے ڈرتی ہو اسی کا ساتھ اختیار کر اس لئے کہ جب وہ تجھ سے پیار کریگی تو تیری عزت کریگی۔ اگر کوئی غیر دیندار ہوگی تو نیکی پر تجھ سے جدا ہو جائیگی (یعنی نیکی کی بات اسے جان لے کہ وہ علم تجھے فائدہ نہیں دیگا۔

تیری اولاد میں سے جو کوئی اچھا کام کرے تو اسے بتادے کہ تو نے اس کے کام کو بہت پسند کیا ہے اور جتنا ہو سکے اسکی تعریف کر اور انعام میں کچھ عطا کر۔

اپنے خاوند کے ساتھ تیری خوش بختی کے اسباب کے متعلق قیمتی نصائح

کبھی ایسی حالت اختیار نہ کر جو تیرے شوہر کو اچھی نہ لگے بہترین عورت وہ ہے جس پر اس کے خاوند کی نظر پڑے تو اسکی سعادت، اچھی حالت اسکی آنکھوں کے سامنے نمایاں ہو۔

جب بھی تیری طرف تیرا خاوند نظر کرے تو تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمایاں ہو۔

اپنے شوہر کی نافرماں برداری سے اسے بہت زیادہ راضی کر تیری فرمابرداری کے مطابق ہی تیرا شوہر تیری محبت کا احساس کرے گا، اور تجھے راضی کرنے کی جلد کوشش کریگا

تیری جو غلطی تیرے شوہر کے نوٹس میں آگئی ہو اس کے تکدر کو دور کرنے کیلئے مناسب وقت اور مناسب طریقہ اختیار کر۔

(برادشت کے لئے) فراخ دل ہو (شوہر کے سامنے) اسکی ان غلطیوں کا زیادہ تذکرہ نہ کر جو اس سے کسی غیر کی خاطر سرزد ہوگئی ہوں۔

اپنے شوہر کی محبت کی بناء پر ہر طرح کی ذہانت اور عقلمندی سے اسکی غلطیوں کا تدارک کر اور اس کے احساسات کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کر۔

اپنے خاوند کے سامنے کسی اجنبی آدمی کی تعریف نہ کر البتہ اس آدمی میں کوئی دینی صفت ہو تو (اسکا اظہار جائز ہے)۔

اپنے خاوند کے خلاف غیروں کی باتوں کو سچا نہ جان۔

ہمیشہ اپنے شوہر کے سامنے ایسے کام کر جنہیں وہ پسند کرتا ہو۔ اور ایسی باتیں کر جنہیں وہ ہمیشہ سننے کی رغبت رکھتا ہو۔

اپنے شوہر کی طبیعت کو اچھی طرح سمجھ لے تاکہ اس کے دل میں تیرا احترام ہو۔ کسی معاملے میں جب بھی کوئی سخت لہجہ اختیار کرتا ہے تو وہ وقتی ہوتا ہے۔ (یہ نہ سمجھ کہ اس کے دل میں تیرے خلاف کوئی مستقل جذبہ ہے)

ہمیشہ اس کے پاس ذکر کر کہ تو اس کے والدین اور رشتے داروں کی طرف جانے کو اپنی سہیلیوں کی طرف جانے پر ترجیح دیتی ہے۔

جب تو اس کے ساتھ بات چیت کرے تو اسکی کسی مالی تنگی پر کسی قسم کا تنگ دلی کا اظہار نہ کر اور اس کی طرف سے جو تجھے بہت سی بھلائیاں حاصل ہوئی ہیں ان کا اس کے پاس ذکر کر۔

اپنی عادت بنا کہ جب وہ ہنسے تو تو بھی ہنسے اور جب وہ غمزدہ ہو تو تو بھی روئے اس لئے کہ ایک دوسرے کے احساس و شعور کا تبادلہ محبت پیدا کرتا ہے۔

جب وہ بات کرے تو پوری طرح خاموش رہ اور اسکی طرف کان دھر (پوری توجہ دے)

بکثرت اسے یاد نہ دلا کہ تو نے اس سے ہمیشہ کوئی چیز طلب کی ہے۔ (مگر وہ حاصل نہیں ہوئی) البتہ اسے وہ چیز اس وقت یاد دلا جب تو جان لے کہ وہ اس کے ذکر سے خوش ہوگا۔

بار بار غلطیاں کرنے اور ایسے موقف میں واقع ہونے سے اپنے آپ کو بچا جسے تیرا خاوند دیکھنا نہ چاہتا ہو۔ جب تو اپنے شوہر کو نفلی نماز پڑھتا ہوا دیکھے تو اس کے پیچھے کھڑی ہونے اور نماز پڑھنے کو نہ بھول۔ جب وہ کوئی علمی کتاب پڑھتا ہو تو اس کے ساتھ بیٹھنے اور غور کے ساتھ سننے کو ہرگز نہ بھول۔

اپنے شوہر کے سامنے اپنی ذاتی خواہشات کے بارے میں زیادہ باتیں نہ کر۔ بلکہ بکثرت اصرار کر کہ وہ تیرے سامنے اپنی ذاتی خواہشات کا ذکر کرے۔

ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اس کی رائے پر اپنی رائے کو مقدم نہ کر بلکہ بعض مواقع میں تو اس کی رائے کو اس سے محبت کی بناء پر پیش کرنے میں پہل کرے۔

اسکی اجازت کے بغیر کوئی نفلی روزہ نہ رکھ اور اس کے علم کے بغیر اس کے گھر سے باہر نہ نکل۔

جو راز کی بات وہ تیرے سامنے بیان کرے اسے یاد رکھ اسکی حفاظت کر اور اسے اپنے ماں اور باپ کے پاس بھی ظاہر نہ کر اس لئے کہ یہ بات اسکے سینے کو غصے سے تیرے خلاف بھڑکا دیگی۔

پرہیز کر کہ تو کسی بحث و مذاکرے میں اسکی شہادت (رائے) سے اپنی شہادت کو اعلی قرار دے اس لئے کہ یہ بات تیرے خلاف نفرت پیدا کریگی۔

جب اس کے ماں باپ میں سے یا اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی ایک بیمار ہو جائے تو اسے یاد دلا کہ تم دونوں کو اسکی بیمار پرسی کرنی چاہئے نہ کہ وہ اکیلا ہی (عیادت کرنے جائے)

(ضروری اشیاء کے حصول میں) نرمی سے اپنے شوہر کا ساتھ دے۔ یہ ضروری نہیں کہ تیرے گھر میں بازار کی کوئی برانچ ہو یا جو کچھ سپر مارکیٹ میں موجود ہو وہ سب کا سب تیرے گھر میں بھی موجود ہو۔ جب بھی بحث و تکرار میں کوئی سختی پیدا ہو جائے تو گھر سے نکل جانے میں پرہیز کر۔ یہ امر اس کے نفس میں تجھ سے بے پروائی کو طاقت دیگا۔

جب بھی وہ کسی ضروری امر میں گھر سے جدا ہو۔ تو اسکی عدم موجودگی میں اپنی پریشانی اور تنگ دلی کا اظہار کر (اور درخواست کر کہ وہ جلد گھر میں واپس آجائے)

جب وہ کسی بناء پر تجھے اپنے ساتھ لے جانے کے وعدے کو پورا نہ کر سکے تو اس کے عذر کو قبول کر۔ اس لئے کہ اسے آخری وقت میں دعوت ملی ہو جسے قبول کرنے میں وہ مجبور ہو۔

اپنی ذمہ داری سے اس بناء پر دست بردار نہ ہو کہ اب تجھے خاوند مل گیا ہے۔

بے جا غیرت کے جوش سے پرہیز کر اس لئے کہ ایسی غیرت تباہ کن ہتھیار ہے (جس سے خودکشی اور گھر سے نکلنے جیسے ناروا امور کا ارتکاب ہو جاتا ہے)

اس انداز کے ساتھ اپنے شوہر سے بات نہ کر گویا تو معصوم اور وہ گنہگار آدمی ہے۔

اس کے احساس و شعور کا خیال رکھ جب وہ غمزدہ ہو تو مت خوش ہو اور جب وہ خوش و خرم ہو تو تو مت رو۔ اپنے شوہر کے سامنے اس کے فضائل اور خوبیوں کا بکثرت ذکر کر۔

اپنے شوہر کو احساس دلا دے کہ اس کو اس کا مقصود حاصل نہ ہونے سے تجھے سخت پریشانی لاحق ہے۔ کمزوری واقع ہونے کے بعد اس کے پاس نئے عزم و پختہ ارادے کا اظہار کر۔

اپنے خاوند کے خلاف جھوٹ کہنے سے انتہائی طور پر دور رہ یہ امر اسے سخت دکھ پہنچائے گا۔

اپنے شوہر کے پاس ہمیشہ ذکر کر کہ اگر وہ تجھ سے شادی نہ کرتا تو وہ نہیں جانتی کہ اسکی کیا حالت ہوتی (یہ تذکرہ اس سے انتہائی محبت کا باعث ہوگا)

دین کی بہتری کیلئے نصائح

اللہ تعالیٰ کی شریعت کی دلیل کے بغیر کوئی عمل نہ کر۔

درست عمل کے ساتھ بہت زیادہ اخلاص سے کام لے ورنہ تیرا عمل تجھ پر لوٹا دیا جائیگا (یعنی مقبول نہ ہوگا)

نیک بزرگوں کے طریقے سے اسلام کا فہم حاصل کر۔ اور طریقہ وہ ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تھے اور جس پر وہ لوگ تھے جنہوں نے نیکی کے ساتھ قیامت کے دن تک ان کی پیروی کی۔

بدعتی عورتوں کی باتوں سے اور بے ہودہ عورتوں کے خیالات سے بچ۔

جھگڑے اور بحث وجدال سے بچ۔ نماز کو اس کے صحیح وقت پر قائم کر اور ایک مہینے کے روزے رکھ تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگی۔

غصے اور خوشی کی حالت میں عدل کرنے والی بن۔ جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر، جو تجھ پر ظلم کرے اس سے درگذر کر اور جو تجھ سے قطع رحمی کرے اس سے صلہ رحمی کر۔

مسلمان عورتوں کے چھوٹے بچوں کو اپنی اولاد سمجھ۔ درمیانی عمر کی بچیوں کو اپنی بہنیں اور بڑی عمر والی عورتوں کو اپنی مائیں سمجھ۔ اپنی اولاد پر رحم کرنا تجھ پر لازم ہے۔ اپنی بہنوں سے صلہ رحمی کر اور اپنی ماؤں کے ساتھ احسان کر۔

کثرت سے تلاوت قرآن کر۔ اور کثرت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیج۔

جب تو کوئی نیک کام دیکھے تو اس کے کرنے والوں کی مدد کر اور جب کوئی برائی دیکھے تو اس کے عامل کا ہاتھ پکڑ لے (یعنی اسے برائی سے روک دے)

اپنے رشتہ داروں سے جڑی رہ ان پر احسان کر۔ اگرچہ وہ تیرے حق میں کوتاہی کریں۔

ہر اس کام سے دور رہ جو ماں باپ کی نافرمانی کا سبب بنے اگرچہ اس میں تیرا کوئی دنیاوی نقصان ہو۔ دین کی فقہ، معاملات، عقائد اور سیرت میں دین کے احکام سیکھ اس لئے کہ عمل سے پہلے علم حاصل کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ ہمارے پروردگار نے فرمایا ہے۔

فاعلم انہ لآ الٰہ الا اللہ و استغفر لذنبک (محمد ۱۹)

''پس تو جان لے کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اپنے گناہ کی بخشش مانگ۔''

ایمان اور اس کے خلاف امور پر شک نہ کرنے سے شرک والے امور پر عمل نہ کرنے، منافقت، دکھاوے، کینے، خیانت سے نہ بچنے، بڑی اور چھوٹی ناپاکی سے دل کی حقیقی صفائی حاصل کرنیکی حرص کر۔ دنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی بسر کر یا ایک غیر معروف اجنبی کی طرح۔

یاد رکھ جو شخص اپنی دنیاوی قسمت پر ناراض ہوا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔

یاد رکھ کہ احسان کا نتیجہ ختم نہیں ہوتا، گناہ بھلایا نہیں جاسکتا۔ مال باقی نہیں رہتا اور بھلائی فنا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اسے موت نہیں آئیگی لہٰذا تو جیسا ہونا چاہتی ہے ہو جا۔ جتنی تو اطاعت کریگی اتنی ہی تجھ کو جزا ملے گی۔

یاد رکھ جو (اللہ تعالیٰ کی) وعد (وارننگ) سے ڈر گئی دوری کم ہو جائیگی (یعنی اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا) اور جس کی امید لمبی ہوئی اس کا عمل کم اور کوتاہ ہو جائیگا۔

اپنی اولاد کو جنت کی ترغیب دے۔ بیشک جنت میں وہی داخل ہوگا جس نے نماز اور روزے ادا کیے اپنے ماں باپ کی فرماں برداری کی۔ جھوٹ نہ بولا اور کسی پر حسد نہ کیا۔

اپنی اولاد کو سکھا کہ سونے سے پہلے سورۃ ''فلق'' اور سورۃ ''الناس'' پڑھیں

اپنی اولاد کو مسجد کی طرف جانے اور جماعت کے ساتھ حاضر ہونے پر حوصلہ دیجئے۔

اپنی اولاد کو کفریہ الفاظ، گالی گلوچ و لعن طعن اور بے ہودہ گوئی سے ڈرا۔

اپنی بیٹیوں کو بچپن ہی سے پردے اور شرم وحیا کی رغبت دلا۔ انہیں چھوٹے تنگ کپڑے اور اکیلی پینٹ یا شرٹ (قمیص) پہننے کی عادی نہ بنا تاکہ وہ بچپن ہی میں دوسرے بچوں کی نسبت اپنی خصوصیت کو پہچان لیں۔

سات سال کی عمر میں اپنی بیٹیوں کو اوڑھنی پہننے کی عادی بنا۔

اپنی اولاد میں جس کو تو دیکھے کہ بائیں ہاتھ سے کھاتا یا پیتا ہے تو اس سے روک دے (اور دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی تعلیم دے)

اپنی اولاد کو ناخن تراشنے اور کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کے دھونے کی نصیحت کرنا نہ بھول۔ جب تو نماز کا ارداہ کرے تو اپنے چھوٹے بے شعور بچوں کو اپنے پڑوس میں بھیج دے۔ (تاکہ وہ شور سے تیری نماز میں خلل نہ ڈالیں)۔

تیری خوشی بختی اور بدبختی کی علامتیں

جب بھی اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ غیر کے لئے اسکی تواضع انکساری اور رحمت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب بھی اس کے عمل میں اضافہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے بارے میں اس کے خوف اور احتیاط میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

جب اس کی عمر لمبی ہوتی ہے۔ اس کی حرص کم ہو جاتی ہے۔

جب اسے اللہ تعالیٰ مال عطا کرتا ہے۔ اسکی سخاوت اور (جائز کاموں کیلئے) خرچ کرنے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اسکی غیر عورتوں میں قدر و منزلت بلند ہوتی ہے۔ انکے ساتھ اسکے قرب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان کی حاجتیں پوری کرنے اور تواضع کا عمل کرتی ہے۔

مسلمان عورت کی دنیا میں بدبختی اور آخرت میں اسکے خسارے کی علامتیں

جب بھی اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے غیروں پر اس کے کبر اور فخر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جب بھی اس کے عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ اپنی ذات پر اس کے غرور اور دوسروں کے لئے اس کی حقارت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جب اسکی عمر بھی ہوتی ہے تو دنیا پر اسکی حرص بڑھ جاتی ہے۔

جب اس کا مال بڑھ جاتا ہے تو مال میں اسکا بخل بھی بڑھ جاتا ہے۔

جب دوسروں میں اسکی قدر و منزلت بڑھتی ہے تو وہ ان پر اپنی برتری ظاہر کرتی ہے (کہ میں تم سے بلند و برتر ہوں)

اے میری مسلمان بہن! تو مذکورہ بالا دو فریقوں میں سے کس فریق میں شامل ہونا چاہتی ہے؟

تو خود سیکھ اور دوسروں کو سکھا

علامات ملامت۔ بھید ظاہر کرنا، عہد شکنی، آزاد (نیک) لوگوں کی غیبت اور ہمسائیگی کو تکلیف پہنچانا۔ جہالت کی علامتیں۔ جاہلوں کی صحبت، فضول باتوں اور کاموں کی

کثرت (کسی کے) راز کو پھیلانا اور نیکی کو حقیر جاننا۔

عقلمند عورت کی علامتیں۔علم سے محبت، حسن برداشت صحیح جواب دینا اور درست افعال واقوال کی زیادتی۔مومن عورت باتیں کم اور عمل زیادہ کرتی ہے۔منافق عورت باتیں زیادہ اور عمل کم کرتی ہے۔

چاہئے کہ تو تین طریقوں سے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کا حق ادا کرے۔اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے۔اسکی ڈانٹ سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے،لوگوں سے ان کی تکلیف دور کرتے ہوئے،اپنے نفس کی پاکدامنی اور اپنی تنہائی میں حفاظت کرتے ہوئے۔

دوسری عورتوں کے نزدیک قدر و قیمت میں زیادہ کم وہ عورت ہے جو علم دین میں ان سب سے کم ہو۔جب کسی کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے تیرے ہاتھ کوتاہ و کمزور ہوں تو تیری زبان شکریہ ادا کرنے کیلئے لمبی ہونی چاہئے۔

فرماں برداری کے بغیر اپنا دن نہ گزار۔اور اپنے دن کا خاتمہ توبہ واستغفار سے کر۔

جتنی تو اللہ تعالیٰ سے قریب ہو اتنی ہی تو اس سے شرم وحیا کر۔اور اس کے عذاب سے اس قدر ڈر جس قدر تجھ پر قدرت رکھتا ہے۔

تین خصلتوں کے بعد شرمندگی لاحق نہیں ہوتی۔دیانت داری پاکدامنی اور کام کرنے سے پہلے سوچ بچار۔تین باتیں تیرے اخلاص کو ثابت و قائم رکھیں گی:۔کلام کے مطابق عمل ،نفع اندوزی کے بغیر ہمیشہ کی سچائی، پوشیدگی اور ظاہر طور پر سچ بات کہنا۔

دینی لحاظ سے جو تجھ سے اوپر ہے اس کے مقابلہ میں اپنے پر فخر نہ کر ورنہ جو تجھ سے ادنی ہے وہ تجھے گھٹیا شمار کرے گا۔شرعی پردے کی آٹھ شرطیں ہیں۔یہ کہ پورے جسم کو ڈھانپنے والا ہو۔نہ وہ تنگ ہو کہ جسم کے نشیب و فراز نظر آئیں۔

نہ ہی اتنا باریک اور شفاف ہو کہ اس کے نیچے سے جسم کی جھلک نظر آئے۔

نہ خوشبو سے معطر اور مہکتا ہو۔اور نہ ہی کافر عورتوں کے لباس جیسا ہو اور نہ وہ مردوں کے لباس سے ملتا جلتا ہو۔

باپ کے خلاف سرکشی، بھائی کے خلاف تکبر اور خاوند کے خلاف اظہار برتری سے ڈر۔

عورت کی قدر و قیمت اسکی جسمانی خوبیوں میں نہیں ہے۔بلکہ اسکی قدر و قیمت دینی خوبیوں میں ہے۔بہتر مجلسیں آخرت کی مجالس ہیں جیسے قرآن کی تلاوت رب رحمان کے

ذکراور توبہ واستغفار کی مجالس۔؟

بدترین مجالس دنیوی مجالس ہیں۔جیسے کھانے پینے کی باتوں اور غیر حاضر عورتوں کی عزت وآبرو کی بحث وتحیص کی مجلسیں وغیرہ۔

جس انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔وہ یہ ہے کہ تو اپنے غیر کے ساتھ ایسا سلوک ومعاملہ کر جیسا تو پسند کرتی ہے کہ لوگ تیرے ساتھ معاملہ کریں۔جس طرح تو اپنے بدن اور دین ودنیا میں تکلیف کو ناپسند کرتی ہے اس طرح اپنے غیر کے لئے بھی اس تکلیف کو ناپسند کر۔

چاہئے کہ تیرے ہر عمل کا خاتمہ "الحمدللہ" کے کلمے کے ساتھ ہو۔

شرم وحیا۔تجھے دین کے احکام سیکھنے سے نہیں روکتی۔اور نہ وہ حق بات کہنے سے روکتی ہے۔

کسی بدعادت عورت کے ساتھ بیٹھنے سے تیرا تنہا بیٹھے رہنا بہتر ہے۔

بہت قیمتی نصیحتیں

اگر تو خشوع کی توفیق چاہتی ہے تو فضول نظربازی سے دور رہ۔

اگر تو دانائی کی توفیق کو پسند کرتی ہے تو فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

اگر تو اپنے عیبوں سے باخبر ہونے کی توفیق چاہتی ہے تو دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ لگانا چھوڑ دے۔ابلیس کے ساتھ جنگ اس کی چالوں اور اس کے پھندوں سے ہرگز غفلت نہ کر۔جو تجھ پر زیادتی کرے اس پر بردبار ہوجا۔

نیک اعمال کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت سے دھوکا نہ کھا۔

اگر تو اس امر سے نہ ڈرتی کہ اطاعت میں تیری کوتاہی پر اللہ تعالیٰ تجھے عذاب دیگا،تو تو برباد ہونے والی ہے۔

درج ذیل امور مومن عورتوں کی کمال عقلمندی کی علامت ہیں

آپس میں محبت،اپنے غیر کے ساتھ سکون واطمینان وقار اور دوسری عورتوں کی حالت کے بارے میں کم باتیں کرنا۔

جان لے کہ دنیا میں بہت کم راحت پانے والی عورت حسد کرنی والی اور کینہ رکھنے والی ہوتی ہے۔

دو خصلتوں کے بغیر عورت کی صفات کامل نہیں ہوتیں

جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز اور ان کی ایذارسانی پر برداشت کرنا۔

یاد رکھ تجھ میں کسی خوبی کے نہ ہونے پر جس عورت نے تیری تعریف کی ہے وہ تجھ میں برائی نہ ہونے کے باوجود تیری مذمت کردیگی۔

متواضع عورت کی علامت ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اپنی نیکی اور تقویٰ کا ذکر نا پسند کرتی ہے۔

رات دن کثرت سے توبہ و استغفار کر اس لئے کہ تو گناہوں سے محفوظ نہیں ہے۔

دنیا میں مومن عورت کی تین مصیبتیں

اسکی نماز کا فوت ہوجانا (یعنی نماز کا رہ جانا)

کسی نیک بہن کا مرجانا اور اسلام میں کسی بدعت کا پیدا ہوجانا۔

اپنے رب کی عظمت سے غافل عورت ہی اپنی عبادت کو بہت زیادہ سمجھتی ہے۔

ہر وہ عورت جس نے اپنے نفس کے بارے میں گمان کیا کہ وہ بہت نیک ہے تو وہ ایسی عورت کی طرح ہے جس کے برے عمل کو اس کے لئے آراستہ کردیا گیا ہو۔

بہت سی عورتیں اپنی تعریف کی وجہ سے برباد ہوئیں اور بہت سی عورتیں احسان کی وجہ سے آہستہ آہستہ (حق کے) قریب ہوگئیں۔

جس کی خواہشات زیادہ ہوگئیں اس کے گناہ بھی زیادہ ہوگئے۔ اور جس کے گناہ زیادہ ہوگئے، اس کا دل سخت ہوگیا۔

جو عورت تلاوت قرآن کے وقت نہ روئی وہ مغرور ہے۔

اپنے پوشیدہ رازوں اور باطن کی اصلاح اطاعت کا جوہر ہے۔

یاد رکھ کہ لوگ یا عالم ہیں یا طالبعلم ہیں ان دونوں کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں ہے۔

جس نے اپنی زبان کی حفاظت کی اس نے اپنی جان کو راحت پہنچائی۔

جس کی باتیں زیادہ ہوئیں اسکی پستی اور زیادہ ہوئی۔ جس کی پستی زیادہ ہوئی اسکی شرم و حیا کم ہوئی۔ جس کی شرم و حیا کم ہوئی اس کا تقوی کم ہوا اور جس کا تقوی

کم ہوا اسکے دل کی موت واقع ہوگئی۔

خبردار ہوجا کہ اللہ تعالیٰ کو سچی زبان سے زیادہ محبوب گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں اور جھوٹی زبان سے زیادہ مبغوض (ناپسند) اس کے نزدیک گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے۔

اگر ایمان کی حقیقت کو پہنچانا چاہتی ہے تو حقدار ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے۔

عقلمند اور جاہل عورت کے درمیان فرق

بہترین عورت وہ ہے جو سرفراز ہونے کے باوجود عجز وانکساری اختیار کرتی ہے۔

قدرت کے باوجود بے نیازی اور طاقت کے باوجود عدل وانصاف کو اختیار کرتی ہے۔

بہت سخی عورت وہ ہے جو مال عطا کر کے صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اسکی جزاء چاہتی ہے۔

وہ عورت جو اپنی کسی ایک بہن سے بھی دشمنی کرتی ہے وہ لوگوں کی صحبت سے الگ رہتی ہے۔

احمقوں کی صفات سے پرہیز کر اور وہ درج ذیل ہیں:۔

جلد بازی، درماندگی (ہمت کی پستی) بدکرداری جہالت، مال ودنیا کی محبت اور موت کا ڈر، آپس میں حسد، ظلم وزیادتی، غفلت، بھول جانا، سرکشی بے حیائی، تکبر، اتراہٹ اور دشمنی۔

عقل مند عورت پر ہر حالت میں حسد سے کنارہ کشی واجب ہے۔ حسد کی کمزور ترین خصلت قضاء وقدر پر راضی نہ ہونا ہے۔

عقلمند عورت اپنی سہیلیوں سے طمع سے پرہیز کرتی ہے اس لئے کہ طمع ذلت کا باعث ہے۔ اس طرح طمع تھکاوٹ اور ذلت کا بیج ہے۔

لوگوں سے مانگنے کی فکرمندی سے بچ اسلئے کہ مانگنے کے لئے سوچ بچار اور فکرمندی آدھی مصیبت ہے اور لوگوں سے مانگ لینا پوری مصیبت ہے۔

اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر۔ عقلمند عورت یقین رکھتی ہے کہ پیدائش، خلق، رزق اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں۔

عقلمند عورت جانتی ہے کہ قناعت دل کے ساتھ ہوتی ہے۔ سو جس شخص کا دل غنی ہے اس کا ہاتھ بھی غنی ہے۔ اور جس عورت کا دل فقیر ہے اسے اس کی دولتمندی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ جو عورت قناعت اختیار کرے وہ ناراض نہیں ہوتی اور زندگی امن واطمینان کے ساتھ گزارتی ہے۔

جاہل عورت اللہ تعالیٰ کی کم معرفت ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ سے کم راضی ہوتی ہے۔

تین خصلتیں کسی عقلمند عورت میں جمع ہوتی ہے

کسی کی عدم موجودگی میں اسے اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کرنا۔ کسی کی لغزش کو برداشت کرنا اور کم اکتان۔

جاہل عورت نہیں جانتی کہ چغل خوری محبت کو بگاڑ دیتی ہے اور کینے کو بھڑکا دیتی ہے۔

عقلمند عورت چغل خوری کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتی۔ وہ جانتی ہے کہ چغل خوری پردے پھاڑ دیتی ہے، راز کھول دیتی ہے، کینے پیدا کرتی ہے، محبت ختم کر دیتی ہے، دشمن تازہ کر دیتی ہے، جماعت کا شیرازہ بکھیر دیتی ہے، کینے کا بھڑکاتی ہے اور حسد میں اضافہ کرتی ہے۔

ہر عقلمند عورت پر واجب ہے کہ اپنی بہن کی لغزش پر اسے ٹوکنے میں کوتاہی نہ کرے، اس لئے کہ جو عورت اپنی بہن کی اصلاح کیلیے اس کو ٹوکتی نہیں ہے وہ محبت کی حفاظت نہیں کر سکتی۔

جاہل عورت غلطیوں پر معذرت نہیں کرتی اسے جاننا چاہئے کہ معذرت پیش کرنا فکرمندی اور غموں کو دور کر دیتا ہے، رنج کو ختم کر دیتا ہے اور کینے کو دور کرتا ہے۔

یاد رکھ جس عورت نے اپنے راز کو چھپایا اسکی تدبیر کامل ہوئی۔

باب ہشتم

طالبات کا گھروں سے نکلنا

اور

پردے کا شرعی حکم

جاہلیت اولیٰ کی خواتین

جاہلیت کے زمانے میں عورتیں بغیر کسی ضرورت کے گھروں سے نکل کھڑی ہوتی تھیں اور باہر نکلنے کا انداز بھی بڑا شرمناک ہوتا تھا۔ گلے میں دوپٹہ ڈال کر بناؤ سنگھار کر کے بڑی بے حیائی اور بے باکی کے ساتھ مردوں کے درمیان گھومتی اور باتیں کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسے بے حیا دوپٹے کو جاہلیت اولیٰ سے تعبیر کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے اپنے گھر میں ٹھہری رہو اور جاہلیت اولیٰ کی عورتوں کی طرح اپنے آپ کو کھلے طور نہ دکھاتی پھرو۔

مطلب یہ ہے کہ بلا وجہ عورتیں اپنے گھر سے نہ نکلیں کیونکہ گھر میں رہنا ہی عورتوں کی اصل وضع ہے اور اگر اشد ضرورت کے تحت کسی عورت کو گھر سے باہر نکلنا بھی پڑ جائے تو جاہلیت اولیٰ کے زمانے کی طرح بے پردہ ہو کر باہر نہ جائیں۔

جو جاہلیت اولیٰ میں پیدا ہوئی اور آج بھی موجود ہے یہ جاہلیت ثانیہ ہے جو فسق و فجور کی نمائندگی کرتی ہے عورتیں بے پردہ بازاروں میں گھومتی پھرتی ہیں۔ میدانوں میں مردوں کیساتھ اختلاط عام ہے یاد رکھیں جاہلیت اولیٰ اور جاہلیت ثانیہ دونوں ہی معیوب ہیں اس سے بد اخلاقی پھیلتی ہے۔

پردے کے حکم کا مطلب

قرآن مجید کے اس حکم کا یہ مطلب بھی نہیں کہ عورتوں کو پنجروں میں بند کر دو بلکہ اس سے مراد صرف اور صرف بے راہ روی اور خرابی کو روکنا ہے۔ ورنہ ضرورت کے وقت عورت گھر سے باہر باپردہ ہو کر نکل سکتی ہے۔

چنانچہ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ تم اپنی حاجتوں کے لئے باہر نکل سکتی ہو مگر پردے کے ساتھ (درمنثور)

سورۃ احزاب کے آٹھویں رکوع میں تمام عورتوں کو شرعی پردے کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: یدنین علیھن من جلابیبھن ''یعنی مسلمان عورتیں اپنی چادروں کو لٹکایا کریں تا کہ ان کا جسم ظاہر نہ ہو جائے۔ اور نہ ان کی زیب و زینت فتنہ میں ڈالے برقعہ ضروری نہیں یہ بڑی چادر سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال پردہ ضروری ہے ایسا پردہ جس سے عورت کی زینت بالکل نظر نہ آئے۔

طالبات کو موٹا لباس پہنایا جائے

لہٰذا عورتوں کو موٹا لباس زیب تن کر کے باہر نکلنا چاہئے حتیٰ کہ اگر نماز کے لئے بھی جائے تو سادہ لباس پہن کر خوشبو استعمال کیئے بغیر باہر نکلنا چاہئے کیونکہ یہی چیزیں فتنہ وفساد کا باعث بنتی ہیں۔ عورتوں کی پردہ داری کی خاطر ان پر جمعہ فرض نہیں کیا گیا اور نہ ہی عیدین کی نمازیں ان پر واجب ہے اور عام نمازوں میں بھی ان کے لئے جماعت کی پابندی کو لازمی قرار نہیں دیا گیا۔ مسجد میں جانے کی طرف اجازت ہے بشرطیکہ راستہ پر امن ہو کسی قسم کا ظاہری اور باطنی خطرہ موجود نہ ہو لیکن ان باتوں کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا بڑے کمرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

اور کمرے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (مشکوۃ ابن کثیر)

غرض یہ کہ عورت جتنا چھپ کر نماز پڑھے گی اتنا اجر زیادہ ہوگا۔ کیونکہ عورتوں کی اصل وضع گھر میں قرار پکڑنا ہے بے حجاب ہو کر باہر نکلنا نہیں پردے کے حکم میں حکمت یہ پوشیدہ ہے کہ فحاشی و بے حیائی کے لوازمات سے بچے۔ شریعت نے یہ حکم اس لئے بھی دیا ہے کہ برائی کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔ مثال کے طور پر شریعت نے شراب پینے کو حرام قرار دیا ہے تو اسکے مبادیات کو بھی حرام قرار دیا ہے جیسے شراب بنانا تجارت کرنا لا کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

اس میں اصل راز یہ ہے کہ شراب نوشی کا موقع ہی نہ ملے۔ اسی طرح شریعت نے نکاح کی ترغیب بھی دی ہے تا کہ برائی کی طرف رغبت پیدا نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ بات یہ ہے کہ جدید تہذیب کے دلدادہ پردے کو عورت کی حق تلفی گردانتے پھر رہے ہیں عقل کے اندھے یوں کہتے ہیں کہ پردہ مضر صحت اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورت کو سر عام برہنہ و نیم برہنہ کر دیا۔ اب عورتیں ان مغرب زدہ لوگوں کے بہکانے میں آکر برقعہ یا بڑی چادر تو در کنار معمولی سادو پٹہ میں سر پر لینا بار سمجھتی ہیں۔

طالبات کا خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس سے گزرنا

حضرت ابو موسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر آنکھ جو نا محرم عورت پر ڈالی جائے) زنا کرنے والی ہے اور وہ عورت جو خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس پر سے گزرے گویا کہ زنا کرنے والی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: شریعت اسلامیہ نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جس میں معاشرہ کے اندر بے حیائی اور بدکاری پھیلنے کا امکان ہو اسی لئے پردہ کا حکم دیا گیا اور نامحرم کے سامنے نگاہ کی حفاظت کی تاکید کی گئی، عورت کو خوشبو لگا کر نکلنے سے منع کیا گیا کیونکہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے یعنی عورتوں پر لازم ہے کہ پاؤں اتنی زور سے نہ رکھیں کہ جس سے زیور کی آواز نکلے اور ان کی مخفی زینت مردوں پر ظاہر ہو اور خوشبو لگا کر عورت کا نکلنا زینت کو ظاہر کرنا ہے اور نامحرم مردوں کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے اس لئے حدیث بالا میں ہے کہ یہ بدکاری اور زنا میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔

اس عورت کی نماز کامل طور پر قبول نہیں ہوتی

حضرت موسیٰ بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ کے پاس سے ایک عورت کا گزر ہوا جس کی خوشبو بہت تیز آرہی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اے اللہ کی بندی کہاں جانے ارادہ ہے؟ اس عورت نے کہا مسجد کا فرمایا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں فرمایا واپس جاؤ اور غسل کرو (تاکہ خوشبو کا اثر ختم ہو جائے) میں نے رسول اللہ کو ارشاد فرماتے سنا اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز کامل طور پر قبول نہیں کرتا جو مسجد میں اس حال میں جائے کہ خوشبو خوب مہک رہی ہو جب تک واپس لوٹ کر غسل نہ کرے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

طالبات کا اجنبی مردوں سے بات کرنے کا طریقہ

اوّل تو بلا ضرورت عورتوں کو مردوں سے بات نہیں کرنی چاہئے اور گر بضرورت بات کرنی پڑے تو قرآن مجید کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ الفت و محبت۔ واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں جذبات کی پوری رعایت ہے نرم لہجہ سے اجنبی شخص کو ضرور میلان ہوتا ہے اور سخت لہجہ سے اجنبی مرد کو نفرت ہوتی ہے۔ الغرض عورتوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ پردہ کے ساتھ بھی اجنبی مرد کے ساتھ نرم لہجہ سے گفتگو بھی نہ کی جائے اس طرح سے آواز کا بھی پردہ ہے۔

عورت کے لئے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے افسوس کہ سلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا

یعنی نرم لہجے سے بات نہ کرو۔ دیکھئے اس آیت کی ۹ مخاطب وہ عورتیں ہیں جو مسلمانوں کی مائیں ہیں یعنی ازواج مطہرات ان کیطرف کسی کی بری نیت جا ہی نہیں سکتی۔ مگر ان کے لئے بھی یہ سخت انتظام کیا گیا جب کہ ازواج مطہرات کیلئے یہ حکم ہے تو اسلئے میں کہتا ہوں کہ امت محمدیہ کی جو دوسری خواتین ہیں وہ کس شمار میں ہونگی۔

بندہ اپنی ماؤں اور بہنوں سے خصوصی گزارش کرتا ہے کہ خدارا نرم لہجے میں اجنبی مرد کے ساتھ بات نہ کرو کیونکہ اس سے اجنبی مرد کے دل میں میلان پیدا ہوتا ہے اس لئے میری ماؤں اور میری بہنوں نرم لہجہ میں بات کرنے سے گریز کرو اس میں تمہارے لئے بہت بڑا فائدہ ہے۔

حدیث کی روشنی میں دیور سے پردے کا حکم

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو تو ایک انصاری نے آپ سے پوچھا اے اللہ کے رسول اور دیور کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث میں دیور کو بھابھی کے حق میں موت قرار دیا ہے یعنی جس طرح موت ہلاکت کا باعث ہے اس طرح بھابھی کے لئے دیور ہلاکت اور جہنم کا باعث ہے۔ شرح بخاری میں ہے جس طرح آدمی موت سے بچتا ہے اس طرح دیور اور بھابھی ایک دوسرے سے بچیں۔ اصل میں بھائی کی بیوی ہونے کی وجہ سے شیطان کا یہاں بہت دخل ہوتا ہے۔ یہاں ایک تو یہ غفلت ہوتی کہ گھر کے اندر اپنے ہیں ان سے برائی کا کیا خطرہ ان کو تو اپنا بھائی سمجھتی ہیں اور جہاں غفلت ہوتی ہے وہیں شیطان اپنا کام دکھا دیتا ہے۔ دوسرا یہ کہ تنہائی کا موقع بہت کثرت سے آتا ہے اور جہاں اجنبی مرد اور عورت تنہائی میں ہوں وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے اور وہ بدکاری کروا کر چھوڑتا ہے۔

طالبات تنہا نہ رہیں مگر؟

حدیث میں آتا ہے لا یخلون رجل بامرءۃ الا ذی محرم

خبردار کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت اختیار نہ کرے مگر الا یہ کہ ذی محرم ہوں۔ کچھ نہ ہو تو آنکھ، کان اور دل کے گناہ میں شیطان مبتلا کر ہی دیتا ہے کئی ایک دوسروں سے سخت پردہ کرنے والیاں ان سے پردہ نہیں کرتیں۔ ان کو تو اپنا بھائی سمجھ رہی ہے اور چونکہ دوسرے گھر والے بھی اس عیب کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے اس کے ضمن میں خوب بے حیائی ہوتی ہے کئی جگہوں پر سننے میں آتا ہے کہ عورت کو اپنے شوہر کی بجائے ان کے بھائی سے تعلق زیادہ ہے جس

سے آخرت تو تباہ ہوتی ہے دنیا کی زندگی بھی عذاب بن کر رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں ان کو عذاب کا مزہ چکھا دیتے ہیں اس مفہوم کو قرآن کریم میں بھی بیان کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"البتہ ہم ضرور ان کو آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا کا عذاب چکھائیں گے تاکہ وہ رجوع کریں"۔ اس لئے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے

سب بھائی ایک گھر میں ہوں تو دیور سے پردے کا کیا حکم ہے؟

بعضوں کو یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے پردہ کس طرح ممکن ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں آسانیاں ہیں دین سخت نہیں گھر میں ایسی چادر اوڑھ لیں جس سے جسم ڈھک جائے اور چہرے پر کچھ گھونگھٹ نکال لیں بلا ضرورت بات نہ کریں نہ تنہائی اختیار کریں بس ہو گیا پردہ بعض کہتی ہیں اب تک تو پردہ نہیں کیا اب کیسے کریں لوگ طرح طرح کی باتیں کریں گے پہلے سے کر لیتے تو اور بات ہوتی جب چہرہ دیکھ لیا تو اب چھپانے سے کیا فائدہ تو اس کا جواب یہ ہے اگر کسی کو سنکھیا کھاتے ہوئے عرصہ ہو گیا پھر اس کے نقصان کا علم ہوا تو وہ کہے کہ اب تو کھا لیا اب بچنے سے فائدہ ایسا تو کوئی نہیں کہتا بلکہ جو کچھ بھی تکلیف برداشت کرنی پڑے اس سے بچتے ہیں تو میری بہنوں ان سے پردہ نہ کرنا زہر قاتل ہے اب تک اگر اس سے ہلاکت نہیں ہوئی تو کیا آئندہ بھی اس میں احتیاط نہ کر کے تباہ ہونے کا ارادہ ہے شریعت کی بات عقل میں آئے یا نہ آئے ہمارا کام ہے بات ماننا اور اس پر عمل کرنا اس طرح کی باتیں تو شیطان ذہنوں میں ڈال کر انسان کو ورغلاتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے یہ شیطان ہے جو تمہیں اپنے اولیاء سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرا گر تم مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق بنائے۔

خواتین کے لئے چہرے کا پردہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اے نبی اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دیگر مسلمانوں کی عورتوں سے

فرما دیجئے (کہ جب ضرورت پر گھروں سے باہر جانا پڑے تو) اپنے چہروں کے) اوپر (بھی) چادروں کا حصہ لٹکا کر (چہروں کے) قریب کرلیا کریں۔اس سے جلد پہچان لی جایا کرینگی تو ان کو ایذا نہ دی جائے گی۔ (سورۃ احزاب)

اس آیت میں سے جو چیزیں ثابت ہوئیں۔اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں اور صاحبزادیوں کے ساتھ دیگر مسلمانوں کی عورتوں کو پورا بدن اور چہرہ ہی ڈھانک کر نکلنے کے حکم میں شریک فرمایا گیا اس سے ان لوگوں کی خام خیالی کی واضح طور پر تردید ہوگئی جو یہ باطل دعویٰ کرتے ہیں کہ پردہ کا حکم صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لئے مخصوص تھا دوسری چیز جو اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ پردہ کے لئے چہرے پر چادر لٹکانے کا حکم دیا گیا ہے اس سے ان تجدد پسندوں کے دعوی کی بھی تردید ہوگئی جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے بلکہ مولویوں نے ایجاد کیا ہے دیکھنا کہ یہ لوگ اس آیت سے کس طرح انحراف کی صورت نکالتے ہیں تیسری چیز جو اس آیت میں واضح ہو رہی ہے پردہ کے لئے جل باب استعمال کرنا حکم ہے عربی زبان میں جل باب بڑی چادر کو کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے پہننے کے کپڑوں کے اوپر لپیٹ کر نکلتی ہیں قرآن کریم نے آیت بالا میں حکم دیا کہ عورتیں جس طرح جل باب کو اعضاء جسم پر اور پہنے ہوئے کپڑوں پر لپیٹتی ہیں۔

اسی طرح چہروں پر بھی اس کا ایک حصہ لٹکا یا لیا کریں اس طرح چادر لپٹنے کا رواج بعض علاقہ کی عورتوں میں اب تک ہے۔

برقعہ کا ثبوت قرآن سے

برقعہ اس جلباب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے برقعہ کی نسبت یہ کہنا تو ثبوت ارشاد باری تعالیٰ یدنین علیھن من جلا بیبھن سے ثابت ہے البتہ فیشنی برقعوں کے متعلق یہ کہنا درست ہے کہ وہ بجائے پردہ کے بدنگاہی کا سبب بن گئے ہیں۔

عورت کے چہرے کو پردہ کے حکم سے خارج کرنے کے غلط خیال میں آپ بعض دیندار قسم کے گریجویٹوں کو بھی پائیں گے۔دراصل ان لوگوں کو نماز کے مسائل سے دھوکہ ہوا

ہے کیونکہ نماز کی کتابوں میں مذکور ہے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھ گٹوں تک اور دونوں ٹخنوں تک چھوڑ کر عورت کا باقی تمام بدن ستر میں داخل ہے نماز میں اگر چہ چہرہ اور ہاتھ کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی باقی تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے یہ مسئلہ شرائط نماز کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے اگر پردہ کے سلسلہ میں بیان کی جاتی تو ان لوگوں کا استدال کچھ جاندار ہوتا منہ کھول کر نماز ہو جانے کے جواز سے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہو کر منہ کھلے ہوئے آنے کا ثبوت پکڑنا بڑی بددیانتی ہیں اور خود فریبی ہیں بلکہ قرآن وحدیث کے صریح حکم کے خلاف اپنی رائے زنی ہے جو انتہائی خطرناک ہے چہرہ چھپانا ضروری ہونے کے لئے سورہ احزاف کی مذکورہ آیت کے ہوتے ہوئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ان فاسد الخیال لوگوں کی تشفی کیلئے ہم چاہتے ہیں کہ جہاں سے ان لوگوں کو دھوکا لگا ہے وہیں سے ان کی تردید پیش کردیں۔

''درمختار'' میں ہے جہاں شرائط نماز کے بیان میں وہ مسئلہ لکھا ہے کہ چہرہ کفین (ہتھیلیاں) اور قدمیں (پاؤں) ڈھانکنا صحت نماز کے لئے ضروری نہیں ہے وہیں یہ بھی درج ہے کہ ترجمہ اور جوان عورت کو (نامحرم) مردوں کے سامنے چہرہ کھولنے سے روکا جائے (اور یہ روکنا) اس وجہ سے نہیں چہرہ (نماز کے) ستر میں داخل ہے بلکہ اس لئے کہ (نامحرم کے سامنے چہرہ کھولنے میں) فتنہ کا خوف ہے۔

شیخ ابن ہمام زادالفقیر میں شرائط نماز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ترجمہ: فتاوی کی کتابوں میں ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ کانوں کے اوپر کا حصہ (یعنی بال) اور سر کے کھل جانے سے نماز فاسد ہوگی اور غیر مردوں کیلئے کانوں کے اوپر کا حصہ اور کانوں کے نیچے کا حصہ یعنی چہرہ وغیرہ دیکھنے کا ایک حکم ہے یعنی دونوں حصوں کا دیکھنا حرام ہے۔

پردہ کے فائدے

* پردہ عورت کی عزت وآبرو کا محافظ ہے۔
* پردہ دار خاتون کا نسب محفوظ ہے۔
* پردہ سے شرمگاہ اور نظر کی حفاظت رہتی ہے۔
* پردہ نسوانی حسن کا محافظ ہے۔
* پردہ دلوں کی پاکیزگی اور طہارت کا ذریعہ ہے۔
* پردہ عورت کی فطری حیا کا تقاضا ہے۔
* پردہ چھوٹے بڑے کئی گناہوں سے رکاوٹ ہے۔
* پردہ مسلمان عورتوں کا شعار ہے۔
* باپردہ عورت اللہ کی حفاظت میں ہے۔
* پردہ عورت کیلئے افضل ترین اعمال میں سے ہے۔
* باپردہ عورت اپنے رب کے زیادہ قریب ہے۔
* پردہ شیطان اور اسکے آلہ کاروں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔
* پردہ تقویٰ کا لباس' عزت کا تمغہ اور حیا کی دلیل ہے۔
* پردہ عورت کو فاسقوں کی شرارت سے محفوظ رکھتا ہے۔
* پردہ انسان نما بھیڑیوں کی تیز نظروں سے بچاتا ہے۔
* پردہ' زنا' بدنظری اور ناجائز بات چیت سے مانع ہے۔
* پردہ ایسا شرعی حکم ہے جس میں دین ودنیا کا فائدہ ہے۔
* پردہ خاندانی ومعاشرتی امن کا ذریعہ ہے۔
* پردہ دار خاتون کیلئے جنت کے تمام دروازے کھلے ہیں۔
* پردہ عورت کے دل ودماغ کا محافظ ہے۔
* پردہ عورت کے نیک ہونے کی دلیل ہے۔ ایسی عورت ستر اولیاء کی عبادت کے برابر اجر کی مستحق ہے۔

بے پردگی کے نقصانات

- بے پردگی۔ اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔
- بے پردگی جاہلیت اور مغربی تہذیب کی تقلید ہے۔
- بے پردہ عورت کا تہمت سے بچنا مشکل ہے۔
- عورت کا بے پردہ ہونا حیا کی کمی کی دلیل ہے۔
- بے پردہ عورت لوگوں کی بری نظر کا نشانہ بنتی ہے۔
- بدنظری کے یہ زہریلے تیر عورت کے جسم و روح کو چھلنی کر دیتے ہیں اور کئی امراض جنم لیتے ہیں۔
- بے پردہ عورت اللہ کی غیرت کو للکارنیوالی ہے۔
- بے پردہ عورت شوہر کی حقیقی محبت سے محروم رہتی ہے۔
- بے پردہ عورت شیطان کے جال کا بسہولت شکار ہو جاتی ہے۔
- بے پردہ عورت باہر نکلتی ہے تو شیطانی عملہ حرکت میں آجاتا ہے۔
- بے پردگی نت نئی بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔
- بے پردہ عورت ہر وقت اللہ کی ناراضگی میں ہے۔
- بے پردہ عورت پورے معاشرہ اور ماحول کو خراب کرنے میں برابر کی شریک ہے۔
- بے پردہ عورت پر کسی بھی وقت' کوئی بھی تہمت لگانے کی جسارت کر سکتا ہے۔
- بے پردہ عورت اپنے والد' شوہر' بھائی اور بیٹے کیلئے باعث شرم ہے۔
- بے پردہ عورت کے تمام نیک اعمال بھی مشکوک ہیں کہ قبول ہوں یا نہ ہوں۔
- بے پردگی کیوجہ سے دینی و دنیاوی نقصانات رات دن ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔

خوش بختی یہ ہے کہ خود دوسروں کیلئے عبرت بننے کی بجائے دوسروں سے عبرت حاصل کر کے پردہ کا اہتمام کر لیا جائے۔

باب نہم

وقت کی قدر

وقت کی اہمیت

وقت زندگی ہے۔ اسے بہتر طور پر استعمال کر کے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ: ہم وقت کی اہمیت کو سمجھیں۔

وقت کو ضائع کرنے والے عناصر کا جائزہ لیں۔

وقت کو بہتر طور پر استعمال کرنے کے لیے حکمت عملی تیار کریں۔

اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔

وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت

وقت ایک بے مثال ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ یہ فوری ضائع ہونے والی ایسی چیز ہے جسے نہ چھوا جا سکتا ہے۔ اور نہ اسے کسی طریقے سے ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ برف کی طرح ہے کہ اگر آپ استعمال نہ کریں اور باہر رہنے دیں تو پگھل جائے گی۔ وقت کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ اسے آپ پیشگی استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی پیشگی ضائع کر سکتے ہیں۔ اسے آپ ضائع کر دیں گے تو تسلسل وقت کے باعث اگلے لمحات ضائع کر سکتے ہیں۔ بہر حال آپ گزرے ہوئے لمحات کو پکڑ نہیں سکتے۔ آپ دو اوقات کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا کر کے فاصلہ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ تسلسل کے ساتھ آ رہا ہے اور تسلسل کے ساتھ جا رہا ہے۔ جس انداز سے

سورج اور چاند کو اپنے اموراور زمین کو اپنی گردش سے نہیں روکا جاسکتا اسی طرح سے وقت کو اپنے تسلسل سے نہیں روکا جاسکتا۔ جو وقت ضائع کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ جو وقت آیا نہیں ہے اس کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے اور منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے مگر اسے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

وقت قابل استعمال ہے، وہ یہی ہے جو آپ اس وقت گزار رہے ہیں گھڑی کی جانب دیکھیے، کیسی تیزی کے ساتھ لمحے گزر رہے ہیں اور ہماری مقررہ زندگی کم ہو رہی ہے۔

وقت کو نہ تو خریدا جاسکتا ہے اور نہ ہی فروخت کیا جاسکتا ہے۔ اسے نہ تو کرایہ پر لے سکتے ہیں اور نہ کرائے پر دے سکتے ہیں اور نہ ہی مقررہ وقت (زندگی) سے زیادہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ وقت ہر انسان کی اپنی متاع ہے، ہر انسان جو صبح اٹھتا ہے، چاہے وہ غریب ہو یا امیر ہو، چھوٹا ہو یا بڑا، اسے چوبیس گھنٹے کی از خرچ ہونے والی تھیلی سونپ دی جاتی ہے۔ ہر زندہ انسان یہ چوبیس گھنٹے کی تھیلی جو اسے دوسرے انسانوں کے مساوی ملی ہے، اپنے بہترین مفاد میں استعمال کرسکتا ہے اور اسے ضائع بھی کرسکتا ہے اور اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اس معاملے میں انسان کو اپنے مفاد کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

وقت کی طلب زیادہ ہے۔ اس کی رسد غیر لچکدار ہے۔ اس رسد کو طلب کے مطابق نہیں لایا جاسکتا۔ طلب اور رسد کے بازار میں اس وقت کی کوئی قیمت بھی نہیں ہے۔ البتہ اس کی اہمیت ہر انسان کے لیے مقصد زندگی کے ساتھ ساتھ ہے۔

ہر چیز کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔ ہر کام کسی نہ کسی وقت پر ہوتا ہے، ہر کام اور ہر سرگرمی کے لیے وقت کی ضرورت ہوتی ہے، انسان کے پاس وقت کو بہتر استعمال کرنے کے وسائل بھی کم ہیں، اسے ہمیشہ قلت وقت کی شکایت رہتی ہے۔ وہ بہت سارے کام فرصت کے اوقات میں کرنا چاہتا ہے، مگر یہ زندگی ہے کہ اس میں اسے فرصت کا کوئی لمحہ میسر نہیں آتا۔ اس نے دنیا میں اپنے آپ کو اس قدر الجھالیا ہے کہ اب اسے فرصت تو صرف قبر ہی میں ملے گی۔ لیکن وہ قبر کے معاملات پر غور نہیں کرتا۔

اگر انسان اپنی زندگی کے ہر دن کو آخر دن سمجھے اور ہر لمحہ جواب دہی کے احساس کے ساتھ گزارے تو بہت سارے کام اس احساس کے باعث قوت عمل پیدا ہونیکی وجہ سے پورے ہوجائینگے۔

وقت کو دولت اور سونا کہنا بھی وقت کی ناقدری ہے۔ دولت اور وقت دونوں حضرت

انسان کے لیے نعمتیں ہیں۔۔ دولت ظاہری چیز ہے۔ یہ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ ملتی ہے لیکن زندگی میں چوبیس گھنٹے ہر انسان کو مساوی ملتے ہیں۔

ہر انسان کے پاس جو زندگی ہے، وہ آج کی زندگی ہے۔ آج کل ہم نے دفتر اور کاروبار کے اوقات کو ہی اصل زندگی سمجھ رکھا ہے۔ زندگی اس سے کافی زیادہ ہے جو دفتر سے باہر گزرتی ہے۔ ہم میز، کرسیوں، فائلوں، نوٹس، خلاصوں، رپورٹوں، نفع، سیٹھ افسر اور صاحب کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہماری مصروفیات محض انہیں خوش رکھنے کی حد تک رہ گئی ہیں۔ ہم نے ان کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت کو تباہ کرنے کا راستہ اپنایا ہوا ہے۔ ہمیں وقت کے بارے میں احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن حکیم

سورہ عصر، جس میں زمانے کی قسم کھا کر انسان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "وہ بڑے خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ان چار خصوصیات کے حامل ہیں:

۱۔ ایمان لانے والے ۲۔ نیک اعمال کرنے والے

۳۔ ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنے والے ۴۔ صبر کی تلقین کرنے والے۔

امام فخرالدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں "عصر (زمانہ) وہ ظرف ہے جس کے اندر حیرت انگیز واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے اندر انسان سب کچھ کرتا ہے اور تنگی و ترشی، سختی و نرمی، تنگ دستی، فاقہ مستی اور پر گزرتی ہے لہٰذا عمر انسان کے اوقات بہت قیمتی ہیں۔"

امام زاریؒ کا قول ہے کہ میں نے سورہ عصر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا جو بازار میں آوازیں لگا رہا تھا کہ، رحم کرو اس شخص پر، جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں نے کہا، یہ ہے "والعصر ان الانسان لفی خسر" کا مطلب۔ عمر کی جو مدت انسانوں کو دی گئی ہے، وہ برف کے گھلنے کی طرح تیزی سے گزر رہی ہے۔ اس کو اگر ضائع کیا جائے یا غلط کاموں میں صرف کر ڈالا جائے تو انسان کا خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اس حوالے سے شیخ ابوالفتاح ابوغدہؒ نے فرمایا، خسران اور محرومی ان لوگوں کے لیے

جنہوں نے وقت کی قدر نہ کی اور ساری فرصت عمر برباد کردی۔ عمر انسانی کے لمحات دیکھتے ہی دیکھتے گزر جاتے ہیں اور انسان خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں سورہ فرقان میں ہے (اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

وقت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے لوگ کما حقہ، فائدہ نہیں اٹھاتے اور وہ صحت اور فرصت وقت ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے دونوں قدم اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس پانچ چیزوں کے متعلق دریافت نہ کر لیا جائے۔ اوّل: اس نے اپنی عمر کہاں صرف کی۔ دوسرے: اپنی جوانی کس کام میں خرچ کی۔ تیسرے: اس نے مال کہاں سے کمایا۔ چوتھے: کس کام میں لگایا۔ پانچویں: کتنا عمل کیا، اپنے علم میں سے

بزرگوں کے اقوال

ایک بزرگ کا قول ہے: حضرت انسان! یہ تو بتاؤ، زندگی اس وقت کے علاوہ کس چیز کا نام ہے، جس کو تم اپنی پیدائش سے وفات تک کام میں لاتے ہو۔ سونا ہاتھ سے نکل جاتا ہے لیکن اسے دوبارہ بھی حاصل کر سکتے ہو بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ بھی پا سکتے ہو جتنا تم سے کم ہوا تھا، مگر جو زمانہ گزر جاتا ہے یا وقت بیت جاتا ہے، تم اسے نہ لوٹا سکتے ہو، نہ دوبار حاصل کر سکتے ہو۔ اس لیے "وقت" سونے، زرو جواہر اور ہیرے موتیوں، سب سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ وہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔ کامیابی کے لیے صرف باریک بینی سے کی گئی منصوبہ بندی اور موافق حالات ہی درکار نہیں بلکہ اس کے لیے وقت کی نا مناسب منصوبہ بندی بھی ضروری ہے۔ دانشمند لوگ، وقت سے پہلے یا بعد میں دی جانی والی رائے سے بھی

کرتے رہتے ہیں اور اس بات کی توفیق مانگتے ہیں کہ ہر کام صحیح وقت پر سرانجام پائے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں "الوقت السیف القاطع" وقت تلوار کی طرح ہے حکماء کا قول ہے "زمانہ سیال ہے اسے کسی آن سکون نہیں۔ خدا ڈراتا ہے کہ تم کہیں رہو موت تمہیں نہیں چھوڑے گی۔" وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ "ہر کام کا ایک وقت ہے مگر انسان موت کا وقت نہیں جانتا۔ وقت سے ہوشیار رہو، وقت کی خبر رکھو، وقت کو برباد نہ کرو۔ وقت کو غیر مفید باتوں میں صرف نہ کرو۔ گھڑی گھڑی، لحظہ لحظہ کا تمہیں حساب دینا پڑے گا۔" حکماء دانشمند بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وقت کی قدر کرو، اسے ضائع نہ ہونے دو۔ تاریخ میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا میں جس قدر کامران و کامیاب ہستیاں گزری ہیں، ان کی کامیابی و ناموری کا راز صرف یہ تھا کہ وہ وقت کی قدر کرتے تھے اور اس کا صحیح استعمال کرتے تھے۔

ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جس نے وقت کا حق پہچان لیا، اس نے زندگی کی حقیقت پالی کیونکہ وقت ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔

حضرت سعید بن ابی ہند فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا، کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بے شک تندرستی اور فراغت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دو ایسی نعمتیں ہیں جس کے بارے میں بہت سے لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ (اخرجہ احمد)

مصنف اپنی ایک دوسری کتاب کشف المشکل من حدیث الصحیحین۔ میں فرماتے ہیں کہ "جاننا چاہئے کہ انسان کبھی تندرست ہوتا ہے مگر فارغ البال نہیں ہوتا یعنی عبادت کے لئے فارغ تو ہوتا، اس لیے کہ وہ معاش کے اسباب میں مشغول ہوتا ہے اور کبھی فارغ تو ہوتا ہے مگر تندرست نہیں ہوتا، لیکن جب بندے کو دونوں چیزیں حاصل ہوں، پھر وہ فضائل و درجات کو حاصل کرنے میں سستی کرے تو اسے "غبن" کہا گیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے، دنیا تو نفع کمانے کا بازار ہے اور انسان کی عمر بہت تھوڑی اور رکاوٹیں بہت زیادہ ہیں۔

عقل مند کی پہچان

حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد (آنے والے حالات) کی تیاری کرے

اور عاجز وہ ہے جو خواہشات کے پیچھے لگا رہے اور خدا تعالیٰ سے امید باندھے رکھے۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سات چیزوں سے پہلے پہلے اعمال بجالاؤ۔ کیا تم بھلا دینے والے فقر یا سرکش کر دینے والی مالداری یا بگاڑ پیدا کرنے والے مرض یا سٹھیا دینے والے بوڑھاپے یا پیش آنے والی موت یا دجال کے منتظر ہو؟ پس وہ غائب چیزوں میں بہت برا ہے کہ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا قیامت کے منتظر ہو؟ پس قیامت بڑی خوفناک اور کڑوی چیز ہے۔ (اخرجہ الترمذی)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "آج کا دن بازی (مقابلہ) کا ہے اور کل کا دن مسابقت کا ہے اور انتہاء جنت ہے اور دوزخ میں جانے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابو بکرؓ کی ایک وصیت

حضرت عبداللہ بن حکیمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا "میں تم کو خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور قبل اس کے تمہاری زندگی کی مدت پوری ہو اس مہلت کو غنیمت جانو اور (نیک اعمال میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھو، پھر اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال بد کی طرف لوٹائے گا، بعض لوگوں نے اپنی عمر مدت کو دوسروں کے لئے وقف کر دیا اور اپنے آپ کو بھول گئے، پس اس نے تم کو منع کیا ہے کہ تم ان کی طرح نہ بنو، جلدی کرو، نجات کی راہ ڈھونڈو، نجات کی راہ ڈھونڈو، بے شک تمہارے پیچھے ایک ڈھونڈنے والا لگا ہوا ہے جو بڑا تیز رفتار ہے۔

اخرجہ ھا دین السری فی "الزھد"

حضرت ثابت بن الحجاجؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اپنے آپ کا محاسبہ کرو، قبل اس کے تمہارا محاسبہ کیا جائے اور اپنے آپ کا وزن کرو، قبل اس کے تمہارا وزن کیا جائے، کیونکہ یہ چیز کل کو حساب وکتاب میں تمہارے لئے آسان ہوگی کہ تم آج ہی محاسبہ کرلو، اور بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو سنوار لو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یومئذ تعرضون لاتخفی منکم خافیة (الحاقة:۱۸)

اخرجه احمد فی "الزھد"

حضرت مالک بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "ہر کام میں آہستگی اور میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہوتا ہے البتہ آخرت کے امور اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (الزھد لاحمد)

وقت کی قدر واہمیت کے متعلق مزید چند اقوال زریں

حضرت مسیب بن رافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (ابن مسعود) نے فرمایا "میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو فارغ اور بیکار ہو نہ دنیا کے کسی کام میں مشغول ہو اور نہ ہی آخرت کے کسی کام میں۔" (اخرجہ وکیع بن الجراح فی "الزھد")

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے "تمہارے شب و روز گزر رہے ہیں، عمریں کم ہیں، تمام اعمال ریکارڈ ہو رہے ہیں اور موت اچانک آجائے گی، پس جو شخص نیکی کا بیج بوئے گا وہ عنقریب خوشی سے اس کی کھیتی کاٹے گا اور جو شخص برائی کا بیج بوئے گا وہ عنقریب شرمندگی کی کھیتی کاٹے گا، جو بیجو گے وہی کاٹو گے۔ (اخرجہ احمد فی "الزھد")

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کاہلی اور سستی سے فقر وافلاس پیدا ہوتا ہے۔" (المدائق)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ "دنیا کے ایام میں سے کوئی دن نہیں آتا مگر وہ (بزبان حال) کہتا ہے کہ اے لوگو! میں نیا دن ہوں، اور جو عمل میرے اندر کیا جائے گا میں اس پر گواہ ہوں گا، اور جب میرا سورج غروب ہوگا تو پھر میں قیامت کے دن تک تمہارے پاس واپس نہیں آؤں گا۔" (المدائق)

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ "اگر کسی کا درہم گر جائے تو کہتا ہے کہ انا للہ! میرا درہم کھو گیا، جب کہ اس کا دن جا رہا ہوتا ہے تو یہ نہیں کہتا کہ میرا دن ضائع ہو گیا کہ میں نے اس میں کوئی (نیک) عمل نہیں کیا۔" (الحلیہ)

حضرت عون بن عبداللہؒ فرمایا کرتے تھے کہ "جس نے کل (آئندہ) کے دن کو اپنی پوری زندگی میں شمار کیا اس نے موت کو اس کا اصل مقام نہیں دیا (کیونکہ) کتنے ہی آنے والے ایام ایسے ہیں جسے وہ پورا نہیں کر پائے گا اور آنے والی کل کی کتنی آرزوئیں ایسی ہیں کہ اسے وہ حاصل نہ کر پائے گا، اگر تم مدت عمر اور اس کی (تیز) رفتاری کو جان لو تو تمہیں

ایسی امیدوں اور آرزؤں سے نفرت ہو جائے" (صفۃ الصفوۃ)

امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ ایک مدت تک میں صوفیاء کرام کے پاس رہا ان کی صحبت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ الوقت سیف قاطع القطعه الا قطعک "وقت تلوار کی مانند ہے آپ اس کو کسی عمل میں کاٹیے ورنہ (حسرتوں میں مشغول کر کے) وہ آپ کو کاٹ دے گا"

اور دوسری یہ کہ اپنے نفس کی حفاظت کریں کیونکہ اگر آپ نے اسے اچھے کاموں میں مشغول نہ کیا تو وہ آپ کو کسی برے کام میں مشغول کر دے گا۔

امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق میں اور امام ترمذی نے کتاب الزھد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

نعمتان نغبون فیهما کثیر من الناس الصحة و الفراغ

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں ایک صحت اور دوسری فراغت"۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے "جمع الجوامع" میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر روز صبح کو جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو یہ اعلان کرتا ہے۔

من استطاع ان یعمل خیرا فلیعمله فانی غیر مکرر علیکم ابدا

"کہ ابن آدم تو ایام ہی کا مجموعہ ہے جب ایک دن گزر جائے تو تو یہ سمجھ تیرا ایک حصہ گزر گیا۔"

حضرت علیؓ فرماتے تھے۔ الایام صحائف، اعمار کم، فخلدو اھا ضالع اعمالکم میں اس دن سے زیادہ کسی چیز پر نادم نہیں ہوتا جو میری عمر سے کم ہو جائے اور اس میں میرے عمل کا اضافہ نہ ہو سکے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ فرماتے تھے:۔ دن رات کی گردش آپ کی عمر کم کر رہی ہے تو آپ عمل میں سستی کیوں کرتے ہیں۔ اندازہ کیا جا سکے، وقت اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتوں سے ایک نعمت ہے جو امیر و غریب، عالم و جاہل۔ چھوٹے بڑے اور مرد و عورت کو یکساں طور پر دی گئی ہے وقت کی تشبیہ اگر کسی چیز کے ساتھ دی جا سکتی ہے تو وہ سونا ہے وقت کو سیال سونا کہا گیا ہے۔

والوقت انفس ما عنیت بحفظه، و اراۃ اسھل ما علیک یضع

''وقت ایک نفیس ترین چیز ہے جس کی حفاظت کا تمہیں مکلف بنایا گیا ہے جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی چیز تمہاری لاپرواہی سے ضائع ہو رہی ہے۔''

اس وقت امت مسلمہ مجموعی طور پر ضیاع وقت کی آفت کا شکار ہے یورپی معاشرہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود وقت کا قدر دان ہے۔

اور زندگی کو ایک نظام کے تحت گزارنے کا پابند ہے۔

علم وفن اور سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی ترقیوں کا ایک بڑا سبب یہی ہے جو قومیں وقت کی قدر دانی جانتی ہیں وہ کیا کچھ نہیں کرسکتی؟

وہ صحراؤں کو گلشن میں تبدیل کرسکتی ہیں۔ وہ فضاؤں کو تابع کرسکتی ہیں۔ وہ عناصر کو مسخر کرسکتی ہے۔ وہ زمانہ کی زمام قیادت سنبھال سکتی ہیں۔ لیکن جو قومیں وقت کو ضائع کردیتی ہیں وقت انہیں ضائع کردیتا ہے۔ ایسی قوموں کا انجام غلامی ہوتا ہے۔ دین ودنیا کا خسارہ ان کا مقدر ہوتا ہے وقت کا ضیاع ان کے ہاتھوں میں کشکول گدائی تھما دیتا ہے اگر انسان چوبیس (۲۴) گھنٹے کے اوقات میں سے صرف ایک گھنٹہ کی قدر کرلے مثلاً حصول علم کے لئے وقف کردے تو چند سالوں میں ایک حد تک باخبر عالم بن سکتا ہے۔

اگر روزانہ ایک کتاب کے دس صفحات کا مطالعہ کرلیا جائے تو دس سال میں چھتیس ہزار صفحات کا مطالعہ ہوسکتا ہے۔ آیئے! ہم عہد کریں کہ اپنا وقت ضائع نہیں کریں گے اور جو وقت مختلف لایعنی کاموں مثلاً قہوہ خانوں، سینما ہالوں، نجی مجلسوں رقص سرور کی محفلوں میں ہم ضائع کرتے ہیں یا غیبت، چغلی، بہتان بازی، الزام تراشی، ناول اور ڈائجسٹ کے مطالعہ میں ضائع کرتے ہیں اس کی حفاظت کریں گے۔

وقت کی قدر واہمیت کرنے والی دو عبادت گزار خواتین

حضرت عبدہ بنت ابی شوال رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت رابعہ بصریؒ کی خادمہ تھیں، فرماتی ہیں کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ساری رات نماز میں مشغول رہتیں۔ جب صبح صادق ہوتی تو تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتیں، یہاں تک کہ فجر کی روشنی ہوتی تو بیدار ہوجاتیں اور میں ان کو یہ کہتے ہوئے سنتی کہ اے نفس! تو کب تک سویا رہے گا؟ اور کب

اٹھے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو کچھ دیر کے لئے سوئے اور نیند سے اس وقت بیدار ہو جب حشر برپا ہو چکا ہو اور پکار کا سماں ہو۔ (التھجد وقیام اللیل)

حضرت احمد بن احمد بن سہل الاردنی ؒ فرماتے ہیں کہ قراء کی ایک جماعت ایک بزرگ عبادت گزار خاتون کے پاس آئی تاکہ ان سے بات کرے کہ اپنی جان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرو، وہ کہنے لگیں کہ میں اپنی جان پر نرمی کیونکر کروں؟ زندگی کے ایام تو مسابقت کے ایام ہیں، جو چیز آج کے دن چھوٹ گئی وہ کل کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ بھائیو! خدا گواہ ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں اللہ کی رضا کے لئے ضرور نماز پڑھتی رہوں گی اور اس کی رضا جوئی کے لئے زندگی بھر روزے رکھوں گی اور جب تک آنکھ میں پانی موجود ہے میں اس کے لئے ضرور آہ و بکا کروں گی، پھر کہنے لگیں کہ تم میں کون ایسا ہے جو اپنے غلام کو کسی کام کا حکم دے اور اس بات کو پسند کرے کہ اس میں کوتاہی ہو؟ (محاسبۃ النفس)

حضرت جنید النہاوندی ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری السقطی (متوفی ۲۵۳ھ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب میرے وظیفہ کا کوئی حصہ چھوٹ جائے تو پھر میں اس کو دوہرانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ حضرت جنید ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سری السقطی کھلی مصروف عمل رہتے تھے۔ (صفۃ الصفوۃ)

اپنا وقت عبادت الٰہی میں صرف کرنے والوں کے قصے

حضرت حکیم مولی بن تمیم ؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمار بن عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے اپنی نماز کو مختصر کیا پھر (فارغ ہو کر) میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھ کو اپنی ضرورت سے معاف رکھیے، مجھے جلدی ہے، میں نے عرض کیا کہ آپ کو کیا جلدی ہے؟ فرمایا کہ موت کا فرشتہ نہ آ جائے اس سے پہلے کچھ عمل کر لوں، پس میں وہاں سے اٹھا تو آپ دوبارہ نماز میں مشغول ہو گئے۔ (قصر الامل)

حضرت جعفر بن یزید الرشک ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوالصہباء ؒ نماز میں اس قدر مجاہدہ کرتے کہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر سوائے گھسٹنے کے نہ آ سکتے تھے۔ (الطبقات)

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے لئے یہ بات خوش کن ہو کہ وہ ہمارے زمانہ کے بہت بڑے عبادت گزار کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ ثابت البنانیؒ کو دیکھ لے، ہم نے ان کو بڑا عبادت گزار شخص نہیں دیکھا۔ انتہائی گرمی کے دنوں میں تم بھی ان کو روزے کی حالت میں دیکھو گے اور رات عبادت میں گزرے گی۔

حضرت ابوبکرؒ جان کنی کے وقت بھی عبادت میں مشغول تھے

حضرت ابوبکر الشبلیؒ کی وفات کے وقت لوگ حاضر ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ اشارے سے عبادت کر رہے ہیں، آپ سے عرض کیا گیا کہ اس جان کنی کی حالت میں بھی آپ مصروف عمل ہیں؟ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اعمال نامہ لپٹے جانے کے پہلے پہلے کچھ کر لوں۔ (قصر الامل)

احمد بن محمد زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر العطارؒ سے سنا کہ میں حضرت جنیدؒ کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، رکوع وسجدہ میں اپنے پاؤں کو موڑ لیتے، اس حالت میں ان کا انتقال ہوا، دونوں پاؤں متورم (سوج) ہو چکے تھے، کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ نعمتیں ہیں۔ اللہ اکبر۔ (سیر اعلام النبلاء)

(ایک روایت میں ہے کہ) نماز سے فارغ ہونے کے بعد جریریؒ نے عرض کیا کہ حضرت! اگر اس حالت میں لیٹ جاتے تو بہت بہتر تھا! فرمایا کہ اے ابومحمد! یہ ایسا وقت ہے کہ ہم سے اس کے بارے میں مواخذہ ہوگا اللہ اکبر۔ چنانچہ اسی حالت میں انکی روح نکلی (الحلیۃ)

وقت کی قدردانی ایک عجیب قصہ

حضرت داؤد الطائیؒ کی خادمہ نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو روٹی کی خواہش ہے؟ فرمایا کہ روٹی کھانے اور چورہ پینے کے درمیان پچاس آیتوں کا فرق ہے۔ (یعنی چورہ کھانا بہتر ہے تاکہ قرآن کی پچاس آیتیں تلاوت ہو جائیں) (الحلیۃ)

حضرت عاصم بن علیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد ساری رات قیام لیل میں گذارتے تھے، یہاں تک کہ صبح کی نماز اس وضو سے تقریباً چالیس سال تک پڑھی۔ (تاریخ بغداد)

حضرت ابو اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود نے اسی حج وعمرہ ادا کیے۔ (الحلیۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن ثروانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ روزے اور عبادت میں خوب ریاضیت اور مجاہدہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ کا جسم سبز اور پیلا پڑ جاتا، علقمہؒ ان سے کہتے کہ آپ اس جسم کو کیوں عذاب دیتے ہیں؟ فرماتے کہ بے شک معاملہ بڑا سنجیدہ ہے، بے شک معاملہ بڑا سنجیدہ ہے۔ (الزھد)

حضرت عطاء بن السائب فرماتے ہیں کہ حضرت مرۃؒ ہر شب وروز میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے جب آپ کا بدن بھاری ہوگیا تو چار سو رکعتیں پڑھنے لگے۔ میں ان کے گھٹنوں کو دیکھتا تھا کہ اونٹوں کی مانند ہو گئے تھے۔ (الحلیۃ)

حیا اور غیرت کیا ہے؟

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسلمان عورت کی سب سے قیمتی دولت وعزت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر دین کی ایک صفت ہوتی ہے (جو کہ اس میں عمدہ اور غالب ہوتی ہے) اسلام کی صفت (جو اس میں عمدہ اور غالب ہے) حیا ہے۔'' (مؤطا امام مالکؒ)

''حیا'' جسے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی خاص الخاص صفت قرار دیا ہے اس کے لغوی معنی شرم، حجاب، غیرت اور لحاظ کے ہیں۔ ان میں سے ہر لفظ بڑا وسیع المفہوم ہے مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ کوئی بھی برا کام (جس سے اللہ اور رسول نے منع فرمایا) کرنے میں اللہ کا خوف نہ کرنا اور اسے بلا جھجک در پردہ یا دھوم دھڑلے سے کرنا بے حیائی ہے جو اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے۔

حیا فی الحقیقت اخلاق حسنہ کی عمدہ ترین صفت ہے۔ اسے ہم ایک پاکیزہ جذبہ بھی کہہ سکتے ہیں جو انسان کو برائیوں سے روکتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر انسان بے حیا ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے مرد ہو یا عورت اگر اس میں حیا نہیں ہے تو وہ سخت بد نصیب اور ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

''وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ'' (الانعام:۱۵۱)

''اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی''

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے:

''قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ''۔ (الاعراف:۳۳)

''اے نبی! ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں،

بے حیائی کے کام خواہ کھلے ہوں یا در پردہ اور گناہ، اور حق کے خلاف زیادتی۔"

اب حیا کے بارے میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء سابقین کی باتوں میں جو بات لوگوں نے پائی ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھ میں حیا نہ ہے تو جو چاہے کر یعنی بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اور اہل ایمان بہشت میں ہیں اور بے حیائی اکھڑ پن ہے اور اکھڑوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔(جامع ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا سے صرف بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا اور ایمان دونوں باہم ملے ہوئے ہیں تو جب کسی شخص کا ان میں سے ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی فوراً اٹھا لیا جاتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز میں فحش ہوتا ہے اس کو عیب دار بنا دیتا ہے اور جس چیز میں حیا ہوتی ہے اس کی زینت بڑھ جاتی ہے (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کی علامت ہے اور ایمان جنت کا ذریعہ ہے اور بے حیائی گندگی ہے اور گندگی دوزخ کا موجب ہے (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حیا داری کا جو نمونہ امت کے سامنے پیش کیا، اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے جو پردہ میں بیٹھی رہتی ہو۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی چیز کو دیکھتے جو آپ کو ناگوار ہوتی تو آپ شرم کی وجہ سے ناگواری کا اظہار (زبان مبارک سے) نہ کرتے، ہم اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے معلوم کر لیتے ہیں۔(صحیحین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی فحش بات زبان سے نہ نکالتے (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے زبانی بیعت لیتے، کسی (غیر عورت کے ہاتھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ نہیں لگایا (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی شخص کے بارے میں کسی برائی کی اطلاع ملتی تو آپ اس کا نام لے کر یہ نہ فرماتے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں

فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کہتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں۔ شرم وحیا کی وجہ سے ناپسندیدہ کام کرنے والے کا نام نہ لیتے (سنن ابی داؤد)

اگر کوئی خطا کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پشیمانی کا اظہار کرتا اور عفو تقصیر کی درخواست کرتا تو آپ شرم وحیا سے گردن مبارک جھکا لیتے تھے۔ (ترمذی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں شرم وحیا کی صفت بدرجہ کمال پائی جاتی تھی۔ فی الحقیقت آپ شرم وحیا کا پیکر جمیل تھے۔ کبھی کسی پر طعن و تشنیع نہ فرماتے کیونکہ اسے بھی شرم وحیا کے خلاف سمجھتے تھے۔ بازاروں سے گزرتے تو خاموشی سے نظریں نیچے جھکائے چلتے۔ قہقہہ لگا کر کبھی نہ ہنستے۔ ہنسی کے موقع پر بھی اکثر زیر لب تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ دروازہ بند ہونے پر بھی غسل خانے میں ازار نہ اتارتے اور فرماتے مجھے ایسی حالت میں جھک کر پانی لینے میں شرم آتی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریکی میں غسل فرمایا کرتے تھے، اس پر بھی فرط حیا سے سیدھے کھڑے نہ ہوتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے حضرت خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ بنی قریظہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ ایک یہودی عورت نے اپنے مکان کی چھت سے ان پر بھاری پتھر گرا دیا جس کے صدمے میں شہید ہو گئے۔ والدہ کو خبر ملی تو اس سانحہ کی تفصیل جاننے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ عقل وخرد پر بجلی گرادنے والے اس صدمے کے باوجود انہوں نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال رکھی تھی۔ بارگاہ نبوی میں جو لوگ حاضر تھے۔ ان میں سے کسی صاحب نے کہا: بی بی تمہارا بیٹا قتل ہو گیا ہے، حیرت ہے کہ ایسی مصیبت کے وقت بھی تم نے چہرے پر نقاب ڈال رکھی ہے؟

حضرت ام خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہایت اطمینان سے جواب دیا:

''اگر میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے تو کیا شرم وحیا بھی کھودوں۔''

سبحان اللہ! عہد نبوت کی خواتین کس قدر باحیا اور شرعی پردہ کا خیال رکھتی تھیں۔ اللہ اس دور کی خواتین کو بھی یہی جذبہ عطا فرمائیں آمین۔

نماز میں بھی پردہ کا اہتمام

ایک صحابیہ ام حمید فرماتی ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ آپ کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی بڑی خواہش رکھتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش رکھتی ہو لیکن اس خواہش پر عمل نہ کرنا ہی ٹھیک ہے۔ کیونکہ گھر کے اندرونی (پچھلے) کمرے میں تمہاری نماز باہر کے کمرے میں پڑھنے سے بہتر ہے جو صحن کی طرف ہو۔ اور باہر کے کمرہ میں تمہارا نماز پڑھنا صحن وغیرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور صحن میں تمہارا نماز پڑھنا اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور محلے کی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا میری مسجد میں آکر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ام حمیدؓ نے اپنے گھر کے بالکل اندرونی (یعنی آخری) حصہ میں جو سب سے زیادہ اندھیرے کی جگہ تھی نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنائی تھی اور برابر اسی جگہ گھر میں نماز پڑھتی رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزو جل سے ملاقات کی (یعنی موت آنے تک ہر نماز اسی جگہ ادا کی) (احمد ابن خزیمہ ابن حبان)

باریک لباس میں احتیاط

حضرت دحیہ بن خلیفہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصر کے باریک کپڑے حاضر کئے گئے۔ ان میں سے ایک کپڑا آپؐ نے مجھے عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے اپنا کرتہ بنا لینا اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا جس کا وہ دوپٹہ بنا لے گی۔ سو وہ ٹکڑا لے کر جب میں چل دیا تو فرمایا کہ اپنی بیوی کو حکم دینا کہ اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا لگا لیوے جس سے اس کی باریکی کی تلافی ہو جائے اور جو اس کے اعضاء کو ظاہر نہ کرے۔ (ابوداؤد شریف)

جنت سے محروم عورتیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں اور دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی۔ اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔ (مسلم شریف)

شرعی احکام میں پردہ کا اہتمام

شریعت کی باریک بینی دیکھئے کہ وہ پاکدامنی کا نظام قائم کرنے کے سلسلہ میں خیالی اختلاط اور خیالی میل جول کو بھی اجنبی مرد عورت کے لئے گوارا نہیں کرتی۔ چنانچہ عورت کے وضو کے بچے ہوئے پانی سے مردوں کو وضو کرنا مکروہ سمجھا گیا اس لئے کہ اس پانی کو عورت کے ساتھ نسبت ہو چکی ہے کہ یہ عورت کے وضو کا بچا ہوا پانی ہے اور ممکن ہے یہ نسبت مرد کے خیال کو اس عورت کی طرف ملتفت کر دے۔ یعنی توجہ اس عورت کی طرف ہو جائے اور فتنے کا دروازہ کھل جائے۔ ایک غفاری شخص روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے کی مردوں کو ممانعت فرمائی ہے۔ (ترمذی جلد اص ۱۰) ایسے پردے کو خیال کا پردہ کہنا چاہئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر جماعت نماز میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہوں تو مرد امام اپنے مقتدیوں میں سے صرف مردوں کی امامت کی نیت کرے اور عورتوں کی امامت کی نیت نہ کرے جس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ زمانہ فساد کا ہے اور امام کے لئے مناسب نہیں کہ توجہ قلب اور دل کے تصور سے عورتوں کو دیکھا کرے اسی لئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور ہم بستری کے وقت یہ تصور باندھنا کہ فلاں اجنبیہ نامحرم یعنی فلاں غیر عورت کے ساتھ مباشرت کر رہا ہوں یہ بھی حرام ہے۔ یہ تصور اپنی بیوی کے ساتھ جائز مباشرت کو بھی ناجائز بنا دیتا ہے کیونکہ یہ غیر عورت کے ساتھ اگرچہ جسم سے نہیں تو خیال سے زنا کرتا ہے یہ ہے دل کی بے پردگی۔ تعجب ہے کہ شریعت مطہرہ تو دل کی بے پردگی سے بھی روکے مگر آج کل کے مدعیان اسلام آنکھ سے دیکھنے کی بھی بے پردگی کو نہ مانیں۔

وفات کے بعد بھی پردہ کی شرعی ہدایات

عورت کے لئے پردے کا دائرہ صرف اس کی زندگی تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ مردہ عورت کو پردہ و حجاب و ستر میں چھپائے رکھنے کے احکام صادر کئے حالانکہ مردہ عورت محل شہوت بھی نہیں رہتی ہے۔ اور نہ محل جذب و کشش ہوتی ہے۔ مرد میت کے لئے اگر شریعت نے مسنون کفن کے تین کپڑے رکھے ہیں تو عورت کے لئے پانچ مسنون کپڑے۔ مرد کے جنازہ پر اگر سب سے اوپر ایک لانبی چادر ڈال دینا کافی سمجھا ہے تو عورت کے جنازہ پر اس چادر کے ساتھ گہوارہ بھی قرار دیا

گیا ہے جس سے لاش کے طول وعرض کی حیثیت نہ کھل سکے۔ مرد کو دفن کرتے وقت کسی آڑ پر پردہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن عورت کی تدفین میں قبر پر پردہ تاننا ضروری قرار دیا گیا۔ مرد کو ہر یگانہ و بیگانہ قبر میں اتار سکتا ہے لیکن عورت کے ساتھ محرم کی قید لگائی پھر مرد کی نماز جنازہ کے لئے امام کو میت کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہونا بتلایا گیا ہے لیکن عورت کے جنازہ پر سینہ سے کچھ ہٹ کر وسط میں آ جانے کی ہدایت دی گئی کیونکہ عورت کی فطری وضع محل کشش ہونے کی وجہ سے مردانہ نگاہ کے بالمقابل رہنے سے بچاؤ چاہتی ہے۔ گو اوپر گہوارہ بھی ہے مگر خیال سے اب قریب ہو سکتی ہے۔ اور یہ خیال کی پاکی کے لئے ہے تاکہ مرد کے دل میں کسی مخصوص اجنبیہ کے سینہ اور چھاتی کا تصور بھی قائم نہ ہو۔ اس لئے عورت کے سینے کے سامنے سے امام کو ہٹایا گیا ہے۔

پھر عورتوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مردوں کے ساتھ کسی قسم کا اشتراک عمل بھی نہ کریں نہ امور عادات میں اور نہ امور عبادات میں۔ مثلاً جنازے کے ساتھ جانے سے عورت کو روکا گیا۔ حالانکہ جنازہ کے اوقات سرد مہری اور غم والم کے اوقات ہیں۔ جن میں ہر ایک کو اپنی موت یاد آتی ہے اور ان اوقات میں ہیجان شہوت بھی بعید ہے مگر آئندہ کے خطرات واحتمالات کا سد باب کرنے کے لئے ارشاد نبوی ہے کہ نہ جنازہ کے بارہ میں عورت کا کوئی حصہ ہے نہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں عورت کے لئے کوئی اجر وثواب ہے۔ اسی طرح ارشاد نبوی ہے کہ عورت ثالث نہ بنے کہ عوام الناس کے جھگڑے چکاتی پھرے یعنی کسی کا جھگڑا چکانے کے لئے عورت حکم اور ثالث بن کر نہ کھڑی ہو۔

نامحرم کی قبر سے پردہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اپنے اس گھر میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہیں پردے کے بغیر داخل ہو جاتی کیونکہ اس گھر میں میرے محترم شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تو مدفون ہیں ان دونوں سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن کر دیئے گئے تو خدا کی قسم عمرؓ سے شرمانے کے باعث میں اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر اس گھر میں داخل ہوتی تھی۔ (احمد)

پردہ اور جدید دنیا کا فیشن

افسوس در افسوس کہ اس زمانے میں بہت سی مسلمان بہنوں نے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کی تقلید چھوڑ کر یورپ کی بے شرم لیڈیوں کی تقلید کو اپنا لیا ہے اور بے پردہ ہو کر بے حیائی کے ساتھ بازاروں سیر گاہوں جلسوں اور پنڈالوں ہوٹلوں اور قہوہ خانوں تھیٹروں اور سرکسوں نمائشوں اور سینماؤں باغوں اور پارکوں میں گھومنے کو فخر سمجھتی ہیں۔

مسلمانو! غور کرو کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ہماری ابتداء یہ ہے کہ قبر والے سے بھی پردہ کیا جاتا تھا اور آج زندوں سے بھی پردہ کرنا چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ پردہ کرنے والی عصمت مآب بیبیوں پر آج دقیانوسی کے آوازے کسے جاتے ہیں۔ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے دینی باپ ہیں۔ آپؐ سے زیادہ نہ کوئی نیک ہے اور نہ کوئی ہوسکتا ہے اس کے باوجود بھی صحابی عورتیں آپ کے سامنے نہیں ہوسکتی تھیں۔

آج سے ایک عرصہ پیشتر جبکہ حیا کا دور تھا تو عورتوں کو اپنے دروازے سے باہر قدم نکالتے ہوئے پسینہ آجاتا تھا۔ ان عورتوں کی حیا سے فرشتے بھی شرما جاتے تھے۔ یہ وہ اللہ کی بندیاں ہیں جن کا اللہ جل شانہ کے ساتھ تعلق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتی ہیں جن کی نگاہیں دنیا پر نہیں بلکہ ہر آن آخرت کی طرف لگی رہتی ہیں۔ وہ خاوند کی ناموس پر مرمٹنے والی ہوتی ہیں۔ ان کے چہرہ پر حیا کا غازہ اور آنکھوں میں شرافت کے موتی ہیں۔ ان کے پردہ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ چشم فلک بھی ان کے دیکھنے کے لئے ترستی ہے یاد رکھئے ایسی ہی مائیں ہیں جو جنتی ہیں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو جنم دیتی ہیں اور امام مالکؒ کا ساعل اپنی گود میں کھلاتی ہیں۔

پردہ سے متعلق ایک جہاں دیدہ مورخ کا تجزیہ

دنیا کا سب سے بڑا مؤرخ ٹائن بی جس نے کم وبیش بیس سے زائد اقوام کے عروج و زوال کا مطالعہ کیا آج اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ کوئی معاشرہ اور کوئی گھر اخلاقی اعتبار سے اس وقت تباہ ہوا ہے جب عورت گھر سے باہر نکلی ہے۔ غیر مسلم بھی طویل ٹھوکریں کھانے کے بعد اسلام کی دہلیز پر دم توڑنے لگے ہیں۔ سکاٹ لینڈ یارڈ کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ عورتوں اور نابالغ لڑکیوں کے گروہوں نے لنڈن کے امن وامان کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور نوخیز لڑکیوں کے

جرائم کا تناسب بہت زیادہ بڑھ چکا ہے اس کا سبب عورتوں کی وہ آزادی ہے جس سے وہ ہمکنار ہیں اور ٹیلی ویژن کے فحش پروگرام اور میناو جام کی کثرت بھی اس کا بڑا سبب ہیں۔

صحت مند معاشرے کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ عورت گھر کے اندر اور پردے کی حالت میں اپنا کام انجام دے اور مرد گھر سے باہر اپنا کام کرے۔ اگر یہ حالات پیدا ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ برائیاں ختم نہ ہوں۔ مگر تہذیب جدید کے ہیضہ اور یورپ کی اندھی تقلید نے ہمیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ مسلمان بچیاں صرف انگیا اور جانگیا میں تصویریں اتروائیں اور یہ تصویریں اخبارات میں شائع ہوں۔ اور ہم دیدے پھاڑ پھاڑ کر اس بے حیائی کا تماشا کریں۔ تہذیب نو کے متعلق مولانا ظفر علی مرحوم نے ٹھیک کہا تھا۔ تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

عورت اور غیرت

غیرت ایک طبعی اور فطری چیز ہے انسان تو انسان جانوروں میں بھی غیرت پائی جاتی ہے انسان میں ذاتی غیرت کے علاوہ ایک قومی غیرت بھی پائی جاتی ہے جس انسان میں ذاتی غیرت نہیں ہوتی وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے اور جانور سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جس کے اندر قومی غیرت نہیں ہوتی اگر وہ قوم کا سربراہ ہوتا ہے تو پوری قوم کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل ملک میں بے پردگی کی زہریلی ہوا چل رہی ہے عورتوں میں خود ایک آزادی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے حیا کا مادہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے زمانہ میں عورتیں غیور ہوتی تھیں اب بھی یہ صفت اگر کچھ ہے تو پھر ہندوستان کی عورتوں میں ہے۔

چنگیز خان سے خلیفہ جب مغلوب ہوا اور چنگیز خان کا قبضہ ہو گیا تو خلیفہ کی ایک کنیز جو نہایت حسین تھی وہ بھی اس کے ساتھ آئی۔ اس نے ایسی حسین عورت کبھی دیکھی نہ تھی چنانچہ وہ بہت خوش ہوا اور اس کی بہت عزت اور خاطر و مدارت کی اور بہلا پھسلا کر اپنی طرف میلان کرانا چاہا۔ اس عورت نے ایک عجیب تدبیر کی۔ چنگیز خان نے اس عورت سے بہت حالات خلیفہ کے دریافت کئے اس نے بتلائے اور کہا اور تو جو کچھ ہے وہ ہے مگر ایک چیز خلیفہ نے مجھ کو ایسی دی نہ کسی نے کسی کو آج تک دی اور نہ شاید کوئی دے۔ چنگیز خان نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز

ہے؟ کہا کہ وہ ایک تعویذ ہے اس کا اثر یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی باندھے ہو تو اس پر نہ تلوار اثر کرے نہ گولی اور نہ پانی میں ڈوب سکے۔ چنگیز خان یہ سن کر بہت خوش ہوا اس لئے کہ ایسی چیز کی تو ہر وقت ضرورت رہتی ہے یہ خیال کیا کہ نقل کرا کے فوج میں تقسیم کرادوں گا۔ چنگیز خان نے وہ تعویذ مانگا اس نے کہا کہ پہلے تم اس کا امتحان کرلو میرے پاس اس وقت وہ تعویذ ہے تم بے دھڑک بلا خطر مجھ پر ایک ہاتھ تلوار کا مار دو دیکھو کچھ بھی اثر نہ ہوگا۔ بارہا آزمایا ہوا ہے۔ چنگیز خان نے ایک ہاتھ تلوار کا صاف کیا تو اس عورت کی گردن بڑی دور جا پڑی۔ چنگیز خان کو اس پر بے حد صدمہ ہوا کہ اپنے ہاتھوں میں نے اپنی محبوب کو فنا کردیا۔ اس عورت کی غیرت کو دیکھئے کس قدر غیور تھی گو کہ فعل ناجائز تھا خودکشی تھی مگر منشا اس فعل کا غیرت تھی کہ دوسرے کا ہاتھ نہ لگے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

ایک جنٹلمین صاحب جنہوں نے (اپنے خاندانی شرافت کے خلاف) نیا نیا پردہ توڑا تھا اپنی بیگم کو تفریح کی غرض سے منصوری پہاڑ پر لے گئے اور تفریح کے لئے اس سڑک پر گئے جہاں بڑے بڑے افسر انگریزوں کے بنگلے تھے وہاں ایک کوٹھی کے سامنے سے گزرے جو کسی بڑے افسر کی تھی اور وہاں تین گورے پہرے پر تھے ان کو دیکھ کر انہوں نے کچھ آپس میں گفتگو کی اور ایک ان میں سے چلا اور ان کی بیگم کا ان کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر ایک طرف لے گیا اور اسے خراب کرکے لے آیا۔ پھر دوسرے اور تیسرے نے بھی یہی عمل کیا اور یہ صاحب اپنا سا منہ لے کر چلے آئے۔

افسوس لوگوں کو شرم غیرت نہیں رہی۔ یہ تو شریعت کی رحمت ہے کہ اس نے پردہ کا حکم دے دیا۔ باقی غیرت خود ایک ایسی چیز ہے کہ اس (بے پردگی) کو برداشت ہی نہیں کرسکتی وہ تو ایک قسم کی محبوبہ ہوتی ہے عاشق کب چاہتا ہے کہ میرے محبوب پر کوئی دوسرا نظر ڈالے۔ غیرت عورت کی خاص صفت ہے اس چیز کو آج کل بُری طرح برباد کیا جارہا ہے۔ ایسے مرد ہی بے غیرت ہیں، نہ حیا ہے نہ غیرت جو ایمان کی خاص صفت ہے۔

پردہ کی اہمیت پر ایک عجیب مثال

پردہ کی اہمیت پر حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ایک عجیب مثال دیا کرتے تھے فرمایا دودھ کی طرف بلّے کا میلان ہے کہ وہ دودھ پر حملہ کرکے پی جاتا ہے، تو اس میلان کو دیکھ

کر دودھ کی حفاظت کی جاتی ہے عام طور پر بلے کو باندھ کر نہیں رکھتے بلکہ دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ دودھ کو محفوظ کر لیا جاتا ہے کہ دودھ کے برتن پر ڈھکن وغیرہ دیدیا جاتا ہے یہ پردہ ہے اب یقینی بات ہے کہ ایک اجنبی مرد اور عورت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے بلکہ یہ میلان بلے کے دودھ کی طرف میلان سے زیادہ ہے کیونکہ وہاں میلان یکطرفہ ہے اور ادھر دوطرفہ میلان ہے جب دودھ کی حفاظت کیلئے ڈھکن وغیرہ کی ضرورت ہے تو یہاں پردہ کی کیوں ضرورت نہیں یہ بات اہل مغرب کی عقل میں نہیں آتی۔ یک طرفہ میلان میں تو ڈھکن ہے اور دوطرفہ میلان میں نہیں۔ یہ چارہ تو نہیں ہوسکتا کہ مرد کو رسی سے باندھ دیں ورنہ دنیا کا کاروبار ختم ہو کر رہ جائیگا کیونکہ مرد تو کام کاج کرتا ہے۔ اس لیے حفاظت کی یہی صورت ہے کہ عورت جب بھی گھر سے باہر نکلے تو پردہ میں ہو۔ اسلام کا یہ حکم برحق ہے اور عقل وانصاف پر مبنی ہے اور حق ہے اب یہ انسان کی مرضی کہ اسے تسلیم کرے یا دل ونظر کا اندھا بن جائے۔

روس کے صدر گورباچوف کا اعتراف

آج سے کچھ عرصہ قبل آپ نے ضرور سنا ہوگا کہ سوویت یونین آنجہانی جس کا اب روئے زمین پر کوئی وجود باقی نہیں رہا اس کے آخری تاجدار صدر گورباچوف نے اپنے زوال سے تقریباً تین سال پہلے ایک کتاب لکھی اور وہ کتاب دنیا بھر میں بہت مشہور ہوئی جس کا نام ''پروسٹرائیکا'' انہوں نے ایک اصطلاح مقرر کی تھی جس کا معنی ہے ''تعمیر نو'' اور دعویٰ یہ تھا کہ میں اپنے ملک کی ازسرنو تعمیر کروں گا۔ اس میں عورت کے معاشرتی کردار کے بارے میں تقریباً ڈیڑھ صفحہ ہے اور اس میں لکھا ہے کہ:

''چند صدیوں سے یورپ میں یہ نعرہ لگایا گیا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا چاہیے اور عورتوں کی جسمانی قوت کو پیداوار کے اضافہ میں استعمال کرنا چاہیے۔ اسکے نتیجہ میں ہم عورتوں کو دفتروں اور بازاروں میں کھیتوں اور دکانوں پر لے آئے ہیں۔ اسکے نتیجہ میں بے شک ہماری پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا ہے لیکن اس پیدوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس میں نقصان اتنا بڑا ہوا جس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور وہ نقصان یہ ہے کہ ہمارا خاندانی نظام تباہ ہو گیا۔ اس لیے کہ عورت جب تک گھر میں تھی اس

نے ہمارے فیملی سسٹم اور خاندانی نظام کو سنبھالا ہوا تھا۔ میرے تعمیر نو پروگرام میں ایک پروگرام یہ بھی ہے کہ میں ایسا طریقہ سوچوں کہ عورت کو گھر کس طرح لایا جائے۔"

پردہ.... مفکر اسلام علامہ اقبال کی نظر میں

ایک دفعہ کسی شخص نے علامہ مرحوم سے پوچھا کہ عورتوں کے پردہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا عورتیں کیا میرے نزدیک تو آج کل لڑکوں کو بھی پردہ کرنا چاہئے۔ (ندائے منبر ومحراب)

غور فرمائیں کہ علامہ مرحوم تو اپنے دور کے لڑکوں کے بارے میں بھی پردہ کی حامی بھرتے ہیں یہ وہ وقت تھا کہ ہمارے معاشرے میں شرم وحیا ننگ وغیرت اخلاق ومروت پائی جاتی تھی اور مغرب والے بھی شرم وحیا سے کچھ آشنا تھے اور موجودہ دور کی بے حیائی اور عریانی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن افسوس کہ آج ان کے نام لیوا شرم وحیا سے تو بے نیاز ہو چکے ہیں اب لباس سے بھی بے نیازی اختیار کرنے کیلئے سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں سر سید احمد خان اور علامہ اقبال کے مداحوں اور ان کے نظریات وتعلیمات کو اپنانے والوں سے دست بستہ عرض ہے کہ یا تو ان حضرات کا نام لینا چھوڑ دیں یا پھر ان کے ارشادات پر بھی عمل کر کے بے حیائی اور بے حجابی کو ترک کردیں۔

بے پردگی کا نتیجہ...... دلہن اغوا

ایک صاحب شادی کر کے دلہن کو گاڑی میں بے پردہ لیکر آرہے تھے جس کا ڈرائیور غیر آدمی تھا اس کی نظر بار بار بنی سنوری، نئی نویلی دلہن پر پڑ رہی تھی اور شیطان برابر اس کے جذبات کو ابھار رہا تھا باراتیوں کی گاڑیاں پیچھے تھیں، اس ڈرائیور نے خوب تیز گاڑی چلائی اور جب باراتیوں کی گاڑیاں نظر سے اوجھل ہوگئیں یک دم بریک لگا کر کہا کہ گاڑی بند ہوگئی ہے اور بغیر دھکے کے اسٹارٹ نہ ہوگی چنانچہ دولہا سمیت جتنے بھی افراد گاڑی میں تھے وہ نیچے اتر کر دھکا لگانے لگے گاڑی میں صرف ڈرائیور اور دلہن تھی گاڑی نے تو کیا خراب ہونا تھا در اصل ڈرائیور کی نیت خراب تھی اس نے گاڑی بھگا دی اور دلہن کو اغوا کر کے غائب شد بمشکل تین چار روز کی تلاش بسیار کے بعد دلہن برآمد ہوئی جبکہ اس کا دامن عزت تار تار ہو چکا تھا۔ (اے عقل والو عبرت حاصل کرو)

موجودہ معاشرہ کی حالت زار

اس قسم کے بے شمار واقعات سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملت اسلامیہ میں شرم وحیا اور تحفظ عزت وناموس کی قرن اول ہی سے کس قدر اہمیت رہی ہے لیکن افسوس ہے کہ آج جب ہم اپنے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ذرائع ابلاغ پر نظر ڈالتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا مذاق اڑا رہے ہیں اور ساری قوم بالخصوص نسل نو کو شرم وحیا سے عاری بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس معاملے میں سرکاری سرپرستی میں چلنے والا سب سے مؤثر ادارہ پاکستان ٹیلی ویژن پیش پیش ہے۔ اگرچہ ہمارے اکثر قومی اخبار بھی اس کار خیر میں سرگرم نظر آتے ہیں لیکن حیرت ان قومی اخباروں پر ہے جو ایک طرف تو اسلامی نظام کے حامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پی ٹی وی کے اخلاق باختہ پروگراموں کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے صفحات پر شرم وحیا سے عاری دوشیزاؤں کی مختلف پوزوں میں رنگین تصاویر دھڑا دھڑ چھاپ رہے ہیں اور یوں گلیمر کلچر کو فروغ دینے میں پی ٹی وی سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنے قارئین کو بے ہودہ اخلاق سوز فلموں کی طرف راغب کرنے اور ان فلموں میں بے حیائی کا مظاہرہ کرنے والے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کو عظمت کی مسندوں پر بٹھانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ٹیلی ویژن، جسے تبلیغ اسلام، تعمیر ملت اور اصلاح معاشرہ کا سب بڑا ذریعہ ہونا چاہئے تھا (اس کے چند دینی اور معلوماتی پروگرام کو چھوڑ کر) مرد وزن کے آزادانہ اختلاط، بے حیائی، فحاشی اور تہذیب مغرب کی آشوب سامانیاں اور برائیاں پھیلانے کا سب سے بڑا آلہ یا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس پر رقص وسرود لہو ولعب، بے ہنگم اچھل کود اور فن کے نام پر رقاصاؤں اور شرم وحیا سے عاری مغرب زدہ نوجوانوں اور دوشیزاؤں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ پی ٹی وی کو ان کے ناچ گانوں سے فرصت ملتی ہے تو ان کے انٹرویوز چلا دیئے جاتے ہیں۔ پاکستان کی نسل نو کو اسلام کے پاکیزہ اخلاق کا حامل بنانے کے بجائے پاپ میوزک، حیا سوز رقص وسرود اور ہیجڑہ پن کا رسیا بنایا جا رہا ہے۔ پی ٹی وی میں کام کرنے والی نا کتخدا لڑکیوں کی حیا کا جو عالم ہے اس کو ایک ایکٹر کی زبانی سنئے:

ہوئیں بے تکلف وہ ٹی وی پہ مجھ سے بنیں میری بیوی ڈراموں میں اکثر
جو پوچھا کسی نے مرا ان سے رشتہ تو بولیں یہ ہیں میرے منہ بولے شوہر

(ہدایت علی خان ناظر)

پاکستان ٹیلی ویژن کے کرتا دھرتا پڑھے لکھے لوگ ہیں، اس لئے یہ تو کوئی بھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ وہ ہمارے قومی نظریہ یا ہماری معاشرتی اور دینی اقدار و روایات سے نابلد ہیں۔ اس لئے لامحالہ یہی رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ ان اقدار و روایات کا ایک خاص مشن کے تحت جان بوجھ کر مذاق اڑایا جارہا ہے۔ یہ مشن کیا ہے؟ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ "ملت پاکستان کے بدن سے روح محمدؐ نکال دو۔"

پی ٹی وی کے تفریحی پروگراموں کو دیکھ کر کسی بھی محب وطن اور دردمند پاکستانی کے ذہن میں یہ سوالات پیدا ہوسکتے ہیں:

۱- کیا کنواری نوجوان لڑکیوں کا غیر محرم نوجوانوں کی محبوبہ یا بیوی بننا اور زچگی کی کیفیت سے گزر کر بچوں کی ماں بننا اسلامی روایات کے مطابق ہے؟ جن گھرانوں کی یہ لڑکیاں ہیں وہ کس تہذیب کے علم بردار ہیں؟

۲- کیا ہماری معاشرتی روایات یہی ہیں کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں آپس میں معاشقے لڑاتے پھریں اور ایک دوسرے سے تنہائی میں خفیہ ملاقاتیں کریں؟ آخر پی ٹی وی اپنے ڈراموں میں نسل نو کو کس چیز کی تربیت دے رہا ہے؟

۳- کیا پاپ سنگر نوجوانوں کو مٹک مٹک کر اچھلتے کودتے (اپنی ٹانگوں کو شرمناک انداز میں حرکت دیتے) یا بھنگڑا ڈالتے ہوئے ارضِ پاک کی کسی (حیا سے عاری) بیٹی کو مخاطب کرکے انتہائی فحش اور لچر گیت گاتے ہوئے دکھانا اسلامی یا پاکستانی معاشرت کی عکاسی ہے؟ کیا ان نوجوانوں اور ان کے سامنے آنے والی دوشیزاؤں کو شرم وحیا سے کوئی نسبت ہے؟

۴- کیا اسلام کی بیٹیوں کو بن ٹھن کر سٹیج پر آنا، گانا، ناچنا، تھرکنا، اور فحش گیت گاگا کر لوگوں کے سفلی جذبات کو بھڑکانا اسلامی روایات کی عکاسی کرتا ہے یا دور جاہلیت کی؟

۵- کیا راگ رنگ کے مخلوط اجتماعات دکھانا اور ان میں شوقین مزاج نوجوان عورتوں کا فحش گیتوں پر بے تحاشا تالیاں بجانا اور "اسلام کے نوجوان لاابالی فرزندوں" کا ناچ ناچ

کرایسے گیتوں کی داد دینا اسلامی معاشرت کی عکاسی ہے؟

۶- کیا بچوں کے پروگراموں میں وطن عزیز کی کم سن بچیوں کو ناچ گانے کی تعلیم دینا ہمارے قومی نظریہ کے مطابق ہے؟

۷- کیا پاکستان کے نوے فیصد گھرانوں کو اس گلیمر کلچر سے کوئی نسبت ہے جو پی ٹی وی پر تسلسل کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

۸- کیا بلو دے گھر، پتنگ باز سجنا، اج گڈی گڈے دی ملاقات اے وغیرہ جیسے شرمناک اور کنوارے دو، او مائی گاڈ وغیرہ جیسے لغو ڈرامے پاکستانی معاشرت کے عکاس ہیں؟

آج گھر گھر ٹی وی عام ہے جسے گھر کے تمام چھوٹے بڑے نہایت شوق سے نہ صرف دیکھتے ہیں بلکہ اس میں دکھائے جانیوالے کلچر کو اپنانے کی فکر میں رہتے ہیں ان حالات میں گھر کے بڑے سربراہوں اور بڑی بوڑھی عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ جوان بچوں اور بچیوں کو ٹی وی کی لعنت سے محفوظ رکھیں۔

یہ ساری گفتگو تو ٹی وی کے بارہ میں ہے جبکہ دور حاضر کے فتنہ کیبل نے پوری دنیا کی گندگی کو گھر گھر پہنچا دیا ہے اور ٹی وی کی جس ضرب کاری سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ کیبل 'انٹرنیٹ اور موبائل کی کثرت نے معاشرہ میں رہی سہی اسلامی واخلاقی اقدار کو مسمار کر کے پوری قوم کی چولیں ہلا دی ہیں۔ خدا جانے ترقی کے علمبردار ہمیں ذلت و رسوائی کی کس دلدل تک پہنچا کر دم لیں گے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

کن رشتہ داروں سے پردہ کرنا ضروری ہے

چچازاد' ماموں زاد' خالہ زاد' پھوپھی زاد' بہنوئی' نندوئی' دیور' جیٹھ' خالو' پھوپھا اور تمام غیر محرم سے پردہ کا اہتمام کریں۔ اور بے پردہ خواتین اپنی دنیوی راحت وسکون کے پیش نظر ہی پردہ کا اہتمام کر کے دیکھیں کہ انہیں کس طرح سکون نصیب ہوتا ہے کم از کم بے پردگی کے نقصانات کو سوچ سوچ کر اپنے آپ کو سمجھائیں کہ ہماری عزت و آبرو کا محافظ پردہ ہے اور بے پردگی سراسر مغربی اور بے دینی کا فیشن ہے جس کو چھوڑنا ضروری ہے۔ (پرسکون گھر)

پردہ سے غفلت کرنیوالی خواتین کیلئے ایک فکرانگیز تحریر

خواتین کی دلچسپی کے پیش نظر پردہ کی ضرورت واہمیت اور بے پردگی کے نتائج پر مشتمل یہ مکالمہ دیا جاتا ہے جومعاشرتی حقائق پر مشتمل ہے

خدا کرے کہ خواتین اور بچیاں اس سے سبق سیکھیں اور پردہ کا اہتمام کریں۔

ہنی! تم جیسی لڑکی اور ایسی گری ہوئی حرکت' میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ میں تو تمہیں ایک پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی سمجھتی تھی مگر تم نے اپنے ماں باپ کی عزت خاک میں ملا دی' سارے محلے میں صرف اور صرف تمہاری ہی باتیں ہو رہی ہیں کہ دیکھو فلاں کی بیٹی نے کیا گل کھلایا ہے اور رہی سہی کسر اخباروں نے نکال دی کہ جنہوں نے اس واقعہ کو اتنا اچھالا کہ ہر کوئی کانوں کو ہاتھ لگا رہا ہے کیسا پردہ پڑا تمہاری عقل پر؟ مگر تمہارا بگڑا ہوا چہرہ اور زرد رنگ دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ تم خاصی پریشان ہو اور شرمسار بھی۔

مریم بہن! (بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ) ٹھیک کہتی ہو تم' اللہ کی قسم! بہت بے چین ہو کر تمہارے پاس آئی ہوں اور اپنے کیے پر سخت نادم ہوں۔ گھر بیٹھے بار بار ایک ہی خیال ستا تا رہا کہ کسی طرح اپنے آپ کو ختم کر ڈالوں اور دکھوں کے اس گھر سے چھٹکارا حاصل کر لوں۔ پھر سوچا کہ ایک دفعہ تم سے مل لوں شاید دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے مگر تم نے بھی وہی سلوک کیا جو لوگ کر رہے ہیں۔ کاش! کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بتاؤں کہ قصور میرا ہے یا میری ماما کا۔

مریم بہن! تمہیں تو معلوم ہے کہ ٹیوشن کیلئے ہم دونوں نے مل کر پروگرام بنایا تھا کہ اپنی مسجد کے امام صاحب کی بیٹی باجی ایمن سے پڑھا کریں گی' جو ماشاء اللہ ایم اے انگلش اور بہت ہی نیک سیرت اور باپردہ خاتون ہے۔ جب میں نے ماما سے بات کی تو وہ غصے سے لال پیلی ہو گئیں اور بڑے کرخت لہجے میں بولیں! وہ ملا کی بیٹی جو اتنا بڑا تنبو پہنے اور ڈاکوؤں کی طرح منہ چھپائے کالج جایا کرتی تھی وہ بی ملانی کیا پڑھائے گی؟ تم نے انگریزی پڑھنا ہے' نورانی قاعدہ نہیں پڑھنا' خبردار! جو مجھ سے پوچھے بغیر کوئی پروگرام بنایا۔ ابھی اس

دن پڑوسن بتا رہی تھی کہ اس کی بیٹی کو ایک لڑکا پڑھانے آتا ہے جو بی اے پاس اور بہت ہی خوبصورت اور لائق لڑکا ہے کہہ رہی تھی کہ پورے پندرہ سو روپے ٹیوشن فیس دیتی ہوں۔ میں نے کہا تم ٹھہری ایک دکاندار کی بیوی' میرے میاں تو اتنے بڑے افسر ہیں' میں تو تین ہزار دوں گی اور ابھی پیغام بھیجتی ہوں اس لڑکے کو کہ فوراً رابطہ کرے۔

مریم بہن! تم تو جانتی ہو کہ ہم سب بہن بھائیوں کے کمرے الگ الگ ہیں۔ ہر کوئی اپنے ٹی وی سیٹ پر ڈش اور کیبل کے من پسند اور رنگا رنگ پروگراموں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ کون کیا دیکھتا ہے' کتنے بجے سوتا ہے' کسی کو کچھ خبر نہیں ہوتی۔ افسوس! ایک ہی چھت کے نیچے رہنے والے ایک دوسرے سے اتنے بے خبر' ہر کوئی اپنی ہی دھن میں مست ہے۔ حتی کہ ماما اور پاپا نے بھی کبھی کسی بات کا نوٹس نہیں لیا۔ البتہ جب کبھی بات ہوتی تو مسکرا کر کہہ دیتے جوانی مستانی ہوتی ہے اور یہی تو انجوائے کرنے کے دن ہیں۔

میرا کمرہ چونکہ مین گیٹ کے قریب ہے اور ہمارے ہاں دروازہ کھٹکھٹانے یا اجازت لینے کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں۔ اس لئے مجھے خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا' بلکہ بعض اوقات میں بیڈ پر لیٹی ہوتی تو پاپا اور بھائیوں کے دوست سیدھا میرے کمرے میں آ جاتے۔ اس لئے کہ سبھی کو ایک ہی جواب ملتا کہ ''بھائی تم کوئی غیر ہو' آ جاؤ تمہارا اپنا ہی گھر ہے'' جبکہ تمہارے ابو اور بھائی کو میں دیکھتی رہی کہ دروازہ کھلا ہونے کے باوجود گھنٹی بجا کر اندر آتے ہیں اور ہمارے گھر کی اس عادت کا خوب مذاق اڑایا جاتا ہے۔

جب ٹیوشن شروع کی تو جو بھی دروازے کو ہاتھ لگاتا ماما چیخ کر کہتیں! دیکھتے نہیں ہو دروازہ بند ہے۔ ہنی کے ٹیوٹر اسے پڑھا رہے ہیں کیوں بار بار ڈسٹرب کرتے ہو؟ آخر تنگ آ کر ماما نے دروازے پر یہ عبارت چسپاں کر دی۔

ایک دن چھوٹے بھائی نے سہمے ہوئے کہا ماما ہنی سے کہیں کہ پڑھتے وقت کم از کم دروازہ تو کھلا رکھا کریں۔ ماما تو سنتے ہی آگ بگولہ ہو گئیں اور جھنجلا کر بولیں شہکی! ایک تو تم بڑے منہ پھٹ ہوتے جا رہے ہو۔ خبردار جو میری فرشتہ سیرت بیٹی پر شک کیا۔ شرم نہیں آتی تمہیں بڑی بہن پر بہتان لگاتے ہوئے پھر وہ لڑکا بڑا شرمیلا اور پکا نمازی ہے کان کھول کر سن لو آئندہ میرے سامنے مفتی بننے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔

آہستہ آہستہ ٹیوشن کا دورانیہ بڑھنے لگا اور تین گھنٹے تک چلا گیا۔ اکثر سارا وقت فلم دیکھنے میں گزر جاتا۔ جب ہم فلم دیکھ کر باہر نکلتے تو ماما میرے چہرے کی طرف دیکھ کر کہتیں مجھے تو ترس آتا ہے اپنی اس ننھی سی جان پر بیٹا جی! اتنی پڑھائی بھی اچھی نہیں ہوتی کہ بندہ کتابوں کا کیڑا بن جائے۔ کبھی کبھار کتابوں سے ہٹ کر اپنے ٹیوٹر سے گپ شپ بھی لگالیا کرو ذرا طبیعت فریش ہو جاتی ہے۔

ہم دیر تک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے قسمت کا حال بتلاتے، تصویروں، قیمتی خوشبوؤں، رومانٹک قسم کے ڈائیلاگ اور شعروں کا تبادلہ ہر روز کا معمول تھا۔ (بعد میں پتہ چلا کہ ساتھ والی لڑکی کے ساتھ بھی اس کی یہی روٹین تھی) ہمارا وہ ملازم جسے پاپا نے بڑی سفارش سے دوسرے شہر سے منگوایا تھا اور جو بہت ہی چٹ پٹی اور لذیذ ڈشیں تیار کرنے میں ماہر تھا۔ جب کوئی ڈش اندر لاتا تو بڑے فخر سے کہتی، میں نے تمہارے لئے بڑی محنت اور چاہت سے تیار کی ہے وہ بھی انگلیاں چاٹتے ہوئے بڑی حیرانی سے کہتا نہیں! مجھے تو یقین نہیں آتا کہ تم اور ایسی مزیدار ڈش؟ قسم سے اتنا اچھا تو میری امی بھی نہیں پکاتیں۔

اکثر کتابیں کھلی پڑی ہوتیں اور ہم دیر تک ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھے تکتے رہتے اور اتنے گم ہوتے کہ وقت گزرنے کا احساس نہ ہوتا۔ اس کے جانے کے بعد وہ رومانٹک ڈائیلاگ اور اشعار دیر تک میرے کانوں سے ٹکراتے رہتے اور میں اکیلی بیٹھی مسکراتی رہتی۔ پہلے پہل تو وہ سادہ سی شلوار قمیص پہن کر آتا رہا مگر کچھ دنوں بعد جین کی پتلون کے ساتھ روزانہ نئی شرٹ اور ہر روز کلین شیو بنا کر آنا معمول بن گیا۔ شرٹ کا رنگ اکثر میرے سوٹ جیسا ہوتا جو ہم پہلے سے طے کر لیتے۔ چند دنوں بعد یہ تین گھنٹے بھی کم لگنے لگے اور مزید تسکین کیلئے ہم نے ٹیلیفون پر گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا جو رات گئے تک جاری رہتا۔ ہمیں ایک دوسرے کے فون کا بڑی شدت سے انتظار رہتا۔ جب صحن والے ٹیلیفون سیٹ کی گھنٹی بجتی تو میں اور میرا بھائی دیوانہ وار فون کی طرف دوڑتے اور باقاعدہ چھینا جھپٹی ہوتی۔ بھائی کی صورت حال بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔ اسے بھی اپنی ایک کلاس فیلو کے فون کا شدت سے انتظار رہتا۔ اگر کوئی مہمان پاس بیٹھا ہوتا تو ماما بڑا اکڑ کر کہتیں دیکھ میرے بچے اپنے دوستوں میں کتنے پاپولر ہیں۔ جبکہ ہم دونوں فون پر بات کرنے میں اتنی مہارت رکھتے تھے کہ پاس بیٹھا کوشش کے باوجود ایک لفظ نہ سن پاتا۔ میں تمام گفتگو صیغہ مونث میں کرتی جیسے سامنے کوئی لڑکی ہو اور ذرا نہ اٹکتی۔

رات بھر جاگنے اور مسلسل باتیں کرنے سے اس کے چہرے پر کشش اور سرخی کی جگہ پیلاہٹ نمایاں تھی جبکہ میرے سر میں بھی مسلسل درد رہنے لگا اور آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے گہرے ہوتے گئے۔ میں اکثر کھوئی کھوئی رہتی' کوشش کے باوجود نیند نہ آتی۔ ایک رات ابھی نیند کی گولی کھائی تھی کہ دوبارہ گھنٹی بجی' میں نے کروٹ بدل کر ریسیور اٹھایا۔ میری آواز سنتے ہی اس نے کہا 'منی! آج تم سے وہ بات کہنا چاہتا ہوں جو اکثر میں کہتے کہتے رک جاتا ہوں"۔ آج اس کی گفتگو میں کوئی ایسی بات ضرور تھی جو مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور یہ وقت تھا کہ وہ میرے دل ودماغ پر پوری طرح حاوی تھا۔ وقت طے ہوگیا اور میں نے گھر سے نکلنے کی حامی بھرلی۔

بہنی! بس کرو بس! (اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے) اللہ کے واسطے! اس سے آگے ایک لفظ نہ کہنا تمہاری باتیں سن کر میری تو ٹانگیں کانپ رہی ہیں اور شاید میں اسی وقت تمہیں یہاں سے چلے جانے پر مجبور کرتی مگر میں تمہارے ذریعے ان بے شمار معصوم اور سادہ لوح بہنوں سے مخاطب ہونا چاہتی ہوں جو بڑی آسانی سے ایسے بھوکے بھیڑیوں کے جال میں پھنس جاتی ہیں۔

بہن! سب سے پہلے میں اپنی گفتگو کا آغاز اللہ کے اس حکم سے کرتی ہوں جس کی خلاف ورزی سے یہ تمام بیماریاں جنم لے رہی ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے جس قدر اس کا اہتمام فرمایا' قرآن نے جتنا مفصل لکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے اس کی جتنی تاکید فرمائی آج اتنا ہی مسلمان اس سے غفلت برت رہے ہیں بلکہ مذاق اڑا رہے ہیں۔ اچھے بھلے پڑھے لکھے اور نیک لوگ بھی اس کو گناہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی اس پر عمل کرنے کی فکر کرتے ہیں۔

بہن! سورۃ نور کی آیت نمبر ۲۷ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرماتے ہیں۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ تم اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو' یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے شاید کہ تم سبق حاصل کرو"۔

اب ہم ایمان والوں نے قرآن کی اس آیت کو ایسا نظر انداز کیا گویا کہ ہمارے نزدیک یہ قرآن کا حکم ہی نہیں' بلکہ ہم لوگ قرآن کی اس آیت کا انکار کر رہے ہیں۔ کیا ایمان والوں کی یہی شان ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی دھجیاں اڑاتے ہوئے ہر آنے والے کو کہیں بھائی چھوڑو اجازت کو' تمہیں دروازہ کھٹکھٹانے کی کیا ضرورت' تمہارا تو اپنا گھر ہے' تم کون سا بیگانے ہو'

سیدھا اندر آجایا کرو۔ الٹا قرآن کی اس آیت پر عمل کرنے والوں کو دقیانوسی' ان پڑھ' جاہل پینڈو اور نہ جانے کیا کیا نام دیتے ہیں۔ اس طرح ہم انکا نہیں بلکہ اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

بہن! ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کیا میں اپنی والدہ کے پاس جاتے وقت بھی اجازت لیا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ہاں اجازت لیا کرو۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تو اپنی والدہ کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر بھی اجازت لئے بغیر نہ جاؤ۔ اس نے پھر عرض کیا' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں تو ہر وقت ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر بھی اجازت لئے بغیر گھر میں نہ جاؤ۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنی والدہ کو برہنہ دیکھو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسی لئے اجازت لینا چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ گھر میں کسی ضرورت سے ستر کھولے ہوئے ہو۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہونے لگتے تو دروازہ میں کھنکار کر پہلے اپنے آنے سے باخبر کرتے اور اچانک گھر داخل ہونا پسند نہ کرتے۔ احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس گھر میں اکیلی بیوی ہو وہاں بھی اطلاع کئے بغیر داخل نہ ہوا جائے ہوسکتا پڑوس سے کوئی عورت تمہارے گھر آئی ہو۔

بہن! جو دین یہ برداشت نہیں کرتا کہ سگی ماں کے پاس بلا اجازت جایا جائے' کیا وہ کسی کوڑا اٹھانے والے' سبزی والے' دودھ والے' بجلی' پانی اور گیس کے متعلقہ کاریگر' ڈرائیور یا کسی دوست کو اجازت دے گا کہ وہ بلا اجازت ہمارے گھروں میں داخل ہو کر اچانک ہماری ماں' بہن اور بیٹی کو اس حالت میں دیکھیں جسے وہ پسند نہیں کرتیں' بلکہ ہمارا دین یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص بلا اجازت کسی کے خط پر نگاہ ڈالے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکتا ہے۔ (ابوداؤد)

اچھی بہن! اسلام نے صرف کسی کے گھر بلا اجازت داخل ہونے پر پابندی نہیں لگائی بلکہ بلا اجازت کسی کے گھر جھانکنا بھی ممنوع قرار دے دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں باہر سے جھانکا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس وقت ایک تیر ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف اس طرح بڑھے جیسے اس کے پیٹ میں گھونپ دیں گے۔(ابوداؤد)

ایک اور حدیث میں مرشد اعظم جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو دوسروں کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے ان کیلئے جائز ہے کہ وہ اس کی آنکھ نکال دیں۔ (مسلم)

پیاری بہن! میں مانتی ہوں کہ حدیث کے الفاظ سخت ہیں مگر فکر کی کوئی بات نہیں' ان شاء اللہ آج کسی کی آنکھ نکالنے کی نوبت نہیں آئے گی۔اس لئے کہ جس کو جھانکنے پر آنکھ نکالی جاسکتی تھی وہ بی بی رانی سارا دن خود ہی باہر جھانک رہی ہوتی ہے اور اکثر گھر میں تشریف فرما نہیں ہوتیں اور باہر ہی ملاقات کا شرف بخش دیتی ہیں۔

بہن! اکثر بہن بھائی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پیر صاحب ہیں' بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں' یہ قاری صاحب ہیں یا یہ ہماری مسجد کے امام ہیں' انہیں اجازت لینے کی کیا ضرورت یا وہ خود بھی اجازت لینا گوارہ نہیں کرتے اور اپنی توہین سمجھتے ہیں۔بہن! کاش وہ اس واقعہ کی طرف تھوڑی سی توجہ فرمالیں۔ایک مرتبہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور دروازے کے باہر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی اور کہا! السلام علیکم۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اندر سے سلام کا جواب دیا مگر آہستہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سنیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ سلام کیا۔انہوں نے پھر آہستہ جواب دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار سلام کیا۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ سنتے رہے اور آہستہ جواب دیتے رہے' تین مرتبہ ایسا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس لوٹ گئے۔جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آواز نہیں آرہی تو گھر سے نکل کر پیچھے دوڑے اور کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے ہر مرتبہ آپ کی آواز سنی اور جواب بھی دیا مگر آہستہ دیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے میرے لئے زیادہ سے زیادہ دعائیہ کلمات نکلیں۔(مسند احمد)

بہن! یہ کسی مسجد کے امام کی نہیں بلکہ تمام نبیوں کے امام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنا رہی ہوں۔کاش! کوئی امتی اس بات پر غور کرے کہ دو جہانوں کے سردار دروازے کے باہر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔بہن! میں پوچھتی ہوں کیا ہمارے

پیر صاحب' قاری صاحب یا حاجی صاحب کا رتبہ (معاذ اللہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے؟ کیا ان کے دل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ صاف ہیں؟ کیا ان کی آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ پاک ہیں؟

بہن! میرے اللہ نے قرآن پاک میں عشرہ مبشرہ یعنی ان دس پاک ہستیوں کو جنہیں میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت سنائی اور جن سے راضی ہونے کا خود اللہ تعالیٰ نے سرٹیفکیٹ جاری کر دیا اور جن کی نیت کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر شک نہیں ہو سکتا۔ انہیں بھی میرے اللہ نے سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں خبردار کر دیا کہ ''اگر تمہیں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو اور یہ طریقہ تمہارے اور ان کے دلوں کیلئے پاکیزہ تر ہے''۔ بہن! کیا ہم ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے (معاذ اللہ) زیادہ تقویٰ والے ہیں اور کیا ہماری عورتوں کی نظریں (معاذ اللہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ پاک ہیں؟

بہن! اب میں اس بات کی طرف آتی ہوں کہ جب تم نے اپنی ماما سے ٹیوشن کی بات کی تو انہوں نے کہا کہ لڑکا بڑا نیک اور نمازی ہے۔ بہن! یہ بات ذرا غور سے سننا اور کاش! میری یہ بات ایک ایک مسلمان تک پہنچ سکے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ جو کہ اپنے دور کے بہت بڑے ولی اللہ تھے ان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی مرد کسی لڑکی کو پڑھا سکتا ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پڑھانے والا بایزید بسطامی رحمہ اللہ ہو اور پڑھنے والی رابعہ بصری رحمہا اللہ ہو۔ جس جگہ پڑھایا جا رہا ہے وہ بیت اللہ ہو اور جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے وہ کلام اللہ ہو۔ اس کی بھی اجازت نہیں۔ بہن! اب نہ کوئی مرد بایزید بسطامی کے پائے کا ولی ہے اور نہ کوئی بہن رابعہ بصری رحمہا اللہ جیسی پاکباز عورت ہے' پھر کیوں ہم اپنے ایمان کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟

بہن! یہ تو اولیاء اللہ کی بات تھی۔ میں تمہیں امام الاولیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سناتی ہوں۔ ایک دن ایک صحابیہ ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا جی چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ (طبرانی) بہن! غور

کرو کس قدر نیک جذبے اور شوق کے ساتھ درخواست کی ہوگی اور ذرا یہ بھی تصور کرو کہ کیا اس سے بڑھ کر کسی مسلمان مرد یا عورت کی خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ مسجد نبوی ہو اور امام خود امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ اللہ کی قسم! اس سے بڑھ کر کسی مسلمان کیلئے کوئی نعمت ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر محسن انسانیت جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا بی بی تیری سب سے افضل نماز وہ ہے جو تو اپنے گھر کے ایک گوشے (انتہائی خلوت) میں پڑھے۔

بہن! اب کیا کسی ٹیوٹر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی نوجوان لڑکی کو کئی گھنٹے ایک بند کمرے میں لے کر بیٹھا رہے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتا رہے یا کوئی داڑھی والا کسی جوان عورت کی کمر پر ہاتھ رکھ کر مزے سے بیٹھا ہونٹ ہلاتا رہے اور آدھے گھنٹے بعد اس کے گریبان میں پھونک مار دے؟ بلکہ ایک پیر صاحب اپنے پاس بیٹھی ایک خاتون کو پردے میں دیکھ کر جلال میں آگئے۔ کم بخت! پردہ اور میرے سامنے؟ نادان لڑکی! تمہیں دیکھوں گا نہیں تو قیامت کے روز تمہاری سفارش کیسے کروں گا؟

بہن! کاش مسلمان اس واقعہ کو ہی غور سے پڑھ لیں تو شاید کسی کا ضمیر جاگ اٹھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ اپنی رعایا کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے راتوں کو اٹھ کر گلیوں میں چکر لگایا کرتے تھے۔ ایک رات دوران گشت اچانک کسی گھر سے ایک عورت کے گانے کی آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں پڑی۔ انہوں نے غور سے سنا تو وہ عورت شعروں میں کسی لڑکے کے بالوں کی تعریف کر رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح اس لڑکے کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسے بلا بھیجا اور کہا تمہارے یہ بال چونکہ ہماری بہنوں اور بیٹیوں کیلئے فتنے کا باعث بن رہے ہیں اس لئے اب یہ بال تمہارے سر پر نہیں رہنے چاہئیں اور حکم دیا کہ اس لڑکے کی ٹنڈ کر دی جائے۔ کچھ عرصے بعد پتہ چلا کہ ابھی اس لڑکے کے نازنخرے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے شہر بدر کر دیا۔ بہن! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو بے حیائی پھیلنے کے ڈر سے شہر بدر کر دیا اور ہم عقل کے اتنے اندھے ہیں کہ ایسے لڑکوں کو اتنی بھاری رقم دے کر اپنے گھر بلاتے ہیں اور پھر اپنی معصوم سی بچیوں کو ان کے ساتھ کمرے میں بھیج کر دروازہ بند کر دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی بھوکے بھیڑیے اور مسکین سی بھیڑ کو ایک ساتھ بند کر دیا جائے۔ بہن! سوچو تو

سہی! اگر آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائیں تو کس کس کو شہر بدر کریں گے؟ اللہ کی قسم! ہماری حالت دیکھ کر مجھے یقین ہے کہ وہ خود ہی شہر چھوڑ جائیں گے۔

بہن! یہ بات نہیں کہ ہم لوگ اس قباحت کے دنیوی اور اخروی انجام سے واقف نہیں۔ ہاں! کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں تو علیحدہ بات ہے۔ آج گلی گلی بلکہ پورے ملک میں ایسے ایسے گھناؤنے واقعات سامنے آرہے ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان میں سے بھی نوے فیصد وہ ہیں جو منظر عام پر نہیں آتے۔ ابھی پچھلے دنوں تمام اخبارات میں چھپنے والے ایک سکینڈل سے کون واقف نہ ہوگا۔ اس لڑکی اور لڑکے نے کیا کچھ نہیں کیا؟ بوڑھے والدین کو دنیا بھر میں ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیا۔ اکثر حضرات نے اس واقعہ کی آڑ میں اپنے دل کی بھڑاس اس طرح نکالی کہ داڑھی والوں اور دیندار لوگوں پر خوب لعن طعن کی بلکہ ایک مخصوص گروہ نے ہمارے مذہب کو بہت زیادہ بدنام کرنے کی کوشش کی۔ بہن! اس سارے معاملے کا آغاز بھی ٹیوشن سے ہوا اور پھر بہت دور نکل گیا۔

ایک پروفیسر صاحب کے پاس بی اے کی ایک طالبہ ٹیوشن پڑھنے آتی رہی جوان کی بیٹی کی کلاس فیلو تھی۔ پروفیسر صاحب اندر کھاتے نہ جانے کیا چکر چلاتے رہے اور بالآخر اس طالبہ سے شادی رچالی۔ جگہ جگہ اس بات کے تذکرے شروع ہو گئے یہاں تک کہ لوگوں کے طعنوں سے تنگ آکر پروفیسر صاحب کی بیٹی نے خودکشی کر لی۔

ایک گھر میں ایک سادہ سا نمازی لڑکا ایک لڑکی کو پڑھانے آتا رہا۔ ماں باپ کی لاپرواہی سے انکا تعلق بڑھتا گیا اور ایک دن اچانک دونوں گھر سے غائب ہو گئے۔ لڑکی کے بھائیوں کو پتہ چلا تو انہوں نے طیش میں آکر لڑکے کے گھر کو آگ لگا دی۔ محلے داروں کی مداخلت سے گھر والوں نے بمشکل اپنی جان بچائی۔ انہوں نے لڑکے کی بہنوں کے ساتھ بہت زیادتی کی۔ بعد میں لڑکی اور لڑکے کا حشر تو سب نے دیکھا مگر دونوں کے والدین کی اتنی رسوائی ہوئی کہ ان کا گھر سے نکلنا محال ہو گیا۔

بہن! اس قباحت میں جو بات سب سے زیادہ مہلک اور خطرناک ترین ہے وہ یہ کہ ہماری اولاد تو ایسی ہو ہی نہیں سکتی، ہمیں اس کی نگرانی کی کیا ضرورت؟ یہ تو بڑے بھولے بے ضرر معصوم اور فرشتہ سیرت بچے ہیں۔ انہیں تو کسی بات کا علم ہی نہیں بلکہ یہ میری بیٹی یا بیٹا تو

اللہ میاں کی گائے ہے مگر جب اچانک وہی گائے زوردار ٹکر مارتی ہے تو پھر ان کی آنکھیں کھلتی ہیں اور عمر بھر ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں اور پھر یہی معصوم لڑکے جب کسی جگہ اکٹھے ہوں تو ان کی گفتگو کا محور صرف اور صرف یہی ہوتا ہے کہ کون کیسی ہے اور کس طرح ہے؟ یعنی ہر لڑکی کا نام لے کر اس کی ایک ایک ادا کے بارے میں بڑی فحش اور گھٹیا گفتگو کرتے ہیں بلکہ ایک لڑکا دوسرے کو بڑی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے کاش! تم میرے لئے فلاں گھر میں ٹیوشن کا بندوبست کردو۔ میں اپنی جیب سے ایک ہزار روپیہ ماہانہ ادا کروں گا۔

بہن! یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ ایسے مرد کبھی بھی شادی کے خواہش مند نہیں ہوتے بلکہ ان کی نظر میں عورت کی حیثیت ایک کھلونے جیسی ہوتی ہے اور پھر اس طرح کے تعلق کے بعد اگر شادی ہو بھی جائے تو ساری عمر بے یقینی اور شکوک وشبہات میں گزر جاتی ہے۔ اس مرد کو ہر وقت ایک ہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ جو لڑکی ایک اشارے پر اپنا گھر چھوڑ سکتی ہے۔ اپنے گھر والوں سے خیانت کر سکتی ہے وہ کسی وقت مجھے بھی دھوکہ دے سکتی ہے۔ پھر ساری عمر خاوند کی نظر میں اس عورت کا اعتبار نہیں بنتا حتیٰ کہ اگر بیوی کے باپ کا فون بھی آئے تو خاوند سارا دن یہی سوچتا رہتا ہے کہ نہ جانے کس سے فون پر بات کر رہی تھی اور اکثر نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

میری بہن! میں معذرت خواہ ہوں کہ تمہارا بہت سا قیمتی وقت لیا اور چائے بھی اسی طرح پڑی رہی۔ دیکھو! اگر زیادہ ٹھنڈی ہوگئی ہو تو ابھی گرم کروائے دیتی ہوں۔ اللہ کی بندی! تم نے چمچ ہلائے بغیر ہی گھونٹ بھر لیا' چینی تو ساری نیچے بیٹھی رہی۔ (چمچ ہلانے کے بعد) دیکھا ناں! اب مٹھاس سارے کپ میں پھیل گئی۔ بہن! اللہ کی قسم یہی مثال مسلمانوں کی ہے کہ ایمان سب کے اندر موجود ہے' بس ذرا ہلانے کی دیر ہے۔ اللہ کے فضل سے ایمان کی مٹھاس اسی وقت سارے جسم میں پھیل جائے گی۔ جب یہ مٹھاس آنکھوں میں آئے گی تو ان میں حیا پیدا ہوگی پھر ہر لڑکی اپنی بہن یا بیٹی نظر آئے گی۔ جب یہ مٹھاس کانوں میں پہنچے گی تو ہر قسم کی لغویات کیلئے پردہ ہوگی' جب ہاتھوں میں آئے گی تو ان سے کسی پر ظلم نہیں ہوگا بلکہ یہ ہاتھ جب بھی اٹھیں گے ظالم کے خلاف ہی اٹھیں گے۔ جب پاؤں میں آئے گی تو ایک قدم بھی کسی ناجائز اور حرام کام کی طرف نہیں اٹھے گا۔ اللہ کی قسم! میرا ایمان ہے کہ مسلمان کا ضمیر مردہ نہیں ہوتا' ہاں! سویا ہوا ضرور ہے' جو اللہ نے چاہا تو میری اس تحریر سے ضرور بیدار ہوگا۔

مریم بہن! اللہ کی قسم تمہاری باتیں سن کر بہت پچھتا رہی ہوں' کاش! اس حماقت سے پہلے چند دن تمہاری صحبت میں گزارے ہوتے تو آج یہ نوبت نہ آتی اور سچ پوچھو تو جان بوجھ کر تمہارے پاس نہ بیٹھتی کہ نماز اور پردے کی باتیں ہی سننی ہیں۔ بہن! اب میرا کیا بنے گا (دوپٹے سے آنسو پونچھتے ہوئے) کیا میرا اللہ مجھے معاف کر دے گا؟

ہاں بہن ہاں! اللہ تمہیں ضرور معاف کرے گا صرف ایک دفعہ سچی توبہ کر لو اور پختہ ارادہ کر لو کہ آئندہ کسی گناہ کے قریب نہیں پھٹکو گی۔ اگر میری بات پہ یقین نہ آئے تو سورۃ زمر کی آیت نمبر ۵۳ گھر جا کر پڑھ لینا جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ساری دنیا اور اسؓ کی ہر چیز ملنے سے مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی۔ (مسند احمد)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا' تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' بے شک اللہ تمہارے سارے گناہ معاف کر دے گا بے شک وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مریم بہن! اللہ تمہیں خوش وخرم رکھے' اللہ تمہارے علم میں برکت دے اور تمہارا یہ پیغام پوری دنیا میں پھیلا دے تاکہ لوگ قرآن وسنت کے مطابق اپنے بچوں کی بہتر نگرانی اور تربیت کر سکیں آمین۔ (محترم سلیم رؤف صاحب کے رسالہ سے ماخوذ)

اے خواتین اسلام اگر آپ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد اپنی طرز زندگی پر غور وفکر کرنے پر آمادہ ہیں تو شکر ادا کرتے ہوئے پردہ کا اہتمام شروع کر دیں اور اپنے گھر اور محلہ کی بے پردہ عورتوں تک اس رسالہ کو پہنچا کر ڈھیروں ثواب حاصل کریں۔ ہوسکتا ہے ہماری اس معمولی کاوش معاشرہ کی بے راہ روی کو کسی حد تک روک سکے۔

ماڈرن خواتین پردہ کیوں نہیں کرتیں؟

سب سے پہلے تو یہ کہ وہ اس معاملے میں مغرب کی تقلید کا شکار ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ ان کا اپنا دین ان کو کس بات کی ترغیب دے رہا ہے۔ وہ اندھا دھند مغرب کے جال میں پھنستی جا رہی ہیں۔ اللہ نے بنیادی طور پر عورت کے اندر حیا ڈال رکھی ہے لیکن شیطان یعنی مغرب کا کمال ہے کہ اس نے عورت کو اس کی حیاء بھی بھلا دی اور اس کے دین کی

تعلیمات بھی، سو مسلمان عورت بے پردہ و بے حیاء ہو کر یہ محسوس کرنے لگی ہے کہ وہ بھی آخر کار ماڈرن بن ہی گئی۔ اس کی فطری حیاء اس کو اس کے اندر کچوکے لگاتی ہے لیکن وہ جدیدیت کے خوشنما لباس کو اتارنا پسند نہیں کرتی۔ آخر کار اس کو بے حیائی جیسے گناہ میں لذت محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے اور اسی لذت کے احساس کو پانے کے لیے وہ کپڑے پہن کے بھی برہنہ نظر آنے لگتی ہے۔ جب مردوں کی گندی اور غلیظ نظریں اس کے بے پردہ جسم پر پڑتی ہیں تو وہ لطف کی وادیوں کی سیر کرنے لگتی ہے اور سمجھتی ہے کہ وہ دنیا کی حسین ترین عورت ہے حالانکہ بدنظر مردوں کا کام تو بدنظری ہے چاہے سامنے کالی بھجنگ عورت ہو یا کوئی اور! اور کچھ بدنظر تو بدنظری میں اس قدر مہارت حاصل کر لیتے ہیں کہ باپردہ خاتون کے پوشیدہ جسم سے بھی مزے لیتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ قرب قیامت کی نشانی ہے۔ کسی کو ترغیب دی جائے تو کہنے لگتی ہیں کہ اصل پردہ تو دل کا ہوتا ہے، دل صاف ہونا چاہیے، اپنا اندر اچھا ہو تو مردوں کی بدنظری اور ہوس کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یہ بہت احمقانہ، جاہلانہ اور بے وقوفانہ بات ہے۔ اگر دل ہی کو صاف رکھنا کافی ہوتا تو پردے کے بارے میں خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے واضح احکام اور ان کی تشریح کیوں دیتے۔ پھر اُمہات المؤمنین کے دل (نعوذ باللہ) کیا پراگندہ تھے کہ ان کو جس کی وجہ سے، پردہ کرنا پڑا!!!!

میرے خیال میں تین ہی عورتیں ایسی بات کر سکتی ہیں ایک وہ جو بے پردگی میں لذت رکھتی ہو اور اسے چھپانے کے لیے اپنی نگاہ میں بڑے فلسفے پیش کر رہی ہو۔ دوسری وہ جو دین کے بارے میں شدید لاعلمی کا شکار اور تیسری وہ جو پردہ کرے لیکن اپنے آپ کو دوسری جدیدیت کی ماری خواتین کے سامنے کمتر محسوس کرتی ہو۔ چنانچہ اس احساس کمتری کو چھپانے کے لیے ایسی احمقانہ باتیں کہتی ہو۔ یہ تیسری خاتون تو قابل حیرت ہے کہ اپنے دین پر عمل کر کے بھی احساس کمتری کا شکار ہے۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ خدائے عظیم نے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ کرنے کی کتنی تاکید کی ہے؟ کیا اس کو معلوم نہیں کہ اس کا مذہب اسلام کتنا بڑا اور سچا مذہب ہے؟ پھر وہ اپنے مذہب پر عمل کرنے سے کیوں کتراتی ہے؟ کیا اس لیے کہ لوگ اس کو پینڈو (وغیرہ) کہیں گے؟ تو ایسی عورت کو یہ جان لینا چاہیے کہ سچائی کو بولنے اور اس پر عمل کرنے میں عظمت ہے۔

اسلام مذہب صادق ہے تو اس پر عمل کرنے میں عظمت کیوں نہ ہوگی۔ جہاں تک جدیدیت اور جدیدیت کے دیئے ہوئے القابات کا سوال ہے تو آج کل کی اس جدیدیت کے اثرات اور ثمرات پر ذرا نظر ڈالئے۔ اتنی گندی اور غلیظ جدیدیت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے پہلے بھی ہوگی۔ یقیناً ہوگی۔ تو آج کل کا زمانہ جاہلیت کا زمانہ ہے اور جس طرح سے زمانہ جاہلیت کے لوگ اسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے انسانیت کی بلندیوں تک پہنچے اسی طرح ہم بھی اسلام ہی پر عمل کر کے عظمتوں کی منازل طے کر سکتے ہیں اور یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ بے پردگی اور بے حیائی سے جدیدیت یا اصل جدیدیت قائم ہو بلکہ قدیمیت ہے انسان پستی میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ کیچڑ کو آسمان سمجھ رہا ہے۔

کچھ خواتین پردہ نہ کرنے کا یہ عذر پیش کرتی ہیں کہ انہیں اس معاملے میں رشتہ داروں کی حمایت حاصل نہیں۔ میری ایک بات سنئے' اگر آپ کے رشتہ دار آپ کو روزِ قیامت جنت میں جانے سے روکیں گے تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا۔ یہی کہ آپ ضرور ضرور جنت میں جائیں گی اور ان کی نادان بات کو بالکل بھی نہیں سنیں گی۔ اسی طرح اس دنیا میں بھی آپ کے رشتہ دار آپ کو دین پر عمل کرنے سے روک رہے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ دین اسلام ہی پر عمل کر کے آپ خدا کی رضا اور خوشی اور جنت الفردوس میں مقام پائیں گی۔ تو آپ کو ان سے ڈرنے اور جھکنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سکون سے اپنے دین پر عملی قدم رکھئے۔ باحیاء اور باپردہ بنئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی مشتاق رہیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد ضرور کرے گا۔ اگر آپ ہر قسم کے طعنوں کو پیچھے ہٹا کر باپردہ بن کر رہیں۔

کچھ خواتین موسم گرما میں دوپٹے اوڑھتی ہیں جبکہ موسم سرما میں موٹی چادریں۔ نام یہ ہوتا ہے کہ حجاب اوڑھ رہی ہیں' بس ذرا موسم گرما میں گرمی محسوس ہوتی ہے تو بڑا حجاب چھوڑ کر بے پردہ ہو جاتی ہیں۔ یعنی توہین حجاب کی جاری ہے' ایسی خواتین سے گزارش ہے کہ براہِ کرم یہ روش چھوڑ دیجئے۔ مسلمان خاتون کی یہ شان نہیں ہوا کرتی ہے اور پھر بے حیائی کی ٹھنڈک سے پردے کی گرمائش بہتر ہے۔

اللہ پاک ہمیں حیا و غیرت جیسی صفات سے مالا مال فرمائیں کہ اسی میں ہماری عزت ہے۔

باب دہم

دور جدید میں بچیوں اور خواتین کی خدمت میں اہم گزارشات

ہفت روزہ ''خواتین کا اسلام'' سے منتخب مفید عام مضامین
جو موجودہ دور کی خواتین کے گھروں کی آبادکاری میں
بہت نافع ہے۔

دُنیاوی تعلیم حاصل کیجئے.....لیکن!

اللہ تعالیٰ نے علم جیسی نعمت کا حصول ہر مرد و عورت پر فرض کیا ہے۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص حدود کار میں رہتے ہوئے دنیاوی علوم وفنون کے سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ دینی علم کے بغیر دنیاوی علوم کی بڑی سے بڑی ڈگری بے کار ہے۔ اگر دینی اور دنیاوی علوم دونوں ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں عام طور سے مردوں کے لیے دینی و دنیاوی علوم سیکھنا بنسبت عورتوں کے آسان ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی بے جا ہوگا کہ عورتوں کے لیے حصول علم ناممکن ہے۔ دینی علوم کی جہاں تک بات ہے تو واقعی اس کی بے حد اہمیت ہے مگر جب دنیاوی علوم کی بات آتی ہے تو۔

جیسا کہ مذکورہ مضمون میں بنت عبداللہ صاحبہ نے دنیاوی علوم پر کڑی تنقید کی ہے۔ ساتھ ہی سکول، کالج، یونیورسٹیوں کو فحاشی کا اڈہ بتایا ہے۔ میں ان کی بات کو جھٹلا نہیں رہی ہوں بلکہ اس بات کی تصحیح کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ ہمارے ملک میں صرف عورتوں کے لیے بھی سکول، کالج ہیں جہاں پر اساتذہ و شاگرد دونوں خواتین ہوتی ہیں۔ ایسے سکول و کالج میں لڑکیاں ماشاء اللہ باپردہ ہو کر آتی ہیں۔ سکول کالج میں بھی کسی قسم کی غیر اخلاقی حرکت سامنے نہیں آتی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کچھ خواتین کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ میں ان کو دنیاوی تعلیم کی طرف راغب کر رہی ہوں، وہ مجھے فرنگی یا مشنری سمجھ رہی ہوں۔ لیکن معاذ اللہ ایسا ہرگز نہیں ہے، میں آپ کو صرف اور صرف یہ باور کرانا چاہ رہی ہوں کہ آج کا زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے۔ میں آپ کو مغربی روشن خیالی کی دعوت نہیں دے رہی ہوں بلکہ میں آپ کو ''اسلامی روشن خیالی'' کی دعوت دے رہی ہوں۔ جی ہاں اسلامی روشن خیالی جو ہمارے دین، روایات، رسم و رواج، تہذیب و تمدن پر مبنی ہو جو مغرب اور اس کی جھوٹی تہذیب کے منہ پر طمانچہ نہیں بلکہ مُکا ہو۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی روشن خیالی کیسے لائی جائے؟ اس ضمن میں

مسلم عورتوں کا کیا کردار ہو؟ کیا دنیاوی تعلیم ان کے لیے فائدہ مند ہوگی؟ ہمارے معاشرے میں دینی و دنیاوی تعلیم کو الگ الگ کر کے بڑی شدومد کے ساتھ ایک دوسرے پر تنقید کی جارہی ہے حالانکہ دونوں قسم کے علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

میں آج آپ کو درمیانی راہ دکھاؤں گی جو نہ تو دنیا میں آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی بلکہ ان شاء اللہ آپ کی آخرت بھی خسارے سے پاک رہے گی۔ میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ ایسی لڑکیوں کی تعداد ۲۰ فیصد بھی نہیں ہے جو دین سے بھی واقف ہوں شرعی پردہ بھی کریں سنت پر بھی عمل پیرا ہوں اور پھر دنیاوی علوم میں بھی ماہر ہوں۔ میں آپ کو اپنی مثال دیتی ہوں میں نہ صرف اپنی جماعت دہم میں بلکہ پورے سکول میں واحد لڑکی تھی جو شرعی پردہ کرتی تھی۔ (الحمدللہ) میں کوئی فخر یا غرور نہیں کر رہی ہوں بلکہ مسلم معاشرے کا اصل چہرہ دکھا رہی ہوں۔ اس ضمن میں میں صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ مسلمان لڑکیاں شرعی پردہ کریں، اسلام کو اپنی رگ رگ میں بسالیں اور ان لوگوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں جو کہتے ہیں "پردہ عورتوں کی تعلیم میں رکاوٹ ہے۔" جی ہاں اس جھوٹے الزام سے بری ہونے کا واحد حل یہ ہے کہ باپردہ لڑکیاں سکولوں، کالجوں میں پڑھیں۔ ایسے سکول، کالج موجود ہوتے ہیں جو صرف لڑکیوں کے لیے ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب تک لڑکیاں ڈاکٹر نہیں بنیں گی، مسلمان باپردہ خواتین کو مجبوراً مردوں سے علاج کروانا پڑے گا۔ ہمارے ملک میں عورتوں کے لیے کراچی جیسے بڑے شہر میں بھی میڈیکل کالج موجود نہیں۔ صرف لاہور میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج برائے خواتین ہے، اس وجہ سے مجبوراً لڑکیوں کو مخلوط نظام تعلیم میں پڑھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اکثر بڑے عہدوں پر مرد ہوتے ہیں (چاہے تعلیمی ادارہ ہو یا سماجی) عورتوں کا بالواسطہ رابطہ عموماً مردوں سے پڑتا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ لڑکیاں مادر پدر آزاد ہو جائیں، گھرداری چھوڑ کر باہر کے عہدوں پر فائز ہو جائیں بلکہ میرا کہنا یہ ہے کہ پڑھی لکھی مسلمان عورتیں کہاں سے آئیں گی؟ مجبوراً عورتوں کو خصوصاً دیندار عورتوں کو دنیاوی تعلیم حاصل کرنی پڑے گی۔ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے، جب سکول، کالج کی سطح پر لڑکیاں ہوں تو وہ ساتھ والیوں کو بھی پردے اور دینی احکامات کی ترغیب دے سکتی ہیں، لوگ اپنے جیسوں کا اثر جلد قبول کر لیتے ہیں۔ اسی طرح جب عورت تعلیم یافتہ

ہوگی تو وہ دوسری مسلم لڑکیوں کو بھی دنیاوی علوم سے بہرہ مند کر سکے گی۔ پھر پڑھی لکھی مسلمان عورتوں سے جو معاشرہ تشکیل پائے گا وہ زیادہ کارآمد ہوگا۔ ایسے اداروں کا قیام ضروری ہے جو عورتوں کو دینی اور دنیاوی علوم کی یکساں تعلیم دے سکیں۔

یاد رکھیے! کوئی بھی چیز بذاتِ خود بری نہیں ہوتی بلکہ ہمارا طریقہ استعمال اسے برا بنادیتا ہے۔ اسی طرح دنیاوی تعلیم نہ تو عورتوں کے لیے بری ہے نہ نقصان دہ۔ نہ اس سے جدید روشن خیالی پیدا ہوتی ہے اور نہ فحاشی۔ ہاں اگر یہ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے حاصل کی جائے۔ شریعت پر عمل کرتے ہوئے ایک پڑھی لکھی دیندار عورت نہ صرف گھرداری بہتر طریقے سے کرسکتی ہے بلکہ وہ یہود و نصاریٰ کی عورتوں کو بھی اسلام کی طرف راغب کرسکتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی مسلمان بہنوں کے لیے بھی نمونہ بن سکتی ہے۔ جو یہ سمجھتی ہیں کہ "دین رکاوٹ دنیا کیلئے ہے" غرض یہ کہ ہم دین و دنیا کو ساتھ لے کر چل سکتے ہیں اور ان شاء اللہ چلیں گے آیئے ہم مل کر پہلا قدم اُٹھاتے ہیں۔ ان شاء اللہ ہمیں ہم خیال لوگ ملتے رہیں گے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر ہمسفر ملتے گئے کارواں بنتا گیا

مستحکم خاندان کی تعمیر کیسے ہو؟

آپ کا گھر ایک سلطنت ہے آپ گھر کے "سربراہ" ہیں یا خاتون خانہ ہونے کے ناطے "ملکہ محترمہ" ہر دو صورتوں میں آپ اپنی سلطنت کے بارے میں جواب دہ ہیں' آپ جس چار دیواری میں رہتے ہیں عرف میں اسے گھر کہا جاتا ہے اور جو لوگ اس چار دیواری کے اندر رہتے ہیں ان کی اجتماعی حیثیت کو "خاندان" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ والدین خاندان کی تشکیل و تکمیل' حقوق و فرائض میں توازن رکھنے اور آپس کے مراتب کی حفاظت کرنے کے ذمے دار ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے

جوڑا بنایا اوران دونوں سے بہت سے مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس معبود واللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کرتم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہواور رشتہ وقرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگہبانی کررہا ہے۔'' (النساء:۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ امیر حاکم ہے (حکمران) مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے' عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد پر نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔'' (بخاری)

درج بالا آیت اور حدیث سے واضح ہوا کہ (۱) عائلی زندگی میں تقویٰ اختیار کیا جائے۔ (۲) آپس کے تعلقات کو قائم اور مستحکم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ (۳) میاں بیوی دونوں اپنے گھر کے نگران ہیں اوران سے اس نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (۴) چوتھی بات یہ بھی معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہر ہر عمل کو دیکھ رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ گھریلو معاملات میں کون زیادتی کرتا ہے اور کون عدل وانصاف سے کام لے کر خاندان کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔ زیادتی کرنے والے کو سزا اور عدل کرنے والے کو جزا ضرور ملے گی۔

خاندان کو بنانے' تعمیر کرنے اور برقرار رکھنے کے لیے ایک خاص ماحول کی ضرورت ہے' ایسا ماحول جس میں خوف خدا' ایمان وتقویٰ' محبت رسول' دین پر عمل پیرا ہونے کا سچا جذبہ موجود ہو' ایسا ماحول جس میں فسق وفجور اور اللہ ورسول سے بغاوت کے جراثیم موجود نہ ہوں' اپنے گھروں میں ایسا ماحول پیدا کرنے کے لیے چند نمایاں اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱)......گھر کی صفائی کیجئے

اس صفائی سے مراد دھول مٹی کی صفائی نہیں۔ اگرچہ ایک صاحب ایمان کا گھر اس لحاظ سے نظیف ونفیس ہوتا ہے لیکن یہ دوسری قسم کی صفائی ہے' یہ صفائی منکرات' رسوم و رواج' فحش باتوں اور بے ہودہ رسائل وجرائد کی ہے۔ اولاً اپنے گھروں میں دیکھئے کہ کہیں شیطانی ڈبہ تو موجود نہیں جسے عرف میں ''ٹی وی'' کہتے ہیں۔ یقین رکھئے کہ آپ کے گھر میں اگر یہ منحوس چیز موجود ہے تو بھلے آپ خود کو کتنی ہی طفل تسلیاں دے لیں کہ ہم

اس کے ذریعے صرف مذہبی پروگرام دیکھتے ہیں یا خبریں وغیرہ سنتے ہیں لیکن آپ کی تمام تر احتیاطوں کے باوجود یہ ضرور آپ کو ڈسے گا۔ ٹی وی نجاست وغلاظت کا پٹارہ ہے یہ ہمارے عقائد کو بگاڑ رہا ہے‘ ہمارے اعمال کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے جن گھروں میں یہ وبائی ڈبہ موجود ہے وہاں سے رحمت الٰہی رخصت ہو چکی ہے اس لیے پہلی فرصت میں اس سے چھٹکارا حاصل کیجئے۔ دوسرے نمبر پر دیکھئے کہ گھر میں تصاویر تو موجود نہیں؟ اگر تصاویر ہیں تو انہیں تلف کر دیجئے تا کہ رحمت کے فرشتوں کی آمد میں رکاوٹ نہ ہو۔ اپنی الماریوں اور شیلفوں کا جائزہ لیجئے کہیں فسق وفجور پر مبنی عشقیہ شاعری تو نہیں پڑی‘ بیہودہ ناول اور تصویری رسالے تو نہیں رکھے ہوئے؟ باطل مذاہب کی کتابیں تو موجود نہیں؟ یہ سب ہیں تو انہیں بھی گھر بدر کیجئے‘ اس کے علاوہ جائزہ لیں کہ گھر کے اندر دیگر کیا کیا منکرات ہو رہے ہیں؟ شرعی پردے سے بے پروائی تو نہیں؟ بدعات کی خرافات تو نہیں؟ خوشی اور غمی کے موقع پر غیر شرعی رسم ورواج کی پابندی تو نہیں کی جاتی؟ اگر ان چیزوں میں سے کچھ ہے تو ان سے بھی چھٹکارا حاصل کیجئے۔ اس طرح آپ پہلے گھر کو صاف ستھرا کر کے ماحول کو دینی اعمال کے لیے قابل قبول بنائیں تا کہ کل جب آپ اپنے گھر والوں کو دینی احکام کی تلقین کریں تو انہیں روبہ عمل لانے میں کوئی رکاوٹ موجود نہ ہو۔

(۲)......تعلیم کا آغاز کیجئے

اپنے گھر میں ایک وقت مقرر کیجئے‘ کم از کم آدھا گھنٹہ‘ جب تمام افراد خانہ موجود ہوتے ہوں‘ ایسے وقت تمام لوگ ایک جگہ بیٹھ کر اجتماعی تعلیم کا اہتمام کریں۔ آپ کا کسی شیخ سے تعلق ہے تو ان کے مطبوعہ مواعظ پڑھئے‘ اکابر علماء کی کتابوں کا انتخاب کر کے ان کے مختلف ابواب سے پڑھ کر سنایئے‘ قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب پڑھ کر سنایئے۔ اس وقت اپنے بچوں کو صحابہ وصحابیات‘ تابعین‘ وتابعات اور تاریخ اسلام کے خاص واقعات کے بارے میں بتایئے‘ دینی مسائل کی کوئی مستند کتاب پڑھئے تا کہ آپ کی اولاد دینی مسائل سے آگاہ ہو سکے۔ مسنون دُعائیں اور چھوٹی سورتیں اپنے بچوں کو یاد کرایئے۔ اس کے لیے بہترین وقت

عشاء کی نماز کے بعد کا ہے۔ جب تمام لوگ اپنی اپنی ضروریات سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی اجتماعی تعلیم کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تمام گھر والوں کو اکٹھا مل بیٹھنا نصیب ہوگا' گھر کے افراد میں سے کسی کا کوئی مسئلہ ہے تو علم میں آ جائے گا' کسی بات پر اجتماعی مشورہ درکار ہے تو وہ اسی موقع پر ہو جائے گا۔ اس طرح ایک گھر کی چار دیواری کے اندر محبت واخوت اور دلی ہمدردی کا بے مثال جذبہ پروان چڑھے گا۔

(۳)...... دینی کتب کی لائبریری بنائیے

اپنے گھر کے اندر دینی کتب و رسائل کی لائبریری بنائیے جس میں قرآن مجید کی منتخب تفاسیر' احادیث کی کتب' سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' دینی احکام' تاریخ اسلام' جہاد اور مجاہدین' ادبی معلومات' فرق باطلہ کے رد' عیسائیت و یہودیت کی خفیہ وعلانیہ سازشوں کے متعلق کتب و رسائل رکھے جائیں۔ نیز اکابر علماء کے مواعظ' معاشرتی آداب اور ادعیہ ماثورہ کی کتابیں بھی رکھی جائیں تاکہ افراد خانہ وقتاً فوقتاً ان کا مطالعہ کرتے رہیں۔

(۴)...... دینی احکام کی پابندی کرائیں

آپ پر گھر کے سربراہ ہونے کے ناطے لازمی ہے کہ اپنے متعلقین کو دینی احکام کی پابندی کروائیں۔ شوہر بیوی کو' بیوی بچوں کو' غرض ایک دوسرے کو دینی احکام کی تلقین کریں' تواصی بالحق پر عمل کریں' سمجھ لیں کہ آج اگر آپ نے اس سلسلے میں کوتاہی کی تو قیامت کے روز باز پرس ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے:

"اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی ہو جائے اور جب دس کو پہنچ جائیں تو (نہ پڑھنے پر) اسے مارو اور اس عمر میں ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دو۔" (ابوداؤد)

اپنے گھر والوں کو کھانے پینے' اٹھنے بیٹھنے' بات چیت کرنے' مہمانوں کی مہمان نوازی' ملنے والوں سے تعلق کے آداب سکھائیں۔ باپ پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایمانی' اخلاقی' جسمانی' عقلی اور معاشرتی تربیت کرے تاکہ وہ معاشرے کا بہترین فرد بن سکے۔

(۵)......ضبط وتحمل کا رویہ پیدا کریں

جس چار دیواری میں کچھ افراد رہتے ہوں وہاں کسی سے خلاف طبع بات سرزد ہو جانا' آپس میں ناراضی یا تو تکار ہو جانا انہونی بات نہیں' ایسے موقع پر آپ کا امتحان ہے۔ دیکھئے کہ غلطی کس کی ہے اور کتنی ہے' اس غلطی پر کس طرح کی تادیب ضروری ہے؟ ایسا مت کیجئے کہ ادھر بچے کی شکایت آئی اُدھر چٹاخ پٹاخ دھنائی ہو گئی۔ اسی طرح میاں بیوی کی آپس میں ناراضگی ہو سکتی ہے' کسی مسئلے پر اختلاف رائے پیدا ہو سکتا ہے۔ خیال رکھئے کہ آپ کا اختلاف بچوں کی سماعت تک نہ پہنچے' آپ کی باہمی چپقلش کا اولاد پر بہت برا اثر پڑ سکتا ہے۔ اختلاف رائے کی صورت میں آپ دونوں کو کیا کردار ادا کرنا ہے اس بارے میں دینی تعلیمات جاننے کی کوشش کریں۔ طنز' لالچ' حسد' خوف یا دباؤ کو اپنے رویے کا حصہ نہ بننے دیں۔ رواداری اور تحمل میاں بیوی کے لیے انتہائی لازمی ہے' کبھی ناگوار بات پیش آ جائے تو فوری ردعمل دینے کی کوشش نہ کریں۔ ایسی بات یا حرکت سے اجتناب کریں جس سے دوسرے کو بدگمانی' شک یا وہم ہو سکے۔

ایک خاتون جس نے اپنے ہاتھوں سے گھر اجاڑ لیا

انا پرستی کے بت کی پوجا کا انجام...... جس نے سینکڑوں گھر اُجاڑ دیئے ہیں

ایک خاتون لکھتی ہے کہ میں ۳۵ سال سے لندن کے پاکستانی اکثریت والے علاقے میں رہ رہی ہوں۔ میرے تین بچے ہیں' خاوند بھی ہے لیکن میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ میری کہانی کچھ اس طرح ہے کہ میرے ماں باپ ۶۰ کی دہائی میں برطانیہ آئے تھے۔ میں یہیں پیدا ہوئی' سکول کے بعد ۲ سال کالج بھی گئی' گھر کا ماحول قدرے مشرقی اور مذہبی تھا اور کچھ اپنے لوگوں کی آبادی کے سبب بھی گھر میں مشرقی خاندانی ماحول تھا جس میں بچوں کی زندگی کا فیصلہ اکثر بڑے کرتے ہیں۔ میرے ماں باپ نے دیگر پاکستانی فیملیوں کی طرح میرا رشتہ پاکستان میں میرے کزن سے طے کر دیا۔ لڑکا B.A پڑھا اور مہذب تھا۔ ہم پاکستان گئے وہاں میری شادی انجام پائی' خوشی کے وہ دن آناً فاناً گزر گئے۔ خاوند یا بیوی کا ویزہ اس وقت بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ ضروری کاغذات کے بعد میرے خاوند کا ویزہ لگ گیا۔ خاوند لندن پہنچ گیا' ایک ہفتہ سیر و تفریح اور جاننے والے گھروں میں میل ملاپ کے بعد میرے خاوند نے ایک فیکٹری میں جاب شروع کر دی۔ اتوار کے روز ہم کہیں باہر گھوم آتے' میں خوش تھی کہ میرا خاوند بات سننے والا سمجھ دار تھا۔ ہوا یوں کہ وہ ایک دن کام پر جانے سے لیٹ ہو گیا تو میری ماں نے قدرے نامناسب لہجے میں اسے ڈانٹا بلکہ کئی ایسی باتیں کہہ ڈالیں جن کا تعلق اس تاخیر سے نہ تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا آنٹی جی ۳ ماہ میں پہلی بار آج مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔ بات آئی گئی ہو گئی لیکن میری والدہ نے (اللہ اسے جنت میں جگہ دے) مجھے کہنا شروع کیا کہ اسے کھینچ کے رکھنا' چونچلے کرے گی تو خود بھگتے گی' امی کے مسلسل ایسی باتیں کہنے سے میرے دل میں خاوند کی قدر اور تعلق آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو گیا۔ گاڑی چلتی رہی' اللہ نے تین بچے دیئے' ۲ بیٹے ایک بیٹی۔ خاوند دن بھر کام سے تھکا آتا میرا جی چاہتا تو اس سے اچھے طریقے سے بولتی' نہ چاہتی تو اکثر اُلٹا جواب دیتی۔ ۵ سال گاڑی ایسے ہی

چلتی رہی اور تلخی بڑھتی رہی۔ میرے نامناسب رویے پر وہ اکثر خاموش ہو جاتا یا صرف اتنا کہتا "میں اتنا حقیر نہیں ہوں جتنا تو خیال کرتی ہے" میں پھر کچھ اور کہہ جاتی مگر وہ خاموشی سے سنتا رہتا۔ میری ماں میرے رویے پر مجھے نہ ٹوکتی بلکہ حوصلہ افزائی کرتی کہ مردذات کو دبا کر رکھنا چاہیے' ماں کے ذہن میں تھا کہ میری شادی کر کے ہم نے لڑکے اور اس کے گھر والوں پر احسان کیا ہے' ہم اسے ولایت لے کر آئے ہیں ورنہ یہ منہ اور مسور کی دال۔ وہ چھٹی والے دن اکثر و بیشتر گھر کے کام کاج حتیٰ کہ کپڑے دھونے میں بھی میری مدد کرتا۔ موسم اچھا ہوتا تو بچوں کو باہر لے جاتا۔ میرا موڈ ہوتا تو ساتھ جاتی ورنہ You do, You go ہی سے کام چلاتی رہی۔ آخر ایک دن میرا نامناسب رویہ مکافات عمل کا پہلا لمحہ بن کر نمودار ہوا' چھٹی کا دن تھا' بچوں کے ساتھ کسی کے گھر جانا تھا' میں میک اپ اور بناؤ سنگھار کرتی رہی' بچے اور خاوند انتظار کرتے بار بار مجھے کہتے کہ دیر ہو رہی ہے۔ تیسری بار بڑے بیٹے نے کہا تو میں نے جواب دیا اپنے باپ سے کہو۔ مجھے زیادہ پتہ ہے اس ملک کے Manner کا EDI نہ بنو۔ میں نے پہلے کبھی یہ لفظ نہ بولا تھا نہ معلوم کیسے منہ سے نکل گیا' میں جب بن سنور کر آئی تو دیکھا کہ خاوند جو ہشاش بشاش تھا بجھا بجھا لیکن غصے کے عالم میں ہے میں نے ترنگ میں کہا منہ کیوں بنایا ہے۔ میں نے کچھ غلط کہا ہے۔ وہ خاموش ہو گیا فنکشن والے گھر بھی وہ زیادہ خاموش بیٹھا رہا لیکن میں نے پرواہ نہیں کی۔ واپس گھر آ کر اس نے غصے اور ناراضی کے ملے جلے انداز میں مجھے احساس دلایا کہ "مجھے تجھ سے اس گھٹیا رویے کی اُمید نہیں تھی" میں نے مزید اوٹ پٹانگ زبان درازی کی' اس کے والدین کو بھی گھٹیا اور حقیر کہہ ڈالا۔ غصے سے شعلے اُگلتی آنکھوں سے اس نے مجھ پر ہاتھ اُٹھایا لیکن پھر ہاتھ نیچے کر کے کہنے لگا' میں گھٹیا نہیں ہوں کہ عورت پر ہاتھ اُٹھاؤں۔ بجائے اس کے کہ میرا رویہ بدلتا میں نے چیخنا شروع کر دیا کہ نکل جاؤ میرے گھر سے اور میری زندگی سے' اس نے تحمل سے کہا سوچ لو' میں چلا جاتا ہوں۔ ۳/۴ دن اسی کشمکش اور تلخی میں گزر گئے' میں نے نہ اسے بلایا اور نہ اس کی کسی بات کا جواب دیا۔ پانچویں دن کام پر جانے کے بجائے چند کپڑے بیگ میں ڈال کر کہنے لگا "میں جا رہا ہوں" میں نے غصے سے کہا مہربانی آئندہ نہ آنا۔ کئی دن گزر گئے' ماں کہنے لگی خود آئے گا' تیری منت سماجت بھی کرے گا' خبردار جو اس کا پتہ کیا؟

۱۰/۱۵ دن بعد اس کا فون آیا' بچوں نے اُٹھایا' میری عقل پر پردہ پڑ گیا' وہ بچوں سے

باتیں کررہا تھا' میں نے اونچی آواز سے کہا' اسے کہو آئندہ فون نہ کرے' ۳/۲ ماہ بعد پاکستان سے میری ساس کا فون آیا' میں نے بات کرنے سے انکار کردیا' میری ماں نے اسے خوب سنائیں اور بار بار کہا آپ لوگ اس قابل نہیں تھے کہ ہم آپ کو بیٹی کا رشتہ دیتے وغیرہ وغیرہ۔ تقریباً ۱/۲ سال کے بعد وہ منحوس گھڑی آن پہنچی' جب اس نے طلاق کے کاغذات بھیج دیئے۔ میری اور ماں کی کیفیت وہی رہی' میرے والد نے کوشش کی کہ بات سلجھ جائے لیکن میری ماں کے آگے کسی کی پیش نہ جاتی تھی' میں آج سوچتی ہوں کہ میری ماں کتنی منہ زور اور سخت مزاج تھی' اگر وہ میرے باپ کو کوئی درجہ دیتی تو مجھے ضرور نصیحت کرتی کہ خاوند کا ادب کروں یا سلیقے سے رہوں یا کم از کم اسے اپنے برابر ہی جگہ دوں' یہ میری طرح تمام پاکستانی اَن پڑھ اور کم تعلیم یافتہ گھروں کا المیہ ہے کہ پاکستان سے جو بہو یا داماد لاتے ہیں انہیں حقیر کہتے اور ملازم کا درجہ دیتے ہیں' صرف وہی نہیں بلکہ اس احسان کے بدلے ان کے خاندان کو زندگی بھر وہ بوجھ اُٹھانا پڑتا ہے حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ یہاں کے خودسر بیٹے اور بیٹیوں کے کرتوت دیکھ کر ان کو جلد رشتہ نہیں ملتا' ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لڑکا' لڑکی دونوں جانتے ہیں کہ معاشرہ کی آزادی کے سبب اکثر نے اِدھر اُدھر تعلق بنا رکھے ہیں' جن گھروں میں خاندانی قدریں کمزور ہیں ان گھروں کے بیٹے بیٹیوں نے تو رنگ روپ تو الگ بات' مذہب کو بھی الگ رکھ کر اپنے تعلق جوڑے ہوئے ہیں' اللہ تعالیٰ اس عذاب سے والدین کو بچائے۔ خیر سال پر سال گزرتے رہے' بچے بڑے ہوتے گئے' میں اپنی انا کی سنگینی کا بوجھ اُٹھائے جیتی رہی' ماں چل بسی' کچھ دیر بعد باپ بھی جدا ہو گیا' جونہی بڑا بیٹا ۱۶/۱۷ سال کا ہوا تو گھر سے باہر رہنے لگا' کچھ کہنے پر بڑبڑ کرتا اور گھر سے چلا جاتا' اس کے کرتوت دیکھ دیکھ کر دل جلتا' کڑھتا لیکن بے بس ہوتی چلی گئی' بڑے بیٹے کے لگائے زخموں سے سینہ چھلنی تھا کہ بیٹی نے ایسا گھاؤ لگایا کہ اس کرب کو میں زبان نہیں دے سکتی۔ چھوٹا بیٹا کچھ بات سن لیتا ہے لیکن مرضی سے' مجھے مجال نہیں کہ پوچھ سکوں کہاں سے آئے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ میں اکثر سوچتی ہوں کہ میری دنیا اُجڑی' گھر لُٹا' اس کا واحد سبب اپنی ماں کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے مجازی خدا کی نافرمانی ہے۔ کاش! میں ایسا نہ کرتی۔ جب پرانی سہیلیوں میں سے کوئی ملتی ہے تو میرے دل کے زخموں سے خون رسنے لگتا ہے۔ ان کے گھر آباد دیکھ کر مجھے اُجڑا دیار یاد آتا ہے جسے میں نے خود اُجاڑا تھا۔

گھریلو ناچاقیوں کا حل کہاں ہے؟

(پیروں کے آستانوں میں یا اللہ ورسول کی اطاعت میں)

میاں بیوی خاندان کی بنیادی اکائی سمجھے جاتے ہیں۔ عقد نکاح کے بعد دونوں کا تعلق استوار ہوتا ہے جو اس دنیا میں موت تک قائم رہتا ہے۔ یہ سارا عرصہ دونوں کو مل جل کر گزارنا ہوتا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو جائے فرار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی طبیعت اور مزاج مختلف بنائے ہیں۔ طبیعتوں کا اختلاف اور مزاجوں کا سرد و گرم ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ خاندانی زندگی میں دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے الجھ جانا انہونی بات نہیں مگر اس الجھاؤ کا طویل ہو جانا خطرناک ہوتا ہے۔

آج کے دور میں خاندانی جھگڑے اتنے عام ہو گئے ہیں کہ معمولی بات پر مار پٹائی، طلاق اور قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آپ اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں، درجنوں خبریں میاں بیوی کے جھگڑوں کی ہوں گی۔ جھگڑے ہوتے ہیں تو لوگ ان کے حل کے لیے تگ و دو کرتے ہیں۔ زیادہ تر پیروں، فقیروں کے پاس بھاگتے ہیں۔ آپ پیروں فقیروں کے آستانوں پر چلے جائیں، آدھے سے زیادہ مرد و خواتین خاندانی جھگڑوں کو ختم کرانے کے لیے تعویذ لینے آئے ہوں گے۔ کسی کی بیوی روٹھ کر میکے گئی ہوگی اور کسی کا خاوند دوسری عورت کے دام زُلف کا اسیر ہوگا، کسی کو شکایت ہوگی کہ اس کی نند نے تعویذ کر دیئے اور کوئی کہے گی کہ میرے اوپر ساس نے کالا جادو کروا دیا ہے۔

پیر صاحب بھی اپنے آستانے پر راجہ اندر بنے بیٹھے کسی کو پانی دم کر کے دے رہے ہوں گے، کسی کو تعویذ اور کسی کو دھاگے پڑھ کر دے رہے ہوں گے۔ آنے والے مجبوروں کا کچھ بنے نہ بنے پیر صاحب کی تو چاندی ہو جاتی ہے، دم درُود کا نذرانہ تو ہے ہی غیر محرم عورتوں کو دیکھ دیکھ کر

آنکھیں سینکنے کا بہانہ بھی بن جاتا ہے۔ نام نہاد پیروں نے جنوں، بھوتوں کی بھی عجیب وغریب ڈراؤنی قسم کی کہانیاں گھڑی ہوتی ہیں جو اپنے مریدوں اور سائلوں کے سامنے بیان کرکر کے انہیں خوب ڈراتے دھمکاتے اور ان سے پیسے بٹورتے ہیں۔ کتنے ہی گھرانے پیروں، فقیروں کے چکروں میں تباہ ہو چکے ہیں، کتنے ہی پیروں کے واقعات ہیں کہ اسی دم دُرود کے چکر میں گناہوں کی دَل دَل میں جا گرے ہیں جہاں سے واپسی کا امکان کم ہی ہوتا ہے۔ خیر بات بہت دور نکل گئی۔ عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ ہماری سادگی کی بھی انتہا ہے کہ ہم قرآنی آیات کے ورد کرنے، وظیفے پڑھنے اور چلّے کاٹنے کے لیے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔

اگر کوئی پیر صاحب کہہ دیں کہ چالیس دن تک روزانہ آدھی رات کے بعد تم قبرستان جا کر فلاں وظیفہ پڑھو گے تو اولاد ہوگی تو اس کے لیے فوراً تیار ہو جائیں گے لیکن اگر کوئی یہ کہہ دے کہ پانچ وقت کی نماز پڑھو، اپنے مال کی زکوٰۃ دو، تقویٰ اور پاکیزگی اختیار کرو، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو، جو مانگنا ہے اللہ سے مانگو تو طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہے۔

الحمدللہ یہ بات پورے یقین واعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر کسی گھر میں حرام داخل نہ ہوتا ہو، زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کا اہتمام ہو، اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو پامال نہ کیا جاتا ہو، اس کے احکام کی تعمیل کی جاتی ہو، طہارت وپاکیزگی کا اہتمام ہو تو اس گھر میں جن، بھوت، پریت آسیب کا کبھی ڈیرہ نہیں ہوسکتا، نہ ہی اس گھر میں لڑائی، دنگا فساد ہوگا، آپس کی ناچاقی، ایک دوسرے کے خلاف بغض وکینہ، دوسرے کو پریشان اور رسوا کرنے جیسے ناپاک جذبات قطعاً پیدا نہیں ہوں گے۔ گھریلو ناچاقیاں اسی وقت ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدوں کو پامال کیا جاتا ہے۔

آج کا انسان جب گھریلو پریشانیوں سے تنگ آتا ہے تو پیروں فقیروں کے پاس بھاگتا ہے کہ وہ کوئی ''وظیفہ'' بتائیں۔ پیر بتائے کہ روز ایک لاکھ مرتبہ ''یَاعَزِیْزُ'' پڑھنا ہے تو کیا اس طرح پڑھ لینے سے مسئلے کا حل ہو جائے گا؟ جبکہ گھر میں ٹی وی چل رہا ہے، عورتیں بے پردہ ہیں، حرام کی کمائی دھڑا دھڑ پیٹ کا ایندھن بن رہی ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ بعضے پریشان حال اور پراگندہ لوگ یارب! یارب! پکارتے ہیں، لیکن ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اس لیے کہ ان کا کھانا حرام، پینا حرام، پہننا حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”صدقہ کیا کرو' اس سے بلائیں اور بیماریاں دور ہوتی ہیں۔“ لیکن ہمارے بھولے بھالے مسلمان کا عمل یہ ہے کہ وہ یتیموں' مسکینوں اور غریبوں کو تو اپنے دروازے سے دھکے دے کر بھگاتا ہے جبکہ ایک تعویذ حاصل کرنے کے لیے عاملوں کی تجوریاں بھرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

یہ مسلمان کی سادگی نہیں کہ وہ قرآن کی آیتوں کو گھول کر پی گیا' تعویذ بنا کر گلے کا ہار بنالیا' نئی دُکان بنائی یا مکان تعمیر کیا تو ”برکت“ کے لیے سپارے پڑھوالیے' گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوگیا تو سورۂ یٰسین کا ورد کرالیا۔ کوئی مرگیا تو اسے بخشوانے کے لیے سوالاکھ گٹھلیوں پر درُود پڑھوالیا۔ لیکن اگر کچھ نہ کرسکا تو قرآن کے پیغام پر غور وفکر نہ کرسکا' اسے دل کی گہرائیوں اور دماغ کی وسعتوں میں جگہ نہ دے سکا۔ کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ میرا رب مجھ سے کیا کہتا ہے۔ ہاں! میری قوم کتنی سادہ مزاج ہے۔

جائزہ لیجئے غلطی کہاں ہے؟ ہمارا کردار وعمل کیا ہے؟ دین کے تقاضے کیا ہیں؟ سوچئے کہ قرآن کی سورتیں بھوت پریت کو بھگانے کے لیے اُتریں تھیں یا ان کا مقصد کچھ اور بھی تھا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے تقاضوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین یارب العالمین۔

ایک نومسلم خاتون کے قابل رشک حالات

میں ہمیشہ سے بہت مذہبی واقع ہوئی ہوں۔ میری امی کا کہنا ہے کہ کوئی وقت ایسا نہیں گزرا جب میں نے خدا کا ذکر نہ کیا ہو۔ میں دوپہر کھانے کے وقفے میں مذہبی رسوم ادا کرنے کی غرض سے عام طور پر گرجا گھر چلی جاتی تھی۔ اتوار کو علی الصبح بیدار ہو کر عبادت کے لیے جانا بھی میرے معمولات میں شامل تھا۔ میرے والدین کو مذہب سے میری اس شیفتگی کی کچھ زیادہ پروا نہ تھی کیونکہ وہ دونوں میری طرح مذہب سے اتنی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔

دس برس کی عمر میں مجھے احساس ہو چلا تھا کہ ایٹمی اسلحہ انسانیت کے لیے کتنی بڑی تباہی لا سکتا ہے۔ چنانچہ چھوٹی سی عمر میں ہی میں نے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے خلاف کیے جانے والے احتجاجی مظاہروں میں شریک ہونا شروع کر دیا تھا۔ میں اس زمانہ میں رونالڈ ریگن، یوری اندروپوف اور مسز مارگریٹ تھیچر کے نام خطوط میں ان سے درخواست کرتی تھی کہ وہ اپنے اپنے ایٹمی اسلحے کے ذخیروں کو تباہ کر دیں۔ سماجی انسان کا مجھے نہایت گہرا شعور حاصل تھا اور مجھے پختہ یقین اور اعتماد تھا کہ میں بالکل صحیح نظریات اور درست اندازِ فکر کی حامل ہوں۔ اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ بہت چھوٹی عمر سے مجھے بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل گیا تھا کیونکہ میری والدہ ایک ماڈلنگ ایجنسی چلا رہی تھیں۔ سچ پوچھئے تو میری پرورش اور تربیت بھی وہیں ہوئی ہے۔

ہمارے مکان پر سبھی مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کا آنا جانا تھا۔ ان میں یہودی، عیسائی اور مسلمان سبھی شامل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ میں اور میرے دیگر بہن بھائی مذہبی تعصبات سے ہمیشہ دور رہے۔ اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ میرے بھائی کو ہندوستان کی ایک مسلمان لڑکی سے اتنا شدید عشق ہو گیا کہ اس سے شادی کی غرض سے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ میرے والدین نے تو اپنے بیٹے کے اس فیصلے پر کوئی بڑا ہنگامہ برپا نہیں کیا تاہم میں نہ

جانے کیوں بہت زیادہ خوف زدہ ہوگئی۔ کچھ عرصے بعد میری بھابی کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی۔ بچے کی ولادت کے بعد اس کا جو نام رکھا گیا وہ میرے لیے قطعاً اجنبی اور نامانوس سا تھا۔ اپنی پرورش اور مذہبی رُجحانات کے سبب میں خود ہی اپنے تعصبات کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے اس صورت حال کو ذہنی طور پر اب تک قبول نہیں کیا تھا۔ بہر کیف جس انداز سے میری تربیت ہوئی تھی اس نے مجھے یہ سمجھنے میں بڑی مدد کی کہ ''دنیا میں ہر خوف کی بنیاد درحقیقت لاعلمی ہی پر ہوتی ہے۔''

چنانچہ اپنی اس لاعلمی کو دور کرنے کی غرض سے میں نے اسلام کے بارے میں معلومات کی تحقیق اور تلاش شروع کردی۔ اس مطالعے اور تحقیق کے دوران یہ حقائق مجھ پر منکشف ہوئے کہ کیتھولک چرچ کی تاریخ میرے لیے قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ یہ سب کچھ میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ گویا ایک ایسے عقیدے سے میرا ایمان اُٹھ چکا تھا جو کبھی میرے لیے خوشی اور مسرت کا سرچشمہ تھا۔ چند لمحوں کے لیے میں نے محسوس کیا کہ جیسے میں برزخ میں ہوں۔ عجیب عجیب طرح کے خیالات ذہن کو ستانے لگے۔ آخر مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم کسی مذہب اور عقیدے کے بغیر ہی خدا کے جود پر یقین کر کے اس کی عبادت کرتے رہیں۔ بہر حال جوں جوں میں اسلام کا مطالعہ کرتی گئی، میری اسلام سے دلچسپی اور کشش بڑھتی ہی چلی گئی۔ اسلام میں عیسائیت کی طرح گناہِ ازلی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ کیتھولک چرچ کی تعلیمات میں ازلی گناہ کے تصور کو میرے ذہن نے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔ میرے نزدیک یہ ایک فضول سی بات تھی۔ چنانچہ جب میں نے قرآن میں ''ازلی گناہ'' کے حوالے سے کوئی آیت نہیں دیکھی تو مجھے بڑی طمانیت کا احساس ہوا۔

اس طرح اسلام سے میری وابستگی رفتہ رفتہ بڑھنے لگی اور میں خود کو اسلامی تعلیمات سے زیادہ قریب محسوس کرنے لگی تاہم ابھی تک وہ سعید لمحہ نہیں آیا تھا جب میں اسے باقاعدہ طور پر قبول کرنے کے بارے میں کچھ سوچ سکوں یا کوئی واضح فیصلہ کرسکوں لیکن جب میں نے اپنے والدین کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا تو گویا ان پر آسمان گر پڑا۔ میرے بھائی نے عشق میں مبتلا ہوکر اپنا مذہب تبدیل کیا تھا لیکن میں تو ایسا کچھ نہیں کر رہی تھی۔ میں تو صرف مذہب کے نظریے کے تحت ایسا کر رہی تھی لیکن یہ سب کچھ برداشت کرنا ان کے لیے

خاصا مشکل تھا۔ سر پر حجاب پہننے کو یہ لوگ بے حد برا تصور کرتے تھے۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ ایک ماڈل ایجنٹ کی بیٹی جس کی عمر فقط سولہ برس ہے' حجاب سر پر رکھنے جا رہی ہے؟ بہر حال میرے نزدیک اس کی بڑی اہمیت تھی۔ آپ کسی شخص کے بارے میں اندازہ اس کی گفتگو سے لگا سکتے ہیں نہ کہ اس کے ظاہری اطوار اور لباس سے۔ میں اگر حجاب پہننے کو اپنے عقیدے کی رو سے ضروری سمجھتی تھی تو اس پر کسی کو کیوں اعتراض تھا؟ انسان کے پاس' اپنی پسند اور ناپسند کے انتخاب کی آزادی ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ جہاں تک عبادت' روزے اور حجاب پہننے کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں میں نے کسی دباؤ کو قبول نہیں کیا۔ جب میں اکیس برس کی عمر کو پہنچی تو محمود سے میرا تعارف ہوا' جو اب میرے شوہر ہیں۔ میرے باس اور ان کے ایک دوست کا یہ خیال بجا طور پر صحیح اور درست تھا کہ ہم خیال اور ہم مسلک لوگ زیادہ بہتر ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے محمود سے شادی کا فیصلہ کر لیا۔ ہم دونوں کے والدین نے ہمیں اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

۱۱ ستمبر کے بعد ہم دونوں لیکچر دینے کی غرض سے دورے پر روانہ ہو گئے۔ اسی دوران میں اسلام کے بارے میں جاننے اور اس کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنے کا ایک جذبہ اور جنون مغرب میں پیدا ہو چکا تھا۔ ہم دہشت گردی اور تشدد کی بھرپور مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی وضاحت بھی کیا کرتے تھے کہ مسلمان ہونے کا مطلب کیا ہے اور ایک مسلمان کی ذمہ داریاں اور فرائض کیا ہوتے ہیں؟ اس طرح ہمارے جذبات کی عکاسی بھی ہو جایا کرتی تھی۔ میرے سب سے چھوٹے بچے کی عمر اس وقت فقط تین ہفتے تھی اور بعض اوقات لیکچر دینے کے دوران مجھے بچے کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھنا پڑتا تھا۔ رفتہ رفتہ میں نے محسوس کیا کہ جن باتوں اور چیزوں کے ہم مخالف ہیں' صرف ان کا تذکرہ کر کے ہم اپنے آپ کو ٹھیک طور سے متعارف کروانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ہمیں لوگوں کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ ہمارا بنیادی مقصد اور حقیقی نصب العین کیا ہے؟ مسلم کمیونٹی کس قدر متنوع ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کمیونٹی کا احساس خودی اور مخصوص کلچر کے حوالے سے اس کا شعور وادراک بھی

بڑھتا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے ''اُمّید'' کے عنوان سے ایک میگزین جاری کیا جس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی کہ مسلمان دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی مانند بالکل نارمل ہوتے ہیں۔ اس طرح ہم مسلمان کمیونٹی میں نئی زندگی اور خوشگوار مستقبل کا پیغام عام کرنے میں مصروف ہیں۔ اس میگزین کو توقع سے کہیں بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی اور اب غیر مسلم بھی اسے خرید کر پڑھتے ہیں۔ یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا ہے۔ ان نوجوان مسلمانوں کی بھی اپنی ایک آواز ان کے اپنے ملک میں ہونا بہت ضروری تھا۔ اس طرح وہ برطانوی معاشرے سے اجنبیت اور الگ تھلگ ہونے کے احساسات سے خود کو آزاد کر پائیں گے۔ میں مغربی اور اسلامی دونوں ہی کلچروں سے بخوبی آشنا ہوں۔ اس لیے اسے اپنی بنیادی اور اہم ذمہ داری تصور کرتی ہوں کہ اپنے علم اور تجربے کو بروئے کار لاتے ہوئے غیر مسلم عورتوں کو حکمت کے ساتھ اسلام کی دعوت دوں تا کہ انسانیت جہنم کی آگ سے بچ سکے۔ ایسی ہی دنیا ہم سب کے لیے ایک محفوظ تر مقام ثابت ہو سکتی ہے۔ اللہ سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

خوشیوں کی قاتل طلاق

(کوئی آپ کا گھر نہیں اُجاڑتا ہے' سب آپ کا اپنا کیا دھرا ہوتا ہے)

''دیکھو سرور' میں کہہ رہی ہوں کہ اگر تم نے میرے بغیر باہر جانے کی کوشش کی اور مجھے ساتھ لے کر نہ گئے تو میں تمہارے پاسپورٹ اور کاغذات جلا دوں گی۔ میں تمہیں ہرگز باہر نہیں جانے دوں گی اور اگر تم نے ایسا سوچا بھی ناں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

''لیکن سمیرا میں باہر جا کر ہی تمہیں بلانے کا کوئی انتظام کر سکوں گا۔ تب تک تم یہاں اماں کے ساتھ۔''

''شٹ اَپ سرور'' سمیرا نے جھنجھلا کر سرور کی بات کاٹ دی۔ میں تمہاری بیوی ہوں' نوکرانی نہیں کہ یہاں اکیلے رہ کر گھر میں جھاڑو برتن کرتی رہوں گی اور تم باہر ڈے داریوں سے آزاد رہ کر مزے اُڑاؤ گے۔ یاد رکھنا سرور تمہیں مجھے لے کر ہی جانا ہوگا۔''

''سمیرا خدا کے لیے تم ایک بار مجھے وہاں جانے تو دو۔''

سمیرا اور سرور کی روز روز کی کھٹ پٹ بالآخر میاں بیوی کے درمیان ہاتھا پائی اور مار کٹائی تک جا پہنچی۔ نتیجتاً نوبت طلاق تک جا پہنچی۔ سمیرا اپنے ماں باپ کی دہلیز پر گردان اکڑائے واپس نہ جانے کی قسم کھائے دھرنا دے کر بیٹھ گئی اور سرور نے خیریت باہر سدھارنے میں جانی۔

''دیکھو زرینہ' تم نے ہمارے اور ہماری بیٹی کے ساتھ بہت بڑا دھوکا کیا ہے۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تمہارا بیٹا بیمار رہتا ہے۔ اب اس میں ہماری بیٹی کا کیا قصور ہے؟ ہم نے بنا چھان بین کیے تمہیں بیٹی دے دی۔ ہماری بیٹی کے لیے رشتوں کی کمی نہیں تھی۔ تم رکھو اپنے بیمار بیٹے کو اپنے پاس میں اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جانے آئی ہوں' وہ مجھ پر بوجھ نہیں۔ ویسے بھی اب میں اپنی بیٹی کو مزید دھوکے باز لوگوں میں رہنے دینا نہیں چاہتی۔'' بیٹی کی ماں طلاق کی زہریلی گولیاں میٹھی ٹافیوں کی طرح اپنی بیٹی کے حلق سے اُتروا کر بیٹی کو بابل کی دہلیز پر واپس لے آئی۔

''امی جان! مجھے یہاں نہیں رہنا' آپ فوراً آئیں۔ انہوں نے مجھ پر ہاتھ اُٹھایا ہے۔ بس

میں ایک پل بھی اس گھر میں نہیں رہوں گی امی خدا کے واسطے مجھے یہاں سے لے جائیں۔"

"ہاں میری بیٹی' میری جان! میں ابھی آئی۔ تمہارے شوہر کی تو آج ایسی خبر لوں گی کہ دنیا دیکھے گی۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی میری پھول سی بچی پر ہاتھ اُٹھانے لگی۔"

بیگم راشدہ نے یہ کہہ کر فون پٹخا اور ٹیکسی پکڑ کر آناً فاناً اپنی چند ماہ کی بیاہی بیٹی کے گھر چل دیں اور پھر وہاں جا کر کیا سین ہوا ہوگا؟ بیٹی نے اسی ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس ماں کے گھر کے آنے میں کتنی دیر لگائی ہوگی؟ پھر اگلے کئی ماہ شوہر نے روٹھی ہوئی بیوی کو منانے کے لیے کتنے چکر لگائے ہوں گے؟ بیوی کو واپس لے جانے کے لیے کتنے مطالبات سنے ہوں گے؟ اور پھر بالآخر روز روز کے لڑائی جھگڑوں اور مطالبات سے تنگ آ کر کیا انتہائی قدم اُٹھایا ہوگا؟ اس کا اندازہ ہم سب کو اچھی طرح ہوگا۔

"طلاق" جتنی قبیح سمجھی جاتی ہے۔ اتنی ہی عام بھی ہوتی جا رہی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ خود بیٹی والے ذرا ذرا سی بات پر طلاق کا لفظ یوں نکالتے ہیں' گویا کوئی حلوہ ہے جو نو بیاہتا جوڑے کو بلا سوچے سمجھے کھانے کی رغبت دی جا رہی ہے۔ ایک اور تازہ ترین واقعہ پڑھ کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیجئے' دو سالہ شادی کے اختتام کا ایک قدم' ایک سالہ بچی کی ماں پروین نے یوں اُٹھایا کہ پہلے تو شوہر سے مسلسل گھر کا پورا خرچ ساس سے لے کر اپنے ہاتھ لینے کا مطالبہ کرتی رہی۔ چند مہینے محض اسی کشمکش میں گزر گئے کہ گھر کا پورا خرچ اور ماں کے اکلوتے بیٹے شوہر کی پوری تنخواہ ایک مشت ہاتھ میں لینے کا پرزور مطالبہ پروین نے اپنے میکے والوں کے زور پر جاری رکھا۔ اس ضمن میں ساس' بہو کے ہاتھ میں سب کچھ دینے سے انکار بھی کم نہیں تھا اور یہ کہ پروین کے شوہر کو بھی نظر آ رہا تھا کہ بیوی ہاتھ میں خرچ لے کر گھر کی ذمہ داری اس طرح احسن طریقے سے نبھا سکتی' جیسے اس کی ماں' جو ہر لمحے گھر کی اندرونی اور بیرونی تمام ذمہ داریوں میں عرصہ دراز سے خود کو سموئے ہوئے تھی۔ بہو کے آنے کے بعد بھی تمام ذمہ داریوں کو بہ نفس نفیس انجام دے رہی تھی۔ مثلاً مہینے کا سودا سلف لانا' دھوبی کو کپڑے دینا' استری کروانا' درزی سے کپڑے سلوانا' بلوں وغیرہ کی ادائیگی' گھر کے دیگر اخراجات' مہمانوں کی خاطر داری' بچوں کے تعلیمی اخراجات کا حساب کتاب رکھنا' ساتھ ہی اکلوتے بیٹے کی قلیل

تنخواہ میں ایسی سفید پوشی کا بھرم رکھنا۔ ظاہر ہے پروین صرف دو سالہ شادی کے تجربے کے بعد اتنی وسیع ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے کے لیے نااہل تھی' اس کا مقصد ظاہر ہے کہ شادی کے ابتدائی برسوں میں ہی ان سر درد والی ذمے داریوں سے نبرد آزما ہونا شروع ہوجانا تو تھا نہیں بلکہ صاف ظاہر تھا کہ ساس کو اپنے گھر کی دال روٹی اور بقیہ اخراجات کے لیے ٹکے ٹکے کا محتاج کیا جائے اور یہ سبق روزانہ پروین فون پر اور گھر آنے جانے والی اپنے میکے کی خواتین سے حاصل کرتی رہی۔ بالآخر نتیجہ وہی ہوا' ایک گھر بڑی آسانی سے ٹکڑے ہوگیا۔ جس بہو کو بیاہ کرلانے کے لیے ایک بیٹے کی ماں نے نفسانفسی کے اس دور میں لاکھوں روپے اپنی عزت کی چادر کے پلو میں جمع کر کے لٹائے تھے۔ مہنگی ترین بری آرائش وزیبائش اور زیورات کا سامان جس شادی کے لیے کیا تھا' وہ ایک کم عقل لڑکی کے بے جا مطالبات کی بھینٹ چڑھ گئی۔ پروین کی ماں کے سمجھانے کے بعد پروین اپنی ایک سالہ بیٹی کو بھی ساس کے دَر پر ڈال کر چلی گئی کہ یہ میری ذمے داری نہیں' تمہارے بیٹے کی اولاد ہے' اسے بھی سنبھالو۔

ایسے اَن گنت ہزاروں واقعات ردوبدل کے ساتھ روزانہ ہمارے اِردگرد رونما ہوتے ہیں مگر ایک چیز ہے جس پر حیرت بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی کہ اکثر گھروں میں ایسے واقعات کی فضا اکثر لڑکی والوں اور خود لڑکی کی طرف سے قائم کی جاتی ہے۔ اس وقت اس لڑکی کو سمجھانے والا اور اسے اس کے غلط رویوں پر تنبیہ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ہاں جلتی پر تیل کا کام کرنے والے قدم قدم پر خصوصاً لڑکی کے میکے میں ضرور مل جاتے ہیں اور جب شادی اختتام کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس لڑکی اور اسکے ماں باپ سے ہمدردی کرنے والوں اور انہیں مظلوم گردانںے والوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں مظلوم کون ہے؟ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ایسی صورت میں بھی لامحالہ طلاق یافتہ لڑکی اور اس کے ماں باپ ہی مظلوم ہیں' تب بھی اس کا اصل ذمہ دار کون ہے؟ ہم نے ایسی باتوں پر بھی بیویوں کو شوہروں سے طلاق کا مطالبہ کرتے دیکھا ہے جن کا کوئی سر پیر ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً ہر تھوڑے دن بعد میکے جا کر بیٹھنا اور شوہر کے بلانے پر تلخ کلامی سے پیش آنا یا پھر گھریلو ذمہ داریوں سے بچنے کے

لیے ایک الگ گھر کا مطالبہ شادی کے فوراً بعد داغ دینا اور پورا نہ ہونے پر ماں باپ کے گھر واپس جا کر بیٹھ جانا اور پھر بیٹھے ہی رہنا' یا کسی ایسی بیماری کو وجہ طلاق بنا دینا جو کہ قابل علاج تھی۔ اکثر بلا سوچے سمجھے مشتعل رویوں کا مظاہرہ زیادہ تر لڑکی والوں کی طرف سے کر کے نوبت طلاق تک پہنچا دی جاتی ہے۔ حالیہ چند ہی برسوں میں دیکھتے ہی دیکھتے بنے بنائے گھر ٹوٹ جانے اور طلاق واقع ہو جانے کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ یہ تو صرف طلاق کا ایک پہلو ہے کہ وہ ہوگئی' مانگی گئی یا دی گئی۔ نتیجتاً آنے والی نسل لاوارث' کمزور اور لامتناہی مسائل کا شکار ہوگئی۔ مگر اس کے علاوہ بھی ہم جیسے مشرقی معاشرے کے افراد کے لیے طلاق کچھ اور بھیانک' خطرناک اور زہریلے اثرات اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے جو فوراً نہیں مگر کچھ وقت' کچھ مہینے اور کچھ سال بعد آہستہ آہستہ سامنے آ کر معاشرے کی اخلاقی اقدار کی بنیادوں میں اپنے زہریلے پنجے گاڑنے اور انہیں کمزور کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

طلاق کا بڑھتا ہوا رُجحان

(اسباب اور اُن کا حل)

دانشوروں کا قول ہے کہ ''جس کو دوست بناؤ تو اپنے دل میں ایک قبرستان تعمیر کرلو جس میں اس کی برائیوں کو دفن کرسکو' اس سے جنگ نہ کرو' اس پر اپنی برتری کا اظہار نہ کرو' اس کے متعلق دوسروں سے پوچھتے نہ پھرو' ہوسکتا ہے کہ اس کا دشمن تمہیں کوئی غلط بات بتادے اور یہ غلط فہمی تمہاری جدائی کا سبب بن جائے۔''

یہ تو دوستی کا ذکر ہے جس کے ٹوٹنے سے اتنا نقصان اور غم نہیں ہوتا جتنا ایک گھر اُجڑنے یا ایک خاندان بکھرنے سے ہوتا ہے۔ طلاق ایسی چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمانے کے باوجود سخت ناپسند فرمایا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے سب سے بڑے دشمن شیطان کو سب سے زیادہ خوشی میاں بیوی میں تفریق ڈالنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اس وقت مغرب میں طلاق کی شرح خوفناک حدوں کو چھو رہی ہے۔ امریکہ کو دنیا میں ''طلاق گڑھ'' کہا جارہا ہے۔ آزمائشی نکاح (Copsseinate Marriage) اور آزاد محبت (Free Love) رواج پکڑے جارہے ہیں۔ اگرچہ اسلامی ممالک میں طلاق کی شرح برائے نام رہی ہے لیکن اب ''ترقی کی اس دوڑ میں وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔'' چنانچہ پاکستان میں طلاق کی وجوہات کی لسٹ میں مغرب سے درآمد شدہ تہذیب کے اثرات نمایاں ہیں۔

اسکے علاوہ طلاق کے معاملے میں سراسر شیطان کا عمل دخل ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے بھی طلاق کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے جبکہ اکثر اوقات کئی ایسی وجوہات بھی جنم لے لیتی ہیں کہ طلاق کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ چنانچہ پاکستان میں مندرجہ ذیل وجوہات سرفہرست ہیں۔

(۱) شکوک وشبہات' تنگ نظری' قوت برداشت میں کمی اور معاملات میں کج فہمی ایسی چیزیں ہیں جو کسی گھر کو اُجاڑنے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہیں جبکہ باہمی اعتماد' صبر و برداشت' معاملہ فہمی' وسعت قلبی' ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش' ایک دوسرے کی آراء و

جذبات کا احترام، عزت نفس کا تحفظ اور حقوق و فرائض کا احساس ایسی چیزیں ہیں جن سے گھر کی بنیادیں پختہ اور مضبوط ہوتی ہیں اور دو اشخاص تو کجا خاندان اکٹھے رہ سکتے ہیں۔

(۲) طلاق کی ایک بڑی وجہ ضد بازی اور اَنا پرستی ہے۔ فریقین کا اپنے اپنے موقف پر ڈٹ جانا اور کسی طرف سے بھی لچک یا نرمی کا مظاہرہ نہ ہونے سے بھی عموماً گھر اُجڑ رہے ہیں۔ فریقین کو چاہیے کہ عاجزی و انکساری کا رویہ اپنائیں، ہمیشہ وہی شاخ زیادہ جھکی ہوتی ہے جس پر پھل زیادہ ہو۔ انکساری انسان کو عظیم سے عظیم تر بنا دیتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کائنات کی عظیم ترین ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جنت کی سردار بیٹی کو نکاح ہو جانے کے بعد خود اس کے شوہر کے گھر بھجوا دیتے ہیں۔ بیٹی کے معاملہ میں عاجزی و انکساری کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ جس کو جگر کا گوشہ دے دیا اس کے سامنے اکڑ، تکبر چہ معنی دار؟

(۳) عورت کو بے حجابی اور عورتوں، مردوں کی مخلوط ملازمت اور مجالس گھروں کو اُجڑنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ مردوں کو باہر کی بجی سنوری عورتوں کی نسبت گھر کی عورت (دو تین بچوں کی ماں) بھدی اور بے قیمت محسوس ہونے لگتی ہے۔ خاوند کے مزاج میں بے چینی اور چڑچڑا پن پیدا ہوتا ہے تو بیوی الگ شکست و ریخت سے دوچار ہوتی ہے۔ چنانچہ عورت ہی عورت کی تباہی کا سامان کرتے ہوئے دوسری عورت کی طلاق کی وجہ بنتی ہے، طلاق کی اس وجہ کا حل عورتوں کے مکمل حجاب میں مضمر ہے۔

(۴) خاندانی جھگڑے اور دباؤ مثلاً وٹہ سٹہ کی شادی، بیٹا یا اولاد نہ ہونا، عورت کا بیمار یا بانجھ پن ہونا، سسرال بہو کے جھگڑے بھی طلاق کے موجب بن رہے ہیں۔ ایسے مسائل کو معاملہ فہمی سے سلجھایا جا سکتا ہے۔

(۵) میڈیا (ریڈیو، ٹی وی، کیبل وغیرہ) کے ذریعے پھیلانے جانے والا افسانوی و رومانوی ماحول بھی گھروں کو اُجاڑنے میں اپنی سی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ نوجوان عشق و محبت اور شادی کی ایک خیالی دنیا قائم کر لیتے ہیں جس کا حقیقی زندگی سے دور کا واسطہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب خیالی اور عملی زندگی میں تضاد سامنے آتا ہے تو نتیجہ طلاق کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس سلسلے میں شاہینہ کی مثال دی جا سکتی ہے۔ شاہینہ ایسی لڑکیوں میں سے ایک ہے جو فلمیں دیکھنے کی انتہائی دلدادہ تھی چنانچہ شادی کے بعد اپنے شوہر سے فلمی اور رومانوی طرز حیات کی خواہاں تھی۔ اس کا مطالبہ تھا کہ اسکا شوہر اس کے ساتھ خاوند کی بجائے دوست کی

حیثیت سے رہے، فلمی ڈائیلاگ بولے۔ اس کے نازنخرے اُٹھائے اور اپنی بوڑھی ماں جو کباب میں ہڈی بنتی ہے اس کو کہیں الگ رکھے وغیرہ وغیرہ۔ یوں شاہینہ نے دوسال بعد جبکہ وہ ایک بچی کی ماں بھی تھی، طلاق حاصل کر کے دم لیا۔ اسی طرح حامد نامی شخص کا اپنی بیوی سے مطالبہ تھا کہ فلمی طریقے کے مطابق اس کے ساتھ زندگی گزارے۔ نمونے کے طور پر وہ اسے حیاباختہ اور اخلاق سوز فلمیں بھی دکھاتا رہا لیکن مشرقی زیور سے آراستہ بیوی اس کے مزاج سے ہم آہنگی پیدا نہ کرسکی۔ یوں یہ شادی بھی اپنے اختتام کو پہنچی۔ چنانچہ اگر شاہینہ اور حامد جیسے لوگ اخلاق سے گری ہوئی فلمیں نہ دیکھیں تو کئی گھر اُجڑنے سے بچ سکتے ہیں۔

(۶) طلاق میں اضافے کا ایک سبب شرح آبادی میں عورت کا تناسب زیادہ بھی ہے۔ پاکستان کی آبادی میں عورت کا تناسب ۵۳ فیصد ہے۔ عورتوں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے مطلقہ مردوں کو نیا رشتہ بآسانی اور جلد مل جاتا ہے۔ نیز مردوں کا یہ بھی خیال ہے طلاق کی صورت میں عورت کی بے عزتی اور نقصان زیادہ ہوگا۔ اس لیے وہ آناً فاناً گھر کو تباہ کردیتے ہیں۔ عورت کی شرح پیدائش اور شادی میں توازن پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ضرورت کے تحت مردوں میں ایک سے زیادہ شادی کو رواج دیا جائے۔ شریعت کی رو سے بھی اس مسئلے کا یہی حل ہے۔

(۷) تعلیمی کمی کی وجہ سے بعض شادی شدہ جوڑے اپنے معاملات خود طے کرنے کے قابل نہیں ہوسکتے اور ہر ایک سے مشورہ طلب کرتے پھرتے ہیں۔ اس طرح کچھ عورتیں دوسروں کی باتوں اور لگائی بجھائی میں آکر گھر اُجاڑ لیتی ہیں۔ بعض مائیں بھی بیٹیوں کو خیرخواہی کے نام پر الٹی سیدھی باتیں سکھاتی رہتی ہیں جس سے لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اور بات طلاق تک جاپہنچتی ہے۔ شریعت نے غیبت اور عورت کے شوہر کے بارے میں بے جا شکوہ شکایت پر سخت وعید سنائی ہے اور گھریلو ازدواجی باتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۸) عورت کی تعلیمی زیادتی بھی بعض جگہ طلاق کا سبب بن رہی ہے۔ عورت کا احساس برتری اور شوہر کا احساس کمتری گھریلو زندگی میں عدم توازن پیدا کردیتا ہے جو طلاق کی صورت میں منتج ہوتا ہے۔ حالانکہ تعلیم انسان کو مکمل کرتی ہے اس میں حقوق وفرائض کا احساس پیدا کرتی ہے لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے جب اسی تعلیم کے حوالے سے منفی نام کمایا جارہا ہے۔

(۹) زوجین میں سے دونوں یا کسی ایک کی پسند کی شادی نہ ہونے کی وجہ سے گھر کی

دیواریں کھوکھلی ہوکر گرسکتی ہیں۔ شریعت کی رو سے بالغ لڑکے لڑکی کی پسند وناپسند کو فوقیت دینی چاہیے۔ اگرچہ مشورے کے طور پر ان کو معاشرتی وخاندانی اونچ نیچ اور اچھا برا سمجھانا بہتر ہے۔

(۱۰) بعض ذہنی ونفسیاتی امراض میں مبتلا افراد کے گھر بھی طلاق کی نذر ہورہے ہیں۔ مثال کے طور پر اعلیٰ عہدے پر فائز ایک افسر نے اپنی بیوی (جو ماموں زاد بھی تھی) کو محض اس بناء پر طلاق دے دی کہ اس نے میکے جانے کی اجازت کیوں طلب کی۔ دفتر سے واپسی پر افسر نے بیوی کے نام طلاق اور جائیداد سے بے دخلی' کاغذ پر لکھ کر گاڑی میں رکھ دی اور گھر میں داخل ہوتے ہی باتھ روم جاکر گولی مارکر خودکشی بھی کرلی۔ یوں یہ گھر بھی اپنے اختتام کو پہنچا۔ نفسیاتی مسائل کے پیچھے ایسے کئی عوامل کارفرما ہوتے ہیں اس لیے ایسے مسائل کا علاج نفسیاتی وطبی ماہرین کے ذریعے ہی ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

(۱۱) نشہ (چرس' ہیروئن' شراب وغیرہ) کے عادی افراد کے گھر بھی بکھر رہے ہیں۔ طلاق کی اس وجہ کے موجب وہ لوگ ہیں جو نشہ آور اشیاء کا کاروبار کرتے ہیں اور لوگوں کے گھروں اور زندگیوں سے کھیلتے ہیں اس لیے نشہ آور اشیاء کا کاروبار کرنے والوں کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیے۔

(۱۲) بعض اوقات شرعی حدود کی خلاف ورزی ہونے کی بناء پر زوجین میں علیحدگی کرانے کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً زوجین کے درمیان رضاعت کا مسئلہ پیدا ہو جانا یا حرام کردہ رشتوں (جیسے ساس' داماد یا سالی' بہنوئی یا دیور بھابی) ے درمیان ناجائز تعلقات کا انکشاف ہونا وغیرہ وغیرہ تو شرعی نقطہ سے زوجین کا نکاح خطرے میں پڑجاتا ہے جس کا حل تقریباً ناممکن ہے۔ دینی تعلیم کی کمی کی وجہ سے اکثر ایسی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں جن کے دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حدیث پاک کی رو سے زندگی گزارنے کے لیے دین کا بنیادی علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پروفیسر عائض بن عبداللہ قرنی کی کتاب
اسعد امرأة فی العالم کا پہلی مرتبہ اردو ترجمہ

دُنیا کی سعادت مند عورت

عورت اپنی زندگی کے سفر کو کس طرح سعادت مند بنا سکتی ہے؟
کیا عورت کی سعادت سونے چاندی کے زیورات اور جدید فیشن کے ملبوسات میں ہے؟
کیا عورت کی سعادت بے پردگی اور ہوسناک نظروں کا نشانہ بننے میں ہے؟
کیا عورت کی سعادت اونچی ڈگریوں اور بڑے عہدوں میں ہے؟
ان سب کے جوابات پر مشتمل اصلاح افروز کتاب

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
Mob: 0322-6180738